ابنِ صفی
جلد نمبر
10
جاسوسی دنیا
30- مونچھ مونڈنے والی
31- گیتوں کے دھماکے
32- سیاہ پوش لٹیرا

پیش رس

عظیم مصنف ابن صفی نے ایک بار پھر یہ ثابت کر دیا کہ صرف ان ہی کا قلم ان کے قائم کئے ریکارڈ توڑ سکتا ہے۔ انہوں نے یہ بات منوائی کہ اردو ادب میں ایک نئی تاریخ کا اضافہ کرنے والا قلم اپنے اندر وہ شگفتگی اور شادابی رکھتا ہے جسے دیکھ کر گل و لالہ کی رعنائی شرما جاتی ہے۔ اس کے اندر بے پناہ طاقت ہے کہ کبھی وہ رومان کے سمن زاروں کی لوریاں سناتا ہے۔ کبھی دیوار قہقہہ کی چلتی پھرتی صورتیں لاتا ہے کہ ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ جائیں۔ کبھی استعجاب کا سمندر ہے۔ کبھی پیچیدہ، پُر اسرار، سنسنی خیز واقعات کے حسین طلسم کی فسوں کاری ابن صفی کے اسی کمال نے انہیں لاکھوں انسانوں کا محبوب مصنف بنادیا ہے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ اردو میں کسی مصنف کو اپنی زندگی میں اتنی مقبولیت حاصل نہیں ہوئی جو ابن صفی کو حاصل ہے۔

پبلشر

تفریح

ستمبر کی ایک اداس شام تھی۔

سرجنٹ حمید کی اکتاہٹیں اپنی انتہائی منزلیں طے کر رہی تھیں۔ صبح سے وہ منہ باندھے گھر ہی پر پڑا رہا تھا نہ کوئی تفریح تھی اور نہ دلچسپی! فریدی پر آج کل مطالعے کا بھوت سوار تھا لہٰذا وہ ہر وقت لائبریری ہی میں پڑا رہتا تھا۔ حکم تھا کہ اس سے کوئی غیر ضروری بات نہ کی جائے۔

مسٹر کیو والے کیس سے فرصت پا کر اُس نے تین ماہ کی چھٹی لے لی تھی، جو اس شرط پر ملی تھی کہ ضرورت پڑنے پر اُسے طلب بھی کیا جاسکتا ہے۔ جب اُس نے چھٹی کی درخواست دی تھی تو حمید نے کافی دیر تک بغلیں بجائی تھیں کیونکہ اسے توقع تھی کہ یہ چھٹیاں زیادہ تر تفریحات ہی میں گزریں گی لیکن جب فریدی نے لائبریری کی راہ لی تو اس کی امیدوں پر اوس پڑ گئی۔

ممکن ہے کہ وہ شام دوسروں کے لئے حسین رہی ہو۔ لیکن حمید کو تو ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ اپنے جلو میں کفن اور کافور کی ٹھنڈک لئے ہوئے آئی ہو۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اُسے رنگین کس طرح بنائے۔ فلموں سے تو اس کی طبیعت ہی اچاٹ ہو گئی تھی۔ وہی گھسے پٹے پلاٹ۔ وہی پرانی ریں ریں ٹیں ٹیں۔ ایک لڑکی اور لڑکا جن کا ایک دوسرے پر عاشق ہو کر شادی کے لئے ادھار کھانا ضروری۔ لڑکے یا لڑکی کے والدین کی ناراضگی برحق۔

ایک عدد ویلین کی خرمستیاں یا مست خریاں لازمی۔ ایک بے ہنگم سے اور چغد قسم کے کومیڈین کی موجودگی لازمی۔ اس پر سے غزلوں اور گیتوں کے ردے ولادت اور رحلت پر ہیروئن کی غزلیں، جو عموماً سیاہ لباس اور گلیسرین کے آنسوؤں کے ساتھ ہوتی ہیں۔ قصاب کی چھری سے

کم نہیں۔ دیکھو تو دیکھو ورنہ ٹکٹ کے داموں سمیت جہنم میں جاؤ۔

رہ گئے ہالی ووڈ کے فلم تو ان کا کیا پوچھنا۔ ٹانگوں کے علاوہ اور کچھ دکھائی ہی نہیں دیتا۔ پلاٹ ٹانگیں! سینریو! ٹانگیں! اسکرین پلے ٹانگیں، مقصد بھی ٹانگیں ہی اور نتیجے کے طور پر صرف یکے ٹانگے والوں کی چاندی اور شریف قسم کے طالب علم اپنی مدد آپ کرنے کے صلے میں پیتل کی طرح زرد۔

حمید نے جھنجھلا کر صبح کے اخبار الٹنے شروع کر دیئے۔ اسے توقع تھی کہ شہر میں کہیں نہ کہیں کوئی تفریحی پروگرام ضرور ہوگا۔ آخر کار ایک اخبار کے مقامی خبروں کے کالموں میں ہوٹل ڈی فرانس کے تفریحی پروگرام پر نظر پڑ گئی۔ حمید نے اطمینان کا سانس لیا۔

اور پھر جب وہ تیار ہو کر نکلا تو برآمدے میں فریدی سے مڈبھیڑ ہو گئی۔

"کیوں؟ کہاں....!" فریدی نے اسے نیچے سے اوپر تک گھورتے ہوئے پوچھا، وہ ایک نیچی سی آرام کرسی پر نیم دراز کسی کتاب کے مطالعے میں غرق تھا۔ بائیں طرف ایک پائی تھی جس پر زرد کور کا ٹیبل لیمپ روشن تھا۔ حمید بھنا کر پلٹ پڑا۔

"میں نے آپ کو سینکڑوں بار سمجھا دیا کہ ٹوکا مت کیجئے۔"

"شامت آئی ہے۔" فریدی نے کتاب بند کر کے میز پر رکھ دی۔

"جی نہیں جا رہی ہے۔" حمید نے لاپروائی سے کہا اور آگے بڑھ گیا۔ فریدی اسے چند لمحے گھورتا رہا پھر کتاب اٹھا کر دوبارہ اس پر نظریں جما دیں۔

پہلے حمید نے سوچا تھا کہ باہر نکل کر کیڈی لاک نکالے گا۔ لیکن اب وہ پیدل ہی جا رہا تھا۔ جھنجھلاہٹ کچھ اور بڑھ گئی تھی اور اسی جھنجھلاہٹ کے تحت وہ سوچ رہا تھا کہ اب فریدی ناقابل برداشت حد تک خشک ہو گیا تھا اور کم از کم اب وہ تو اس کے ساتھ کسی طرح رہ نہیں سکتا اور کیا آپ کو اپنا پتھریلا پن مبارک آخر آپ دوسروں کی جان کو کیوں آجاتے ہیں۔ گھسے رہئے لائبریری میں کون منع کرتا ہے۔ لیکن دوسروں کو تو زندہ رہنے دیجئے۔

ہوٹل ڈی فرانس کی رقص گاہ ہمیشہ کی طرح آج بھی پررونق نظر آرہی تھی۔ رقص شروع ہونے میں ابھی دیر تھی۔ حمید نے چاروں طرف نظریں دوڑائیں کہ شائد کوئی شناسا مل جائے۔ لیکن مایوسی ہی ہوئی۔

چوبی فرش کے دونوں طرف کی گیلریوں میں ابھی تک کچھ پچھلی میزیں خالی تھیں۔ حمید ایک اچھی سی جگہ تلاش کر کے بیٹھ گیا۔ وہ جگہ اچھی اس لئے تھی کہ قریب ہی کی میز پر ایک کافی حسین سی لڑکی ایک انتہائی بے ڈھنگے اور بدصورت آدمی کے ساتھ بیٹھی ہوئی غالباً شیری یا پورٹ پی رہی تھی۔

حمید کی آمد پر وہ لڑکی اس پر ایک اچٹتی سی نظر ڈال کر دوبارہ اپنے گلاس کی طرف متوجہ ہو گئی تھی۔ حمید نے سوچا کہ اسے اپنی طرف پھر سے متوجہ کرنا چاہئے۔ کیونکہ اس کی دانست میں یہ اس کی کھلی ہوئی توہین تھی کہ کوئی ایک بار اس کی طرف دیکھ کر دوبارہ نہ دیکھے....؟

میز پر مینو نہیں تھا۔ حمید نے ایک ویٹر کو اشارے سے بلایا۔

"آج کیا کیا ہے۔" اُس نے اس سے پوچھا۔

"سبھی کچھ صاحب۔ مٹن چاپ، برین چاپ، مٹن کٹلٹ...اسٹیک... میکرونی... پڈنگ۔"

"میں تم سے موسم کا حال نہیں پوچھ رہا ہوں۔" حمید بگڑ کر بلند آواز میں بولا۔ لڑکی چونک کر اُس کی طرف دیکھنے لگی اور ویٹر کچھ گھبرا گیا۔

"جی صاحب۔"

"میں پوچھتا ہوں تلے ہوئے چوزے ہوں گے۔" حمید نے بھنا کر کہا۔

"ہاں صاحب.... چکن روشڈ....!"

"رولڈ گولڈ....!" حمید نے تحیر آمیز سنجیدگی سے کہا۔ "کیا مسخرہ پن ہے۔"

"رولڈ گولڈ نہیں.... چکن روشڈ۔" ویٹر زور سے بولا۔

"تو لاؤ نا ایک پلیٹ جھک کیوں مار رہے ہو۔"

لڑکی اپنے ساتھی کی طرف دیکھ کر ہنسنے لگی اور وہ آہستہ سے بولا۔ "بہرا معلوم ہوتا ہے۔"

ویٹر چلا گیا۔ حمید کا مقصد حل ہو گیا تھا اس نے یہ حرکت محض اسی لئے کی تھی کہ لڑکی وقتاً فوقتاً اُس کی طرف دیکھتی رہے۔

آہستہ آہستہ خالی میزیں بھی بھرنی شروع ہو گئیں تھیں۔ تھوڑی دیر بعد ویٹر واپس آگیا۔

"پروگرام کس وقت سے شروع ہوگا۔" اس نے ویٹر سے پوچھا۔

"آٹھ بجے سے۔"

"آٹھ بجے ہیں۔" حمید بگڑ گیا۔ "آٹھ نہیں آٹھ ہزار ہوں تو مجھ سے کیا! میں وقت پوچھتا ہوں اور آپ بچوں کی تعداد بتاتے ہیں۔ کسی دیہات سے پکڑ کر آئے ہو کیا۔"

لڑکی پھر ہنسنے لگی اور ویٹر نے بُرا سا منہ بنایا۔

"آٹھ بجے صاحب! ایٹ کلاک شارٹ....!" ویٹر زور سے بولا۔

"تو ایسا بولو نا۔" حمید نے کہا اور پلیٹ کی طرف متوجہ ہو گیا۔ ویٹر گردن جھٹک کر جا چکا تھا۔

"بہرا ہونا بھی عذاب ہی ہے۔ لڑکی اپنے ساتھی سے کہہ رہی تھی۔ کتنا خوش سلیقہ آدمی معلوم ہوتا ہے۔ مگر اس عیب نے اس کی شخصیت ہی برباد کر دی۔"

حمید سر جھکائے کھانے میں مشغول رہا۔

لڑکی کے ساتھی نے کوئی دوسرا تذکرہ چھیڑ دیا۔ لڑکی بڑی دلکش تھی۔ حمید سوچ رہا تھا کہ اس سے کس طرح جان پہچان پیدا کرے۔

"ذرا.... دیکھو! اُدھر....!" لڑکی اپنے ساتھی سے مضطربانہ انداز میں بولی۔

حمید سمجھا شائد اس بار بھی اشارہ اسی کی طرف ہوا ہے۔ لہٰذا وہ سر جھکائے ہوئے کنکھیوں سے اُن کی طرف دیکھنے لگا۔ لیکن اس کا خیال درست نہیں تھا۔ لڑکی کی نظریں کچھ فاصلے پر بیٹھے ہوئے ایک دوسرے آدمی کی جانب اٹھی ہوئی تھیں۔ وہ بھی اپنی میز پر تنہا ہی تھا۔ ظاہری حالت سے معزز اور دولت مند معلوم ہوتا تھا۔ اگر چہرے پر بڑی بڑی اور گھنی مونچھیں نہ ہوتیں تو کچھ کم عمر معلوم ہوتا۔ آنکھیں بڑی اور پیشانی کشادہ تھی۔ وہ بھی کبھی کبھی کنکھیوں سے اس عجیب غریب جوڑے کو دیکھ لیتا تھا۔

"میرے خیال میں یہ مونچھ بھی ہمارے پیمانے کے مطابق ہے۔" لڑکی نے اپنے ساتھی سے کہا۔

"ہے تو....!" اس کا ساتھی بے دلی سے بولا۔ "لیکن اب مجھے اس مکھی مار کام سے دلچسپی نہیں رہ گئی۔"

"ہوش میں ہو یا نہیں۔" لڑکی اسے گھورنے لگی۔

اس کا ساتھی کچھ نہ بولا۔ لیکن اس کے چہرے پر بیزاری کے آثار تھے۔

گفتگو بڑی عجیب تھی۔ حمید کو چونکنا پڑا لیکن وہ بدستور سر جھکائے ہوئے جوڑوں کو آہستہ

آہستہ ادھیڑنے میں مصروف رہا۔ البتہ اس کے کان انہیں دونوں کی طرف لگے ہوئے تھے۔

"تم جانتے ہو کہ مجھے غصہ بھی آ سکتا ہے۔" لڑکی پھر بولی۔

"میں نے انکار تو نہیں کیا۔" اس کے ساتھی نے گھٹی گھٹی سی آواز میں کہا۔ پھر وہ دوسری طرف منہ پھیر کر بیٹھ گیا اور وہ لڑکی اس بڑی مونچھوں والے کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کرنے لگی۔ حمید کی دلچسپی بڑھ رہی تھی۔ اس نے گھنی مونچھوں والے کو مسکراتے دیکھا۔ لڑکی بھی بڑے بیٹھے انداز میں مسکرا رہی تھی۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ اپنے ساتھی کو بھی اس طرح دیکھتی جا رہی تھی جیسے وہ یہ سب کچھ اس کی نادانستگی میں کر رہی ہو۔ اس کے ساتھی نے اس کی طرف سے منہ پھیر رکھا تھا۔

جلد ہی بڑی مونچھوں والا بُری طرح بے چین نظر آنے لگا۔

حمید بیٹھا دیکھتا رہا۔ دفعتاً لڑکی کا ساتھی اس کی طرف مڑا اور لڑکی اپنے گلاس کی طرف متوجہ ہو گئی اور وہ بڑی مونچھوں والا بھی چونک کر اپنے سامنے رکھی ہوئی پلیٹوں پر جھک گیا۔

حمید سوچ رہا تھا کہ اس نے اسے کہاں دیکھا تھا۔ صورت کچھ جانی پہچانی سی تھی۔ اس نے ذہن پر زور دیا لیکن یاد نہ آیا۔ بہر حال تھوڑی دیر بعد وہ اسے پہچاننے کی کوشش ترک کر کے موجودہ دلچسپ حالات کا جائزہ لینے لگا۔

"میں ذرا باتھ روم تک جاؤں گا۔" لڑکی کا ساتھی اٹھتا ہوا بولا۔

اس کے چلے جانے کے بعد دونوں میں اشارے کنائے ہونے لگے۔ اتنے میں رقص کے لئے موسیقی شروع ہو گئی۔ لڑکی نے چوبی فرش کی طرف اشارہ کیا۔ بڑی مونچھ والا مضطربانہ انداز میں اپنی کرسی سے اٹھ رہا تھا۔

پھر حمید نے ان دونوں کو رقص کرنے والوں کی بھیڑ میں گم ہوتے دیکھا۔ لڑکی کا ساتھی ابھی تک واپس نہیں آیا تھا۔ یہ سب کچھ تو ہوا لیکن حمید محسوس کر رہا تھا کہ وہ بڑے گھاٹے میں رہا ہے کیونکہ اب ہال میں کوئی ایسی صورت نظر نہیں آ رہی تھی جو عمدہ قسم کی ہم رقص ثابت ہو سکتی۔ مجبوراً اُسے ایک ایسی صورت کا انتخاب کرنا پڑا جو تیس یا پینتیس سے کم نہیں تھی۔

اس کی طبیعت کافی بیزار تھی، اس لئے وہ اپنی ہم رقص سے گفتگو کے مواقع ٹال رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد وہ اس لڑکی اور بڑی مونچھ والے کے قریب پہنچ گیا۔

لڑکی اس سے کہہ رہی تھی۔

"آپ کے بازو! فولاد کی طرح سخت ہیں۔"

"اوہ! نہیں تو....!" مونچھ والا بے ڈھنگے پن سے ہنسا۔

"آپ کی آنکھیں بہت حسین ہیں۔"

"آپ مجھے بنا رہی ہیں۔"

"نہیں میں سچ کہتی ہوں۔ اوہ کاش ہم رات بھر اس طرح ناچتے رہیں۔"

"وہ آپ کے ساتھی کہاں گئے۔"

"کہیں بیٹھا پی رہا ہوگا اور پھر کتے کی طرح قے کرے گا۔" وہ نفرت سے ہونٹ سکوڑ کر بولی۔

"آپ کے کوئی عزیز ہیں۔"

"ہاں....!" ایک ایسا بد گوشت جسے آپریشن کے ذریعہ الگ کرانے میں بھی تکلیف ہوگی۔

"یعنی....!"

"میرا شوہر ہے! خود کو انتہائی شریف ظاہر کر کے مجھ سے شادی کی۔ لیکن میرا دل ہی جانتا ہے۔ کئی کئی بوتلیں ایک ہی نشست میں صاف کر دیتا ہے.... یہی نہیں.... اب کیا بتاؤں۔"

"واقعی آپ کے ساتھ بڑا ظلم ہوا ہے۔" بڑی مونچھ والے نے کہا اور پھر اس کے بعد وہ موجودہ سوشل نظام کی برائیوں سے متعلق رٹے رٹائے جملے دہرانے لگا۔

"اب وہ رات بھر غائب رہے گا۔ یہاں ڈھیر ساری چڑھا کر کمسن لڑکوں کی تلاش میں نکل جائے گا۔ سور کمینہ.... کتا....!"

"ارے یہ بات بھی ہے۔" مونچھ والا ہونٹ سکوڑ کر بولا۔ "گولی مار دینے کے قابل ہے۔"

"اب آپ ہی بتائیے۔" لڑکی نے کہا۔ "اگر میں جھنجھلا کر اُس سے انتقام نہ لوں تو کیا کروں۔ عرصے تک شرافت کی زندگی بسر کرتی رہی۔ لیکن اب میں انتقام پر اتر آئی ہوں۔ پھر چاہے کوئی آوارہ سمجھے یا....!"

"آپ قطعی حق بجانب ہیں۔" بڑی مونچھ والا جلدی سے بولا۔ "مجھے آپ سے ہمدردی ہے۔"

"اُس راؤنڈ کے بعد ہم گھر چلیں گے۔" لڑکی نے کہا۔

"ضرور.... ضرور....!" مونچھ والے کی آواز دردناک ہوگئی۔ "آپ جیسی حسین لڑکی

اور.... اُف.... یہ دنیا بڑی ظالم ہے۔ اگر آپ کہیں تو میں آپ کو اس سے نجات دلوا سکتا ہوں۔"

"اس کی ضرورت نہیں۔" لڑکی بولی۔ "چھاتی پر مونگ دلنے والا محاورہ تو آپ جانتے ہی ہوں گے۔"

"اوہ اچھی طرح۔" مونچھ والے نے قہقہہ لگایا۔ "اچھا ہے ایسے آدمیوں کے ساتھ یہی برتاؤ ہونا چاہئے۔ آپ کی یہ اسپرٹ بڑی دقیع ہے جب تک ایسا نہ ہوگا آوارہ قسم کے شوہر راہِ راست پر نہ آئیں گے۔ ویسے کیا آپ کو یقین ہے کہ اُسے ہمارے مشاغل کا علم نہ ہوگا۔"

"قطعی نہیں! وہ شائد اب یہاں موجود بھی نہ ہو۔ دو ایک بوتلیں خرید کر کبھی کا چل دیا ہوگا۔"

حمید سوچ رہا تھا کہ یہ لڑکی اس کی جیب ضرور کاٹے گی۔ اس نے تہیہ کر لیا کہ ان دونوں کا تعاقب ضرور کرے گا۔ اب اس نے ان کے قریب رہنا مناسب نہ سمجھا۔ دور سے بھی بہ آسانی ان پر نظر رکھ سکتا تھا۔

ادھر اس کی ہم رقص بڑی دیر سے اُسے گفتگو پر آمادہ کرنے کی کوشش کر رہی تھی اور وہ بدستور بہرا بنا ہوا تھا۔

"آپ بہت اچھا ناچتے ہیں۔" ہم رقص بولی۔

جواب میں حمید نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی کی طرف دیکھ کر کہا۔ "آٹھ بج کر دس منٹ!"

"کیا؟" ہم رقص حیرت سے بولی۔

"نہیں گھڑی ٹھیک چل رہی ہے۔" حمید نے معصومیت سے کہا۔

"شائد آپ اونچا سنتے ہیں۔" ہم رقص مسکرا کر بولی۔

"تین بھائی ہیں۔" حمید نے کہا اور وہ بے ساختہ ہنس پڑی۔

"بھلا اس میں ہنسنے کی کیا بات۔" حمید بگڑ کر بولا۔

"میں نے یہ نہیں پوچھا تھا۔" اُس نے زور سے کہا۔

"پھر کیا کہا تھا....؟"

"میں نے کہا تھا کہ آپ بہت اچھا ناچتے ہیں۔"

"ناشتے کا وقت....!" حمید حیرت سے بولا۔ "بھلا یہ بھی کوئی ناشتے کا وقت ہے۔"

ہم رقص پھر ہنس پڑی۔

"کیا آپ بچپن ہی سے بہرے ہیں۔" اس نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

"کہاں ٹھہرے ہیں؟ کون ٹھہرے ہیں؟" حمید نے سنجیدگی سے کہا۔

"ٹھہرے نہیں بہرے۔" وہ جھنجھلا کر اُس کے کان میں چیخی۔

حمید اُسے گھورنے لگا۔ پھر تھوڑی دیر بعد بولا۔

"جی ہاں میں بہرہ ہوں۔ لیکن آپ کو اس طرح میرا مذاق اڑا کر دل نہ دکھانا چاہئے۔"

"میں نے مذاق کب اڑایا۔"

"خیر... اور بھی جو کچھ دل چاہے کہہ لیجئے۔ میں بڑا بدنصیب ہوں۔" حمید گلوگیر آواز میں بولا۔

"ارے.... آپ تو خواہ مخواہ....!" ہم رقص نے اُس کا شانہ تھپکتے ہوئے کہا۔

"نہیں میں واقعی بڑا بدنصیب ہوں۔" حمید بولا۔ "اسی عیب کی وجہ سے آج تک میری شادی نہ ہو سکی۔"

"شادی کریں گے آپ....؟" اس نے ہنس کر پوچھا۔

"جی ہاں! دادی کا انتقال ہوگیا۔" حمید نے رونی صورت بنا کر کہا۔ "بڑی نیک تھیں۔ بے چاری مجھے پیار سے چندھڑ کہا کرتی تھیں جس کے معنی مجھے آج تک نہ معلوم ہو سکے۔"

ہم رقص بے تحاشہ ہنس پڑی۔

"آپ کو غم ناک تذکروں پر بھی ہنسی آتی ہے۔" حمید پھر بگڑ گیا۔

"آپ نہ جانیں کیا الٹا سیدھا سنتے ہیں۔" وہ بھی جھنجھلا گئی۔

"پھر کیا کہا تھا آپ نے....!"

"کچھ نہیں....!"

"کچھ تو کہا تھا۔ واہ یہ اچھی رہی۔ کیا خدا نے مجھے اس لئے بہرا کیا تھا کہ لوگ مجھے تنگ کریں۔"

"میں نے کہا تھا۔" وہ اس کے کان میں منہ لگا کر بولی۔ "آپ رقص گاہوں میں نہ آیا کریں۔"

"کیوں....؟"

"ورنہ کسی دن کوئی لڑکی آپ کی مرمت کردے گی۔"

"محبت کردے گی۔" حمید نے احمقوں کی طرح کہا۔ "میری ایسی قسمت کہاں۔"

"جہنم میں جاؤ۔" عورت بڑبڑائی۔

"نہیں پہلے آپ اپنا نام بتائیے۔ میں بعد کو بتاؤں گا۔"

"کس مصیبت میں پھنس گئی۔" اُس نے آہستہ سے کہا۔

"خیر نہ بتائیے۔" حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "میرے بدنصیب کان اس قابل ہی نہیں ہیں کہ آپ کا پیارا پیارا نام سن سکیں۔"

عورت نے جھلا کر ایک جھکولا لیا اور حمید کی گرفت سے نکل گئی۔

وہ آگے جا رہی تھی اور حمید اس کے پیچھے تھا۔ گیلری میں پہنچ کر وہ ایک کرسی پر گر گئی۔

"کیا ہوا۔ کیا بات ہے۔" حمید گھبرائے ہوئے انداز میں اس پر جھکتا ہوا بولا۔

"پیچھا چھوڑو میرا۔" اس نے بگڑ کر کہا۔

حمید اس کے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"کیا طبیعت خراب ہے۔"

"نہیں! نہیں! نہیں! میرا پیچھا چھوڑ دو۔"

"سیدھا توڑ دوں۔" حمید نے حیرت سے کہا۔ "کیا سیدھا توڑ دوں۔"

عورت نے جھلا کر اپنے دونوں ہاتھ پیشانی پر مار لئے۔

"سر توڑ دوں۔" حمید کھسیانے انداز میں ہنس کر بولا۔ "نہیں آپ مذاق کر رہی ہیں۔"

وہ اچھل کر کھڑی ہوگئی۔ تھوڑی دیر تک حمید کو شعلہ باز آنکھوں سے دیکھتی رہی پھر اُس کے منہ سے اس طرح کی آوازیں نکلنے لگیں جیسے ہسٹریا کا دورہ پڑ گیا ہو۔ "جنگلی.... گنوار.... احمق....!"

وہ تیزی سے مڑی اور جب وہ دروازے سے باہر نکل رہی تھی تو حمید کے ہونٹوں پر عجیب قسم کی مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے جیب سے پائپ نکالا اور کرسی کی پشت سے ٹک کر تمباکو بھرنے لگا۔

وہ دونوں رقص کر رہے تھے۔ حمید انہیں دیکھتا رہا۔ پائپ سلگا کر وہ پھر اٹھا اس کی نظریں دراصل اس لڑکی کے بدصورت ساتھی کو تلاش کر رہی تھیں، اس نے پورے ہوٹل کا گوشہ گوشہ چھان مارا لیکن وہ نہ ملا۔ حمید سوچ رہا تھا کہ وہ اس کا شوہر تو کسی طرح نہیں ہو سکتا۔

وہ پھر گیلری کی طرف لوٹ آیا۔

تھوڑی دیر بعد پہلا راؤنڈ ختم ہو گیا۔ دوسروں کے ساتھ وہ دونوں بھی گیلری میں لوٹ آئے۔ وہ اس میز پر تھے جس پر پہلے وہ لڑکی اور اس کا بدصورت ساتھی بیٹھے تھے۔

حمید کرسی کی پشت سے ٹکا ہوا پائپ پیتا رہا۔

"میں ذرا اسے دیکھ لوں۔" لڑکی اٹھتی ہوئی بولی۔

اس کی عدم موجودگی میں بڑی مونچھ والا مضطربانہ انداز میں بار بار پہلو بدلتا رہا۔ کبھی انگلیوں سے میز کا کونہ کھٹکھٹاتا۔ کبھی دیا سلائی سے دانت کھتیرنے لگتا۔ اس کے دونوں پیر غیر ارادی طور پر ہل رہے تھے۔

تھوڑی دیر بعد لڑکی واپس آ گئی۔

"چلیں....!" بڑی مونچھ والا بے چینی سے بولا۔

لڑکی کے سر کی خفیف سی جنبش کے ساتھ وہ اٹھ گیا۔

حمید انہیں باہر جاتے دیکھتا رہا۔ جیسے ہی وہ دروازے سے گزرے وہ بھی پائپ کی جلی ہوئی تمباکو جھاڑ کر کھڑا ہو گیا۔ باہر کئی ٹیکسیاں کھڑی ہوئی تھیں۔ وہ دونوں انمیں سے ایک پر بیٹھ گئے۔

حمید بھی ایک دوسری پر بیٹھتا ہوا ڈرائیور سے آہستہ سے بولا۔ "اس ٹیکسی کا تعاقب کرنا ہے.... لیکن ذرا فاصلے سے.... پولیس....!"

ٹیکسی چل پڑی۔

مونچھ مونڈنے والی

رات تاریک تھی۔

دونوں ٹیکسیاں شہر کے مشرقی سرے کی آبادی کی طرف جا رہی تھیں۔ باتھم روڈ کے چوراہے پر پہنچ کر اگلی ٹیکسی داہنی طرف مڑ گئی۔ دور تک دو منزلہ عمارات کا سلسلہ پھیلا ہوا تھا۔

اگلی ٹیکسی کچھ دور چلنے کے بعد ایک عمارت کے سامنے رک گئی۔ سڑک پر اندھیرا تھا۔ حمید نے بھی اپنی ٹیکسی کافی فاصلے پر رکوائی اور پھر جب اگلی ٹیکسی واپسی کے لئے مڑ رہی تھی تو سرجنٹ حمید اس سے کچھ زیادہ فاصلے پر نہیں تھا۔

ان دونوں نے پائیں باغ کا پھاٹک بند نہیں کیا تھا۔ اس لئے حمید کو اندر داخل ہونے میں کوئی دشواری نہ ہوئی۔ حالانکہ عمارت کے برآمدے کا بلب روشن تھا لیکن مہندی کی اوٹ میں ہونے کی وجہ سے حمید روشنی کی زد سے باہر تھا۔ اس نے یہ سب کچھ تو کر لیا تھا لیکن اب سوچ رہا تھا کہ اگلا قدم کیا ہونا چاہئے۔ ظاہر ہے کہ وہ عمارت کے اندر تو گھس نہیں سکتا تھا۔

بہر حال وہ اسی پر غور کرتا ہوا آہستہ آہستہ عمارت کے داہنے بازو کی طرف رینگ رہا تھا۔ دفعتاً کسی کمرے میں روشنی ہوئی اور کھڑکیوں کے شیشوں کے چمکدار عکس اندھیرے کے سینے پر جم گئے۔ حمید کا دل دھڑکنے لگا۔ شاید وہ اسی کمرے میں تھے۔

دوسرے لمحے میں حمید کھڑکی کے شیشے سے کمرے کے اندر جھانک رہا تھا۔

لڑکی ایک آرام کرسی پر نیم دراز سگریٹ کے ہلکے ہلکے کش لیتی ہوئی ادھ کھلی آنکھوں سے مونچھ والے کیطرف دیکھ رہی تھی اور وہ اس کے سامنے کھڑا صحیح معنوں میں بغلیں جھانک رہا تھا۔

لڑکی نے مسکرا کر کچھ کہا اور وہ اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیرنے لگا۔ حمید تک لڑکی کی آواز نہیں پہنچی کیونکہ کھڑکی بند تھی۔ پھر اس نے لڑکی کو مونچھ والے کے قریب جاتے ہوئے دیکھا.... اور پھر وہ دونوں اتنے قریب ہو گئے کہ دونوں کے جسم ایک دوسرے کو چھونے لگے۔

مونچھ والے کی ٹانگیں کانپ رہی تھیں۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھ لڑکی کے شانوں پر رکھ دیئے اور احمقوں کی طرح مسکرانے لگا۔ دفعتاً سامنے والے دروازے سے ان پر ایک تیز قسم کی روشنی پڑی اور مونچھ والا اچھل کر ایک طرف ہٹ گیا۔ دروازے میں لڑکی کا بدصورت ساتھی کھڑا اسے خونخوار نظروں سے گھور رہا تھا اور اس کے گلے میں ایک فلیش کیمرہ لٹک رہا تھا۔

اس نے کیمرہ اتار کر ایک طرف ڈال دیا اور بڑی مونچھ والے پر ٹوٹ پڑا۔

کچھ دیر بعد لڑکی اور اس کا ساتھی اسے ایک کرسی سے باندھ رہے تھے۔ شائد اب مونچھ والے میں جدوجہد کی سکت نہیں رہ گئی تھی۔

اسے کرسی میں اچھی طرح جکڑ دینے کے بعد لڑکی نے ایک میز کی دراز سے استرا نکالا۔ لڑکی کا ساتھی مونچھ والے کا سر اپنی گرفت میں جکڑے ہوئے تھا.... اور پھر دوسرے لمحے میں لڑکی سے جو حرکت سرزد ہوئی اس نے حمید کی آنکھوں کو اپنے حلقوں سے نکلنے پر مجبور کر دیا تھا۔

وہ اس کی مونچھ مونڈ رہی تھی۔

ادھر اچانک ایک جھلائے ہوئے کتے نے غرا کر حمید کی ٹانگ پکڑلی۔ حمید بے تحاشہ اچھلا۔ ٹانگ تو اُس کی گرفت سے نکل گئی لیکن وہ خود ایک کیاری میں جاپڑا۔ کتا دوبارہ اس پر جھپٹا اور اٹھتے اٹھتے اس نے اس کے کوٹ کا دامن پکڑلیا۔ حمید نے دو تین گھونسے جھاڑ دیئے۔ لیکن کتا بھی کم نہیں تھا۔ اس بار اس نے اس کے ہاتھ پر منہ مارا لیکن کامیاب نہ ہوسکا۔ حمید بے تحاشہ بھاگ رہا تھا اور وہ اس کے پیچھے تھا۔ لڑکی شائد برآمدے میں کھڑی ہوئی اُسے آوازیں دے رہی تھی۔

سڑک پر پہنچتے پہنچتے بُری حالت ہوگئی۔ کتا تھا کہ برابر تعاقب کئے جارہا تھا۔ اس کی غراہٹ کے ساتھ ہی ساتھ حمید کسی کے پیروں کی تیز آواز بھی سن رہا تھا۔ کتے کے پیچھے بھی شائد کوئی دوڑ رہا تھا۔ حمید نے سوچا کہ اب معاملہ گڑبڑ ہے۔ اگر وہ لڑکی کا ساتھی ہوا تو اسے فوراً ہی پہچان لے گا۔ پیچھے دوڑنے والے نے کتے کو آوازیں دینی شروع کردیں تھیں۔ پھر حمید نے محسوس کیا کہ کتے کا جوش بھی کچھ کم ہوتا جارہا ہے۔ شاید کتے کے مالک نے کتے کو پکڑلیا تھا۔

"ٹھہر جاؤ۔" اس نے شاید حمید کو آواز دی۔

اب حمید نے بھاگنا مناسب نہ سمجھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اگر کسی شبہے کے تحت اس نے کتے کو دوبارہ چھوڑدیا تو مصیبت ہی آجائے گی۔ وہ رک گیا۔

آنے والا کتے کا پٹہ پکڑے ہوئے اس کے ساتھ قریب قریب گھسٹتا ہوا آرہا تھا۔ کتے کے منہ سے ابھی تک ہلکی ہلکی غراہٹ نکل رہی تھی۔ سڑک پر اندھیرا تھا۔ حمید سوچ رہا تھا کہ اگر وہ لڑکی کا ساتھی ہے اور اسکے پاس اتفاق سے ٹارچ نہ ہوئی تو پہچان لئے جانے کا امکان نہیں رہ جاتا۔

"تم کون ہو؟" آنے والے نے کڑک کر پوچھا۔

"پہلے اپنا لہجہ درست کرو۔" حمید بھنا کر بولا۔

"اوہ....!" وہ یک لخت نرم پڑ گیا۔ "لیکن آپ کمپاؤنڈ میں کیوں داخل ہوئے تھے۔"

"نعیم صاحب سے ملنا تھا۔" حمید نے کہا۔

"کون نعیم صاحب۔"

"اوہ تو کیا.... وہ کوٹھی نمبر چوراسی نہیں تھی۔"

"جی نہیں.... قطعی نہیں! وہ تو.... اس کا نمبر پینتالیس ہے۔"

"تب تو یقیناً مجھ سے غلطی ہوئی۔" حمید نے کہا۔ "جیسے ہی کمپاؤنڈ میں داخل ہوا یہ مصیبت

آگئی۔ اب تو کپڑے بھی اس قابل نہیں رہ گئے کہ اس وقت نمبر چوراسی تک پہنچ سکوں۔"

"کیا آپ ادھر پہلے کبھی نہیں آئے۔" اس کے لہجے میں شبہ جھلک رہا تھا۔

"جی نہیں! اس شہر میں شائد تیسری بار آیا ہوں۔"

وہ تھوڑی دیر تک کھڑا کچھ سوچتا رہا۔ پھر ندامت آمیز لہجے میں بولا۔

"مجھے افسوس ہے۔ ویسے میرے لائق کوئی خدمت....!"

"جی نہیں شکریہ۔" حمید کے لہجے میں تلخی تھی۔

وہ تیزی سے واپسی کے لئے مڑا۔

کچھ دور چلنے کے بعد اس نے محسوس کیا کہ کتے والا بھی واپس جارہا ہے۔

اس کے ذہن میں بیک وقت کئی خیال گونج رہے تھے۔ آخر یہ سب کیا تھا۔ انہوں نے اس کی مونچھ کیوں صاف کردی۔ اس آدمی کو دیکھتے ہی لڑکی نے اس کی مونچھ کے متعلق گفتگو کی تھی؟ تو کیا وہ اسے اسی لئے پھنسا کر لائی تھی کہ اس کی مونچھ صاف کردی جائے اور وہ کیمرہ.... غالباً اس کے ساتھی نے ان دونوں کی تصویر لے کر مونچھ والے کو بلیک میل کرنے کی دھمکی دی تھی تاکہ وہ پولیس کو اس واقعے کی اطلاع نہ دے سکے۔ حمید اب بھی سوچ رہا تھا کہ وہ اس سے پہلے بھی اسے کہیں دیکھ چکا ہے۔

ان خیالات کے ساتھ ہی ایک دوسرا خیال بھی اسے بے چین کئے ہوئے تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اگر اس حالت میں فریدی سے مڈبھیڑ ہوگئی تو اس کی پوزیشن کیا ہوگی؟ کیا وہ اسے پیش آئے ہوئے واقعات کی صداقت باور کراسکے گا۔

وہ چلتا رہا۔ وہ ایسے راستوں سے گزرنے کی کوشش کررہا تھا جن پر زیادہ بھیڑ بھاڑ نہ ہو۔ شہر میں داخل ہوکر وہ زیادہ تر تاریک گلیوں میں گھستا رہا۔ کپڑوں کی حالت اتنی ابتر تھی کہ اسے روشنی میں آتے ہوئے شرم محسوس ہورہی تھی۔

گھر پہنچ کر وہی ہوا جس کا ڈر تھا۔ یعنی فریدی کا سامنا ہوگیا۔ وہ ابھی تک برآمدے میں بیٹھا کتاب چاٹ رہا تھا۔ حمید کو اس حالت میں دیکھ کر بے اختیار مسکرا پڑا۔

"کسی لڑکی کے باپ یا عاشق کا کارنامہ....!" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا اور پھر کتاب پر نظریں جمادیں۔

"چلئے یہی سہی۔" حمید نے بھنا کر کہا اور اندر جانے لگا۔

"ٹھہرو.... ذرا قریب آؤ۔" فریدی کی معنی خیز نظریں اس پر جمی ہوئی تھیں۔ وہ آہستہ سے بولا۔ "میں نے اندازہ لگانے میں جلدی کی تھی۔ غالباً وہ لڑکی کے باپ یا عاشق کا کتا تھا.... یقیناً ہی تھا کیوں؟ اور تم کئی جگہ گرے بھی ہو۔ اوہ غالباً کسی کیاری میں۔ گیلی مٹی اور پتیوں کے رگڑ کے نشانات.... کیا کسی کھڑکی پر بھی چڑھنے کی کوشش کی تھی۔ نہیں برخوردار تم جھوٹ نہیں بول سکو گے۔ کیونکہ کھڑکی کی سلاخوں پر شائد حال ہی میں کتھئی رنگ پھیرا گیا ہے جو گیلا تھا۔ سفید کوٹ پر تین لمبی لمبی براؤن دھاریاں جن کے فاصلے برابر ہیں.... یہی بتاتی ہیں۔"

"اور بھی کچھ بتاتی ہیں....!" حمید دانت پیس کر بولا۔

"ہاں.... آں.... ذرا اور روشنی میں آؤ.... بیٹھ جاؤ.... ٹھیک۔"

فریدی نے الیکٹرک لیمپ کا شیڈ اتار دیا اور تیز قسم کی روشنی میں حمید پہلے سے بھی زیادہ مضحکہ خیز لگنے لگا۔ فریدی آگے جھک کر کچھ دیکھتا رہا۔ پھر ایک طویل سانس لے کر حمید کو گھورنے لگا۔

"تو اب یہاں تک نوبت پہنچ گئی ہے۔" اس نے کہا۔

"میں نہیں پوچھوں گا کہ آپ کس بات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔" حمید جل کر بولا۔

"نہ پوچھنا ہی اچھا ہے۔" فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔ "لیکن میں بغیر پوچھے ہی بتاؤں گا۔ وہ کوئی معمر عورت تھی۔ چھی چھی۔ لاحول ولا قوۃ۔"

"کیا!" حمید بے ساختہ اچھل پڑا۔ آخر فریدی کو اس کا علم کیسے ہوا۔ کیا وہ معمر عورتوں کی بو سونگھ سکتا ہے۔ اسے اپنی ہم رقص یاد آگئی جسے اس نے الو بنایا تھا۔ وہ چند لمحے فریدی کو حیرت سے دیکھتا رہا پھر بولا۔ "نہیں یہ جھوٹ ہے۔"

"بکتے ہو۔" فریدی نے خود اعتمادی سے کہا اور کتاب پر نظریں جمادیں۔

"آخر بتائیے نا! آپ کو کیسے معلوم ہوا۔"

فریدی نے کتاب بند کر کے میز پر رکھ دی۔ چند لمحے شرارت آمیز نظروں سے حمید کی طرف دیکھنے کے بعد آگے کی طرف جھک کر اُس کے کوٹ کے اوپری بٹن پر ہاتھ رکھ دیا۔ دوسرے ہی لمحے میں وہ لمبے لمبے بال اپنی چٹکی میں دبائے ہوئے تھا۔

"یہ سفیدی مائل بال.... کیا تم کوئی بالدار جانور ہو کہ اس قسم کے بال تمہارے کوٹ کے بٹن میں الجھے ہوئے پائے جائیں۔"

حمید جھینپ کر اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ یہ بال اسی وقت الجھے ہوں گے جب اس کی ہم رقص تڑپ کر اس کی گرفت سے نکلی تھی۔

"میں نے ضرورتاً ایسا کیا تھا۔" اس نے آہستہ سے کہا۔

"ٹھیک ہے ساری باتیں ضرورتاً ہی تو ہوتی ہیں۔ جب لڑکیاں لفٹ دینا چھوڑ دیتی ہیں تو....!"

"آپ غلط سمجھے۔" حمید جلدی سے بولا۔

"کیا میں کچھ کہہ رہا ہوں۔" فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ اس نے متبنیٰ کرنے کے خیال سے تمہیں آزمائشی طور پر استعمال کیا ہو۔"

"آپ میرا مذاق اڑا رہے ہیں۔"

"واقعی یہ بہت بُری بات ہے کہ تم جیسے سنجیدہ آدمی کا مذاق اڑایا جائے۔" فریدی غم ناک لہجے میں بولا۔ "بہر حال نتیجہ کیا نکلا۔ متبنیٰ کرے گی یا نہیں۔"

"اگر آپ سنجیدگی سے نہیں سننا چاہتے ہیں تو....!" حمید اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی فریدی بھی اٹھا۔

"سچ سچ کھانا کھایا تھا یا نہیں۔" وہ حمید کا شانہ تھپکتا ہوا بولا۔ "وہ کتا غالباً اس کے لڑکے کا ہو گا۔" حمید ایک جھٹکے کے ساتھ الگ ہو گیا اور فریدی بولتا رہا۔

"کاش میں بھی وہ جانفزا منظر دیکھنے کے لئے وہاں موجود ہوتا۔ کیا باغ ہی میں وہ تمہیں متبنیٰ کرنے لگی تھی۔"

"بس بس اس کے آگے سراغ رسانی کی حدیں ختم۔" حمید نے ایک زہریلا سا قہقہہ لگایا۔

"چلو کھانا کھائیں۔" فریدی اسے دروازے کی طرف دھکیلتا ہوا بولا۔ "ویسے تم کسی نہ کسی دن دردسری کا باعث ضرور بنو گے۔"

حمید نے اپنے کمرے میں جا کر لباس تبدیل کیا۔ وہ اس وقت فریدی سے نہیں بھڑنا چاہتا تھا۔ لیکن کھانے کی میز پر دوبارہ ملاقات ہونا ضروری تھا۔ گھڑی ساڑھے بارہ بجا رہی تھی۔

اتنی رات گئے کھانا فریدی کے لئے کوئی نئی بات نہیں تھی۔ مطالعہ یا کسی دوسری مصروفیت کی بناء پر اکثر ایسا ہو جاتا تھا۔ ایسے حالات میں نوکروں کے لئے ہدایت تھی کہ وہ اس کے انتظار میں بیٹھے نہ رہیں۔ حمید سوچ رہا تھا کہ فریدی خود ہی میز پر کھانا لگا رہا ہو گا۔ ایسے موقعوں پر وہ نوکروں کو کبھی نہ جگاتا تھا۔

واپسی پر حمید کا اندازہ درست نکلا۔ فریدی کھانے کے میز پر اس کا منتظر تھا اور کوئی نوکر موجود نہیں تھا۔ حمید اپنا واقعہ دہرانے کے لئے بُری طرح بے چین تھا۔ لیکن سوچ رہا تھا کہ ان شبہات کی موجودگی میں جن کا اظہار فریدی طنزیہ انداز میں پہلے ہی کر چکا ہے اس کی کہانی پر مشکل ہی سے یقین کرے گا۔

"گھر میں چاہے جس طرح رہو۔" فریدی کھانے کے دوران میں بولا۔ "لیکن باہر تمہیں ایک پروقار آدمی ہونا چاہئے۔"

"آپ میری بات تو سنتے نہیں.... اپنی ہی کہے جا رہے ہیں۔"

"چلو.... سناؤ۔" فریدی مردہ سی آواز میں بولا۔

"آپ یقین بھی کریں گے۔ معاملہ بظاہر مضحکہ خیز مگر حالات کی بناء پر عجیب بھی ہے۔"

"بکو بھی۔"

حمید نے پوری داستان مختصراً دہرا دی۔ فریدی درمیان میں ہنستا اور مسکراتا رہا۔

"تو آپ کو یقین نہیں آیا۔" حمید منہ بنا کر بولا۔

"اگر فرض کرو یقین بھی کر لوں تو پھر....!"

"یعنی یہ کوئی ایسی خاص بات ہی نہیں۔"

"یہ بھی نہیں کہتا۔ لیکن میں فی الحال صرف مطالعہ کرنا چاہتا ہوں۔"

"پہلی بار آپ کی زبان سے اس قسم کا جملہ سن رہا ہوں۔" حمید بولا۔

"ہاں.... آں.... یہ بھی کوئی ایسی خاص بات نہیں۔ ہمیشہ موڈ یکساں نہیں رہتا۔"

"تو میں یہ سمجھ لوں کہ اب آپ آہستہ آہستہ بڑھاپے کی طرف قدم بڑھا رہے ہیں۔"

"لغو! میں کبھی بوڑھا نہیں ہو سکتا۔"

"خوش فہمی ہے آپ کی۔" حمید ہنس کر بولا۔ "کبھی آئینہ دیکھئے چہرہ پیلا پڑ گیا ہے۔ گالوں کی

ہڈیاں ابھر آئی ہیں۔ ہونٹ خشک ہو گئے ہیں اور آنکھوں کے سامنے نیلی پیلی چنگاریاں بھی اڑنے لگی ہوں گی۔ خیر شادی سے تو جی چراتے ہی ہیں اگر کہئے تو کسی جاپانی دواخانے سے خط و کتابت کر دوں۔"

"ضرور کرو۔" فریدی نے مسکرا کر کہا۔ "ورنہ بوڑھیوں سے لاشوں پر اتر آؤ گے۔"

"بہر حال آپ اس معاملے میں دلچسپی نہ لیں گے۔"

"کبھی تم بھی تو کچھ کیا کرو۔" فریدی بولا۔ "اگر میں تمہاری جگہ ہوتا تو اس طرح نہ بھاگتا۔"

"خیر میں اسلئے بھاگا کہ جس سے ملاقات ہوئی تھی وہ میرا کوئی دور کا بھی عزیز نہیں ہوتا تھا۔"

"حالانکہ ہمیشہ کتوں ہی کے ساتھ بندھے رہے ہو۔" فریدی مسکرایا۔

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ پھر فریدی نے پوچھا۔

"اور اس مونچھ والے نے کوئی جدوجہد نہیں کی تھی۔"

"کی تھی۔" حمید نے کہا۔ "لیکن بُری طرح جکڑا ہوا تھا۔"

"میرا خیال ہے کہ اس حالت میں تصویر لینے کا یہی مقصد ہو سکتا ہے کہ وہ ان کے خلاف کوئی کاروائی نہ کر سکے۔"

"لیکن آخر مونچھ مونڈنے کا کیا مقصد ہو سکتا ہے۔" حمید نے کہا۔ "پہلے تو میں یہ سمجھا کہ شائد وہ دونوں اسے لوٹیں گے۔"

"کیوں....؟" فریدی چونک کر بولا۔ "یہ کتے کیوں بھونک رہے ہیں۔"

کمپاؤنڈ کی رکھوالی کرنے والے السیشن بری طرح شور مچا رہے تھے۔

"اونہہ بھونک رہے ہوں گے۔" حمید نے کہا۔ دونوں کھانا کھا چکے تھے۔

"شائد کوئی پھاٹک بھی ہلا رہا تھا۔ ذرا دیکھو تو۔"

حمید سننے لگا.... پھر بولا۔ "ہاں ہے تو۔ اتنی رات گئے کون احمق ہو سکتا ہے۔"

حمید ٹارچ لے کر باہر نکلا۔ حقیقتاً کوئی پھاٹک ہلا ہلا کر آوازیں دے رہا تھا اور کتے پھاٹک کے سامنے شور مچا رہے تھے۔ حمید برآمدے کا بلب روشن کر کے آگے بڑھا۔

اور پھر پھاٹک پر ٹارچ کی روشنی ڈالتے ہی وہ چونک پڑا کیونکہ یہ وہی آدمی تھا جس کی کچھ دیر قبل مونچھ مونڈی گئی تھی۔

"کیا فریدی صاحب ہیں۔" اس نے پوچھا۔

"جی ہاں....!" حمید نے پھاٹک کھولتے ہوئے کہا۔

روداد

فریدی بھی برآمدے میں نکل آیا تھا اور آنے والے کو تجسس آمیز نظروں سے گھور رہا تھا۔ آنے والے کی حالت بھی کچھ کم عجیب نہیں تھی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اس پر گھبراہٹ اور شرم کا حملہ ایک ساتھ ہوا ہو۔

"ارے....!" دفعتاً فریدی چونک کر بولا۔ "یہ تم ہو نجمی۔"

"ار.... ہاں.... لیکن....!" آنے والے نے اپنا ہاتھ اوپری ہونٹ پر رکھ لیا۔

"خیریت! اتنی رات گئے۔ آؤ اندر چلو۔ لیکن یہ تبدیلی۔"

"اسی لئے.... میں دراصل اسی لئے آیا ہوں۔"

حمید حیرت سے دونوں کی گفتگو سن رہا تھا۔ اب اسے یاد آیا کہ اس نے اسے کہاں دیکھا تھا۔ اس کا نام نجمی تھا۔ تارجام کے ایک کارخانے کا منیجر تھا اور فریدی سے اس کے قریبی تعلقات تھے۔ ویسے حمید سے شاید ایک ہی بار ملاقات ہوئی تھی۔

تینوں ڈرائنگ روم میں آکر بیٹھ گئے۔ نجمی کے انداز سے ابھی تک ہچکچاہٹ ظاہر ہو رہی تھی۔

"کیا بات ہے؟" فریدی نے کہا۔ "تمہاری مونچھیں تو بڑی شاندار تھیں۔"

"ہاں تھیں تو....!" نجمی ایک طویل سانس لے کر بولا۔

"اب ان سے دوبارہ کیا سنئے گا۔" حمید نے جلدی سے کہا۔ "ظاہر ہے کہ بتانے میں بہت دیر لگائیں گے۔"

"جی....!" نجمی چونک کر حمید کی طرف مڑا۔

"جی ہاں۔ ایسی عورتوں سے ہزاروں سال میں ایک ہی بار ملاقات ہوتی ہے۔"

"تو کیا....!" نجمی یک بیک اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ "آپ جانتے ہیں۔"

"جی ہاں! اس عمارت کا تعلق شہر کی ساری عمارتوں سے ہے۔" حمید مسکرا کر بولا۔

"بیٹھو بیٹھو....!" فریدی ہاتھ اٹھا کر بولا۔ اس کی دلچسپی بڑھتی جا رہی تھی۔ نجمی کبھی حمید کی طرف دیکھتا تھا اور کبھی فریدی کی طرف۔

"اب غالباً آپ کی سمجھ میں آگیا ہوگا۔" حمید فریدی کی طرف دیکھ کر فخریہ انداز میں بولا۔

"میں نہیں سمجھ سکتا کہ آپ لوگوں کو اس کا علم کیونکر ہوا۔" نجمی بے چینی سے بولا۔

"اور.... پھر بھی آپ نے میرے لئے کچھ نہ کیا۔"

"حمید تمہیں پہچان نہیں سکا تھا۔" فریدی نے کہا اور پھر دوسری بات یہ کہ معاملے کی نوعیت سمجھے بغیر کوئی اقدام کیونکر ممکن تھا۔

"نوعیت! نوعیت تو خود میری سمجھ میں نہیں آئی۔" نجمی بولا۔ "بہرحال کچھ ایسے حالات پیدا ہو گئے ہیں کہ میں پولیس کو بھی باقاعدہ طور پر مطلع نہیں کر سکتا۔"

"سمجھا۔" فریدی نے سر ہلا کر کہا۔ "غالباً وہ فلش کیمرہ تمہیں ایسا کہنے پر مجبور کر رہا ہے۔"

"قطعی.... اوہ تو آپ سب کچھ جانتے ہیں۔"

"پھر بھی میں تمہارے ہی منہ سے سننا پسند کروں گا۔"

"میں شروع سے بتاتا ہوں۔" نجمی گلا صاف کر کے بولا۔

"نہیں! صرف اس وقت سے جب تم ٹیکسی میں اس کے گھر جا رہے تھے۔"

"لیکن آپ کو یہ سب کیسے معلوم ہوا۔"

"سرجنٹ حمید تم سے تھوڑے ہی فاصلے پر تھے۔"

"اوہ....!" نجمی حمید کو جھینپے ہوئے انداز میں دیکھنے لگا۔

"ہاں تو پھر....!" فریدی نے اُسے ٹوکا۔

"ٹیکسی میں وہ ایک فاحشہ عورت کی طرح مجھے اکساتی رہی۔" نجمی نظریں نیچی کر کے بولا۔

"اس کے اس رویے پر میں بُری طرح نروس تھا کیونکہ آج تک کسی ایسی عورت سے سابقہ نہیں پڑا تھا۔ گھر پہنچ کر اُس نے بہت ہی بیہودہ قسم کی باتیں شروع کر دیں۔ میری عادت کچھ ایسی ہے کہ میں عورت کو عورت ہی کے روپ میں دیکھنا پسند کرتا ہوں، یعنی اس میں کم از کم تھوڑا بہت تو شرم کا مادہ ہونا چاہئے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ اپنی زندگی میں کبھی اتنا نروس نہیں ہوا۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کروں۔ پہلی ملاقات تھی۔ لیکن وہ جنسی مسائل پر اتنی بے باکی سے

گفتگو کر رہی تھی جیسے دو مرد انتہائی بے تکلف ہو جانے کے بعد آپس میں کرتے ہوں گے
بہر حال وہ میرے قریب آکر کھڑی ہو گئی اور میں نے اپنے دونوں ہاتھ اس کے شانوں پر رکھ
دیئے۔ اتنے میں ہم پر ایک تیز قسم کی روشنی پڑی وہ اس کے ساتھی کے کیمرے کی تھی۔ وہ مجھ
ٹوٹ پڑا اور چونکہ میں بہت زیادہ نروس ہو گیا تھا۔ اس لئے جلد ہی زیر کر لیا گیا۔"

نجمی خاموش ہو گیا۔

"اور پھر اس لڑکی نے تمہاری مونچھ صاف کر دی۔" فریدی پر خیال انداز میں بولا۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں لوگوں کا سامنا کس طرح کروں گا۔" نجمی نے کہا۔ "کیا اسے میرا پاگل پن نہ سمجھیں گے۔ ایسی شاندار مونچھیں آسانی سے نہیں پرورش پاتیں۔"

"اس کے بعد کیا ہوا؟" فریدی سگار سلگاتا ہوا بولا۔

"ان کا کتا شائد باہر کسی پر جھپٹ پڑا تھا۔ اس لئے وہ دونوں مجھے بندھا ہوا چھوڑ کر چلے گئے
پھر تھوڑی ہی دیر بعد میں نے انہیں برابر کے کمرے میں بلند آواز میں گفتگو کرتے سنا۔ وہ اپنے
ساتھی کو برا بھلا کہہ رہی تھی۔ کہہ رہی تھی کہ اس نے اسے جانے ہی کیوں دیا۔ ممکن ہے وہ کوئی
ایسا آدمی رہا ہو جس سے کچھ نقصان پہنچ سکے۔ اس کا ساتھی اسے مطمئن کرنے کی کوشش کر رہا
تھا۔ لیکن وہ اپنی ہی بات پر اڑی ہوئی تھی، بہر حال ان کی واپسی پر میں نے بھی چیخنا شروع کر دیا
اس پر اس کے ساتھی نے میری توجہ اپنے کیمرے کی طرف مبذول کرائی۔ اس نے کہا کہ اگر میں
نے کسی سے بھی اس واقعے کا تذکرہ کیا یا پولیس کی مدد لی تو وہ مجھ پر مقدمہ چلا دے گا۔ ثبوت میں
وہ تصویر پیش کی جائے گی۔ اس کے بعد اس نے الٹا مجھ پر ہی برسنا شروع کر دیا اور وہ کمبخت عورت
کہنے لگی کہ اس نے خود کو ایک مشہور نجومی ظاہر کیا تھا لہٰذا میں اپنی قسمت کا حال معلوم کرنے کے
لئے اسے گھر لائی۔ لیکن یہ مجھ پر مجرمانہ حملہ کرنا چاہتا تھا۔ اس پر اس کے شوہر نے چھرا نکال لیا
لیکن وہ اسے روک کر بولی کہ اتنی ہی سزا کافی ہے۔ ایسے کمینے آدمیوں کے چہرے پر مونچھ نہ ہونی
چاہئے۔ مجھے تو ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے میں نے کئی بوتلیں چڑھا لی ہوں۔ آخر کار انہوں نے دھکے
دیکر مجھے گھر سے نکال دیا اور میں نے ایک بے بس چوہے کی طرح بھاگ نکلنے میں ہی عافیت سمجھی۔"

نجمی خاموش ہو گیا۔ فریدی کی پیشانی پر شکنیں ابھر آئی تھیں۔

"مونچھ مونڈتے وقت کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی تھی۔" حمید نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"جی نہیں۔" جواب بھی سنجیدگی ہی سے دیا گیا اور فریدی حمید کو گھورنے لگا۔

"اب میں یہ سوچ رہا ہوں کہ کہیں وہ مجھے اس تصویر کے ذریعہ بلیک میل نہ کرے۔"

"ہو سکتا ہے۔" فریدی بولا۔ "ممکن ہے اس سازش کی تہہ میں یہی مقصد ہو۔ لیکن آخر یہ مونچھ والا معاملہ.... اس کا کیا مقصد ہو سکتا ہے۔ وہ مونچھ مونڈے بغیر بھی اس مقصد میں کامیاب ہو سکتے تھے۔"

"پھر اب بتائیے میں کیا کروں۔ اوہ.... ٹھیک یاد آیا۔ مونچھ صاف کر دینے کے بعد وہ دونوں مجھ پر جھکے ہوئے کچھ دیر تک میرے چہرے کو بغور دیکھتے رہے تھے۔"

فریدی اسے پُر خیال انداز میں دیکھنے لگا۔

"غالباً وہ اس بات کا اندازہ لگا رہے ہوں گے کہ دوبارہ ہاتھ صاف کرنے کی امید کب تک کی جائے۔" حمید بولا۔

"بکو مت....!" فریدی اسے گھورنے لگا۔ پھر نجمی سے بولا۔ "بھئی! فی الحال تم سکوت ہی اختیار کرو۔ بہتر یہ ہوگا کہ تم اب شہر ہی مت آؤ۔ ہاں کیا انہوں نے تمہارا پتہ بھی پوچھا تھا۔"

"قطعی نہیں! نام تک نہیں پوچھا تھا۔"

"بہر حال! اگر اس دوران میں وہ تمہیں بلیک میل کر کے کچھ رقم اینٹھنا چاہیں تو مجھے مطلع کرنا۔ یہ کوئی سازش معلوم ہوتی ہے۔ لہٰذا میں فی الحال جلد بازی سے کام نہیں لینا چاہتا۔"

"اور شائد" حمید نے کہا۔ "اس سے پہلے بھی کئی مونچھیں مونڈی جا چکی ہیں۔"

"کیوں....؟"

"اس لڑکی نے اپنے ساتھی سے کہا تھا کہ یہ مونچھ بھی ہمارے پیمانے کے مطابق ہے۔"

"ہو سکتا ہے تمہارا خیال بھی درست ہو۔" فریدی بولا۔

"لیکن فی الحال میں کیا کروں!" نجمی بے چینی سے بولا۔

"یعنی....!"

"لوگ میرا مضحکہ اڑائیں گے۔ میں انہیں اس کے متعلق کیا بتاؤں گا۔"

"بھئی اب اس کے لئے کیا کہا جا سکتا ہے۔" فریدی نے کہا۔ "بہر حال عورتوں کا چکر برا ہوتا ہے۔ اگر تم میں یہ کمزوری نہ ہوتی تو اس کی نوبت کیوں آتی۔"

"چلئے یہ اور رہی۔" حمید ہنس کر بولا۔ "آپ اسے کمزوری فرماتے ہیں۔"

"نہیں بڑی شہزوری ہے۔" فریدی ہونٹ سکوڑ کر بولا۔ "تمہارے تو مونچھیں بھی نہیں ہیں۔ البتہ کان یا ناک ضرور کٹوا بیٹھو گے۔"

"کس مصیبت میں پھنس گیا۔" نجمی بڑبڑایا۔

"کچھ نہیں صبر کرو۔" فریدی کا لہجہ تلخ تھا۔ "لوگ اگر پوچھیں تو کہہ دینا کہ بہت زیادہ نشے کی حالت میں سگریٹ سلگا رہا تھا کہ ایک طرف دیا سلائی لگ گئی۔ لہٰذا مونچھ بدنما معلوم ہونے لگی تھی....!"

"اس لئے بقیہ اُسترے کی نذر ہو گئی۔" حمید بولا۔

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی۔ پھر نجمی آہستہ سے بولا۔

"خیر آپ لوگ آرام کیجئے۔ اب میں سیدھا تار جام ہی جاؤں گا۔"

اس کے جانے کے بعد کچھ دیر تک خاموشی ہی رہی۔

"فرمایئے سرکار۔" حمید بولا۔ "اب کیا خیال ہے۔"

"خیال یہ ہے کہ اس عظیم کائنات میں سب سے عجیب تخلیق عورت کی کھوپڑی ہے۔"

"یعنی... "

"میرا خیال تھا کہ تم اردو سمجھ لیتے ہو گے۔" فریدی ہونٹ سکوڑ کر بولا۔

"میں آپ کے خیال کی تائید کرتا ہوں۔ لیکن عورت کی کھوپڑی۔"

"کسی عورت ہی کی کھوپڑی کسی مونچھ والے کا اوپری ہونٹ ٹٹولنے کے لئے اتنی شاندار اسکیم سوچ سکتی ہے۔"

"واہ! ہو سکتا ہے کہ یہ اس کے ساتھی کی اسکیم ہو۔" حمید نے کہا۔

"حالات کی روشنی میں تو ایسا نہیں معلوم ہوتا۔" فریدی نے کہا۔ "کیا تم نے یہ نہیں بتایا تھا کہ اس کے ساتھی نے مونچھ کا تذکرہ سن کر بیزاری ظاہر کی تھی۔ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ شائد وہ اس کا نوکر ہے۔"

"ممکن ہے۔" حمید نے انگڑائی لیتے ہوئے کہا۔ "مگر اس کا مقصد۔"

"اوپر ہونٹ ٹٹولنا۔ اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے۔"

"لیکن کیوں....؟"

"میں لال بجھکڑ تو ہوں نہیں۔" فریدی نے بیزاری سے کہا۔

"کاش میرے بھی مونچھیں ہوتیں۔"

"نہیں ہیں تو ہو جائیں گی۔" فریدی بولا۔ "کل تمہیں اپنی مونچھ منڈوانی پڑے گی۔"

"مجھے.... اوہ سمجھا نقلی۔"

"اور اس کے لئے دن بھر تمہارے چہرے کی مرمت کرنی پڑے گی۔"

"کیوں.... دن بھر کیوں؟"

"اوہو! تو کیا معمولی مونچھیں مونڈ واؤ گے۔ وہ جو ایک جھٹکے ہی میں اکھڑ جائیں۔ بیٹے خاں پلاسٹک کا ایک چہرہ بنانا پڑے گا۔"

"لیکن ذرا حسین سا۔" حمید جلدی سے بولا۔

"ہاں.... آں.... ایک گدھے کے چہرے پر سیاہ مونچھیں بہت کھلیں گی۔"

"میں سوچ رہا ہوں کہ بے چارا نجمی حقیقتاً کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہ گیا۔"

"تم بھی کسی دن اپنی شامت لاؤ گے۔"

"شامت نہیں بلکہ حجامت کہئے۔" حمید بولا۔ "مگر جناب! میں اتنا احمق نہیں۔"

"آپ.... پدی کے شوربے۔" فریدی نے ہونٹ سکوڑ لئے۔ "نپولین، ہٹلر اور میسولینی بھی عورت کے معاملے میں احمق تھے۔"

"بس ایک آپ عقل مند ہیں۔" حمید بھنا کر بولا۔ "نپولین، ہٹلر اور میسولینی ہی جیسے لوگ عورتوں سے تعلقات رکھتے ہیں ڈرپوک نہیں۔"

فریدی ہنسنے لگا اور حمید بکتا ہی گیا۔ "خبر لیجئے اپنی! کسی پہاڑی لنگور کی خدمات حاصل کیجئے، ورنہ وی۔ پی بیرنگ ہو جائے گا۔"

"ارے واہ رے میرے سورما۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "کیا لندن کی وہ رات بھول گئے جب ایک عورت نے تمہارا گریبان پکڑ کر تم سے خود کو ماں کہلوا لیا تھا۔"

"نشے میں تھی سالی۔ اگر باپ بھی کہلواتی تو کہہ دیتا۔ پھر اس سے کیا۔"

"اور حالت کیا تھی تمہاری اس وقت۔ ہاتھ پیر کانپ رہے تھے، حمید خاں کے! ایسا معلوم

ہوتا تھا جیسے قصائی پر بکری چڑھ بیٹھی ہو۔"

"ہاتھ پیر کانپ رہے تھے۔" حمید نے جھینپا ہوا سا قہقہہ لگایا۔"بہت خوب۔ وہ تو کہئے کہ چھوڑ کر خود ہی ہٹ گئی ورنہ....!"

"سچ مچ ماں بنالیتا۔" فریدی نے جملہ پورا کردیا۔

"بس ایک واقعہ لے کر لکیر پیٹ رہے ہیں۔"

"نہیں میں تمہیں سنجیدگی سے مشورہ دیتا ہوں کہ اب یہ حرکتیں چھوڑ دو۔ ورنہ پھنسو گے کسی دن۔"

"حمید خاں کے اصول دوسرے ہیں۔" حمید اکڑ کر بولا۔"کبھی کسی لڑکی کے ساتھ اس کے گھر نہیں جاتا۔ اگر شادی شدہ ہے تو سب سے پہلے اس کے شوہر سے دوستی کرتا ہے۔ اگر شادی شدہ نہیں تو اس کی شادی کی فکر پہلے۔ اگر شادی نہ ہو سکے تو پھر مجبوراً اُس کے ابا میاں سے عشق کرنا پڑتا ہے۔ اگر ابا میاں بھی نہ ہوں تو پھر پڑوسیوں سے رسم وراہ.... اس پر ایمان رکھتا ہے کہ عورت ایک ایسی بیل ہے جو ہمیشہ پاس کے درخت پر چڑھتی ہے۔"

"آخر فائدہ ہی کیا ہے اس سے۔" فریدی سگار سلگاتا ہوا بولا۔ حقیقت تو یہ تھی کہ وہ حمید کی باتوں میں ذرہ برابر بھی دلچسپی نہیں لے رہا تھا۔ اس کا ذہن تو دراصل نجمی والے کیس میں الجھا ہوا تھا لیکن وہ حمید کو باتوں میں الجھائے رکھنا چاہتا تھا۔ اس کی بھی وجہ تھی کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ حمید کی بکواس اس کے ذہن کو ایسے نقطے پر پہنچا دیتی تھی جہاں اسے سارے الجھاوے ایک سیدھی لکیر معلوم ہونے لگتے تھے۔

"فائدہ پوچھتے ہیں آپ۔" حمید اپنے دیدے پھرا کر بولا۔"تفریح فریدی صاحب! بعض اوقات ایسے دلچسپ واقعات پیش آتے ہیں کہ بس مزہ ہی آجاتا ہے۔ مثلاً میں ایک ایسی عورت سے واقف ہوں جس نے عاشق کے ساتھ ہی ساتھ ایک عدد شوہر بھی پال رکھا ہے۔ آپ نے بعض اوقات سنا ہوگا کہ کچھ لڑکیاں اپنے کتوں کو پیغام بری کی ٹریننگ دیتی ہیں اور انہیں کے ذریعہ ان کی خط وکتابت چلتی ہے۔ بالکل یہی حال اس عورت کا بھی ہے۔ اس نے شاید شوہر اسی لئے پال رکھا ہے۔ آپ کو یہ سن کر حیرت ہوگی کہ وہی بے چارہ اس عورت اور اس کے عاشق کی خط وکتابت کا واحد ذریعہ ہے۔"

"بھلا وہ کس طرح؟" فریدی نے سامنے کی دیوار پر نظر جمائے ہوئے پوچھا۔

"نہایت آسانی سے۔ شوہر اور عاشق دونوں آپس میں گہرے دوست ہیں۔ عاشق صاحب شوہر کو کبھی رومال میں کشیدہ کاری کے لئے کپڑا اور ریشم کی ریلیں عنایت کرتے ہیں اور کبھی بھابی کے لئے کتابیں بھجواتے ہیں۔ ریشم کی ریلوں کے نلکوں میں خطوط ہوتے ہیں۔ کتابوں کی جلدیں بیچ سے دو کی جاتی ہیں اور ان میں خطوط رکھ دیئے جاتے ہیں۔ وہ دونوں میرے بھی دوست ہیں، لیکن انہیں اس کا پتہ نہیں کہ میرے ان دونوں سے تعلقات ہیں، لہٰذا اس طرح مجھے الگ الگ ان کی داستانیں سننے کا شرف حاصل ہوتا ہے۔ دوسری دلچسپ بات عاشق کا بیان ہے کہ ان دونوں کے تعلقات اس وقت سے ہیں جب محترمہ صرف بارہ سال کی تھی اور وہ حضرت پندرہ سال کے۔ شوہر سلمہا کو اس بات کا غم کھائے جارہا ہے کہ ان کی بیوی انہیں بالکل الو سمجھتی ہے بھلا بتائیے ایسی حالت میں وہ انہیں الو ہی سمجھ کر بڑا احسان کرتی ہے.... اب سوچئے کیا یہ تفریح ایسی بُری ہے۔ میں عورتوں کا اسپیشلسٹ ہوں فریدی صاحب۔ صرف ایک بار مجھے کسی عورت سے ملا دیجئے۔ اگر پہلی ہی ملاقات میں اس کی پوری ہسٹری نہ بتادوں تو کان کتر لیجئے۔"

"خوب....!" فریدی بے خیالی میں بولا۔

"ایک ایسی عورت کو بھی جانتا ہوں جو اپنے سوتیلے بھانجے سے عشق کرتی ہے۔"

"کیا فضول بک رہے ہو۔" فریدی بڑبڑایا۔

"ایک سوتیلی....!"

"اب چانٹا ماردوں گا۔" فریدی اٹھتا ہوا بولا، اسی کے ساتھ حمید بھی اٹھا۔

"فریدی صاحب یہ دنیا محض فلسفہ اور منطق ہی نہیں ہے۔ کبھی ریاض کے بندھنوں سے نکل کر حمید کی دنیا میں بھی آیئے اگر آپ جھنجلا کر اپنی آنکھیں نہ پھوڑ لیں کان نہ اکھاڑ ڈالیں تو میرا ذمہ۔"

"شٹ اپ....!" فریدی انگڑائی لیتا ہوا بولا۔

"اسی لئے کہتا ہوں کہ شادی کر ڈالئے۔"

"چل بے۔" وہ حمید کو دھکا دیتا ہوا بولا۔"رات کافی گزر گئی ہے۔ بکواس بند، اب سوئیں گے۔"

حمید کی حجامت

دوسرے دن فریدی نے دس بجے تک سارے انتظامات مکمل کر لئے۔ اُسے اُن دونوں کی نقل و حرکت کے متعلق فون پر اطلاعات ملتی رہیں۔ پھر اُس نے اپنے پانچ چھ گھنٹے تجربہ گاہ میں صرف کئے اور تقریباً چار بجے اُس نے وہ مصنوعی خدوخال ترتیب دے لئے، جو اسے حمید کے چہرے پر فٹ کرنے تھے۔ فریدی پلاسٹک میک اپ کا ماہر تھا۔ اس نے یہ آرٹ دراصل ایک بوڑھے آئرش ایکٹر سے سیکھا تھا۔ لندن میں اس سے اس زمانے میں ملاقات ہوئی تھی جب وہ وہاں زیر تعلیم تھا، چونکہ سراغ رسانی کا اسے بچپن ہی سے شوق تھا اس لئے وہ ایسے لوگوں کی تلاش میں رہتا تھا، جن سے اس فن کے لوازمات کے متعلق کچھ سیکھ سکے۔

چھ بجے تک حمید کا حلیہ بالکل ہی تبدیل ہو گیا اور ایک انتہائی باوقار آدمی نظر آنے لگا۔ چہرے پر شاندار قسم کی گھنی مونچھیں تھیں۔

ساڑھے سات بجے فریدی کو فون پر اطلاع ملی کہ وہ لڑکی تنہا آرلکچو میں داخل ہوئی ہے۔

حمید بالکل تیار تھا۔ وہ دونوں ساتھ ہی گھر سے نکلے لیکن پھاٹک پر پہنچ کر ان کی راہیں الگ ہو گئیں۔

حمید جانتا تھا کہ آرلکچو میں آج کوئی خاص پروگرام نہیں ہے۔ لیکن ہوٹل میں قدم رکھتے ہی فون پر ملی ہوئی اطلاع کی تصدیق ہو گئی وہ وہاں موجود تھی۔

آج حمید نے خاص طور پر ایسے جوتوں کا انتخاب کیا تھا جن کی تیز قسم کی گونجیلی چرچراہٹ مردوں تک کو قبر سے اٹھنے پر مجبور کر سکتی تھی۔ ہوٹل میں داخل ہوتے ہی نہ صرف وہ لڑکی بلکہ دوسرے لوگ بھی اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔ حمید اس لڑکی کے قریب ہی والی ایک میز پر بیٹھ گیا لیکن اس کی پشت لڑکی کی طرف تھی۔

لڑکی تھوڑی دیر تک مضطربانہ انداز میں اسے دیکھتی رہی پھر بے چینی سے پہلو بدلنے لگی۔ اس کے چہرے پر ہچکچاہٹ کے آثار تھے۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ سرعت سے کسی فیصلے پر پہنچنے

کی کوشش کر رہی ہو۔ اس نے ایک بار اِدھر اُدھر دیکھا اور پھر اٹھ کر آہستہ آہستہ چلتی ہوئی حمید کی پشت پر پہنچ گئی۔

"راشد صاحب۔" وہ اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر بولی۔ "اس طرح چوری چوری۔"

حمید چونک کر مڑا۔ شائد اپنی زندگی میں پہلی بار اُس نے حیرت ظاہر کرنے کی اتنی شاندار ایکٹنگ کی تھی۔

وہ چند لمحے سراسیمگی کے عالم میں اسے گھورتا رہا پھر مسکرا کر بولا۔

"شائد.... آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ مجھے نصرت کہتے ہیں۔"

"جی....!" لڑکی حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر بولی۔ پھر اچانک ہنس کر کہنے لگی۔ "بہت اچھے راشد صاحب.... ایکٹنگ کامیاب ضرور ہے.... لیکن آپ مجھے اُلو نہیں بنا سکتے۔"

"میں نہیں سمجھا محترمہ۔" حمید نے منہ بگاڑ کر کہا۔ "بھلا میں اس کی جرأت کیسے کروں گا جبکہ میں آپ کو جانتا ہی نہیں۔"

"اف فوہ۔" لڑکی بے جان سی ہو کر کرسی پر بیٹھ گئی۔ "میرے خدا.... اتنی مشابہت۔"

حمید چپ چاپ اسے دیکھتا اور اس کی حرکت پر متحیر ہوتا رہا۔

"میں اس بے تکلفی کی معافی چاہتا ہوں۔" وہ تھوڑی دیر بعد پھر بولی۔ "لیکن میں آپ کو یقین دلاتی ہوں کہ خود راشد صاحب کے گھر والے بھی دھوکا کھا سکتے ہیں۔"

"ہو سکتا ہے۔" حمید نے لاپروائی سے کہا۔

"بہرحال میں شرمندہ ہوں۔"

"اس کی بھی ضرورت نہیں۔" حمید مسکرا کر بولا۔ "اب تو جان پہچان ہو ہی گئی۔ آپ بھی اپنا تعارف....!"

"مجھے پروین کہتے ہیں لیکن حقیقتاً میں شرمندہ ہوں۔"

"چھوڑیئے بھی۔ میرے لئے یہی فخر کیا کم ہے کہ اچانک اس طرح آپ جیسی مہذب اور حسین خاتون سے ملاقات ہو گئی۔"

وہ کچھ نہ بولی۔

"اکثر اس قسم کے اتفاقات پیش آتے رہتے ہیں۔" حمید ہنس کر کہنے لگا۔ "یہیں اسی شہر میں

کچھ عرصہ پیشتر دو حیرت انگیز ہم شکل ؎ وارد ہوئے تھے اور دونوں خود کو ایک کہتے تھے ایک ساتھ بولتے تھے۔ چلتے تھے اور سوتے تھے۔ دونوں کا نام صغیر شاہد تھا۔"

"مجھے یاد ہے۔" لڑکی نے کہا۔ "ان پر شائد قتل کا بھی تو الزام تھا۔"

"بالکل وہی۔ آپ ٹھیک سمجھیں۔ یہ دنیا بڑی عجیب ہے۔ اکثر بڑے دلچسپ آدمیوں سے ملاقات ہوئی ہے۔ کل ایک صاحب سے اچانک ملنے کا اتفاق ہوا۔ دوران گفتگو میں رک رک مایوسی سے کہنے لگے کہ آپ بھی بیوقوف نہیں معلوم ہوتے۔ مجھے بڑی حیرت ہوئی۔ اس جملے کا مطلب پوچھا تو فرمایا کہ میں نے کسی کتاب میں پڑھا تھا کہ دنیا کا ہر پانچواں آدمی بیوقوف ہے۔ میں اب تک پانچ پانچ کی ہزاروں ٹولیوں سے تبادلہ خیال کر چکا ہوں لیکن مجھے آج تک کوئی نہ ملا۔"

لڑکی ہنسنے لگی۔ "میرے خیال سے انہیں دوسرے تیسرے اور چوتھے ہی آدمی ملے ہوں گے۔"

"کیا کہا جائے۔" حمید گردن جھٹک کر بولا۔ "اور سنئے! کئی دن ہوئے ایک شریف اور مہذب قسم کے آدمی کو ایک نیم کے درخت پر چڑھتے دیکھ کر مجھے رک جانا پڑا۔ وہ صاحب خفیف ہو کر بولے۔ مجھ سے بڑی حماقت ہوئی۔ مجھے دراصل چند کھجوریں درکار تھیں لیکن اوپر چڑھ جانے پر معلوم ہوا کہ یہ تو نیم کا درخت ہے۔ ویسے یہ بات ثابت ہو ہی گئی کہ سارے درختوں کی پتیاں اوپر ہی ہوتی ہیں، لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ اتروں کس طرح۔ میں نے پوچھا چڑھے کس طرح تھے کہنے لگے سیڑھی لگا کر میں نے چاروں طرف دیکھا مگر کوئی سیڑھی نظر نہ آئی۔ اس پر خود ہی بولے سیڑھی سامنے والے مکان پر موجود ہے۔ میں نے صاحب خانہ سے سیڑھی کے لئے کہا تھا وہ بیچارے لے آئے اور اوپر چڑھ آنے کے بعد میں نے ان کا بہت بہت شکریہ ادا کیا اور تکلیف دہی کی معافی چاہتے ہوئے عرض کیا کہ اب آپ تکلیف نہ کریں وہ سیڑھی لیکر واپس چلے گئے۔ اب اگر آپ تھوڑی سی تکلیف کریں تو میں یہ ثابت کر سکتا ہوں کہ سیڑھی کے بغیر اترنا بھی محال ہے۔"

لڑکی نے کھنکتا ہوا سا قہقہہ لگایا۔

"آپ بہت دلچسپ آدمی ہیں۔" وہ آہستہ سے بولی۔ "میری خوش قسمتی ہے کہ آپ سے ملاقات ہو گئی۔ ویسے آپ کرتے کیا ہیں۔"

"قیمتی پتھروں کی تجارت کرتا ہوں۔" حمید بولا۔

"اوہ کیا سچ مچ....!" لڑکی تقریباً چیخ پڑی۔

؎ جاسوسی دنیا کا انتہائی دلچسپ ناول "دوہرا قتل" جلد نمبر 8 ملاحظہ فرمائیے۔

"اوہو تو یہ کون سی ایسی بڑی حیرت انگیز بات ہے۔" حمید ہنسنے لگا۔

"یہ بات نہیں۔ مگر خیر جانے دیجئے۔ آپ کو تکلیف ہو گی۔"

"فرمایئے! فرمایئے میں حاضر ہوں۔"

"بات کچھ عجیب سی ہے۔ کہتے ہوئے بھی شرم آتی ہے۔"

"بالکل۔ بے تکلفی سے فرمایئے۔"

"ایک لمبی کہانی ہے۔"

"فکر نہیں۔ دو چار گھنٹوں میں ختم ہی ہو جائے گی۔"

"ایسی بھی نہیں۔" لڑکی ہنسنے لگی۔

"میں استدعا کرتا ہوں کہ مجھے خدمت کا موقع عنایت کیجئے۔"

"بات دراصل یہ ہے۔" وہ جھینپے ہوئے انداز میں بولی۔ "ایک گھریلو جھگڑا ہے۔ ہم دراصل دو بہنیں ہیں۔ والد کے ترکے میں ہمیں آٹھ انگوٹھیاں بھی ملی تھیں۔ بٹوارہ بڑی بہن کے ہاتھوں ہوا۔ والد کی زندگی میں مجھے کیا سب کو اس کا علم تھا کہ ان انگوٹھیوں کے نگینے بہت بیش قیمت ہیں لیکن جب میں نے اپنی چار انگوٹھیاں پرکھوائیں تو ان کے سارے نگینے نقلی ثابت ہوئے۔ بڑی بہن کی انگوٹھیوں کا بھی یہی حشر ہوا۔ لیکن میں سوچتی ہوں کیا یہ ممکن نہیں کہ بڑی بہن نے جوہری کو ملا لیا ہو۔ جس نے ہماری انگوٹھیاں پرکھی تھیں۔"

"ممکن ہے.... بہت ممکن ہے۔" حمید پر خیال انداز میں سر ہلا کر بولا۔ اسے اس لڑکی کی ذہانت پر حیرت ہو رہی تھی۔ کتنی برجستہ کہانی تھی۔

"میں چاہتی ہوں کہ کوئی میرا دوست ہو جس پر میں اعتماد کر سکوں۔ میری بہن کی انگوٹھیاں بھی پرکھ لیتا۔"

"میں حاضر ہوں۔" حمید مسکرا کر بولا۔ "اگر کہئے تو ابھی.... اسی وقت۔"

"ارے.... اب اس وقت کیا.... آپ کو تکلیف ہو گی۔"

"قطعی نہیں.... میری یہ شام بالکل فالتو ہے۔"

"اچھا تو پھر....!"

"بسم اللہ....!" حمید اٹھتا ہوا بولا۔

"لیکن میرا خیال ہے کہ ابھی آپ نے کچھ کھایا پیا نہیں۔" لڑکی نے کہا۔

"واپسی پر.... کیا آپ واپس نہ آئیں گی۔"

"کیوں نہیں؟"

"تو پھر چلیئے۔"

باہر انہوں نے ایک ٹیکسی کی اور چل پڑے، لڑکی اس سے بالکل ملی ہوئی بیٹھی تھی۔

"میرے خاندان والوں سے میری نہیں بنتی۔" لڑکی نے کہا۔

"کیوں؟" حمید نے مسکرا کر پوچھا۔

"میں ذرا آزاد خیال ہوں اور فطرت کی پرستار ہوں۔ اخلاقیات پر یقین نہیں رکھتی۔"

"اوہ! تب تو آپ بہت اونچی ہیں۔" حمید نے حیرت سے کہا۔

"ڈھکوسلوں کی قطعی قائل نہیں ہوں دو اور دو چار والی صاف باتیں۔ انسانی زندگی پر بے جا قیود کی سختی سے مخالفت کرتی ہوں۔"

"بے جا قیود کی سختی سے آپ کی کیا مراد ہے۔"

"بہتیری باتیں ہیں۔ مثال کے طور پر جنسی تعلقات ہی کو لیجیئے۔ ان پر عائد شدہ پابندیوں سے متنفر ہوں لیکن کیا کیا جائے کہ آدمی ابھی اتنا بیدار نہیں ہوا کہ ان معاملات کو سمجھ سکے۔ مثلاً اگر میں آپ کی کوئی ضرورت پوری کردوں تو آپ مجھے آوارہ سمجھنے لگیں گے۔"

"ہرگز نہیں۔" حمید انتہائی سنجیدگی سے بولا۔ "میں خود بھی اس کا قائل ہوں۔ گوڈون[1] کی پولیٹیکل جسٹس[2] پڑھی ہے آپ نے۔"

"پڑھی ہے۔" لڑکی بُرا سا منہ بنا کر بولی۔ "لیکن گوڈون بھی مخلص نہیں تھا اگر وہ عورت اور مرد کے تعلقات پر کسی قسم کی پابندی کا قائل نہیں تھا تو اس نے شیلی پر دعویٰ کیوں دائر کیا تھا اگر وہ مخلص ہوتا تو شیلی سے اسلیئے ناراض نہ ہوجاتا کہ وہ اسکی لڑکی میری گوڈون کو بھگا لے گیا تھا۔"

"ٹھیک کہتی ہیں آپ....!" حمید سر ہلا کر بولا۔ "اس بات پر میں آپ سے متفق ہوں۔"

حمید سوچ رہا تھا کہ وہ نہ صرف ذہین بلکہ کافی تعلیم یافتہ بھی معلوم ہوتی ہے، ورنہ گوڈون کے متعلق اتنی سچی بات کہہ دینا معمولی تعلیم کا نتیجہ نہیں ہو سکتا۔

"گوڈون کا یہ کارنامہ" لڑکی نے کہا۔ "اس وقت کا ہے جب وہ باپ نہیں بنا تھا.... پولیٹیکل

[1] Godwin [2] Political Justice (سیاسی انصاف)

جسٹس جنسی جھلاہٹ ہی کا نتیجہ معلوم ہوتی ہے۔ اس میں خلوص نہیں۔ لیکن میرا دعویٰ ہے کہ میں اس معاملے میں گوڈون سے زیادہ مخلص ہوں کیونکہ میری شادی ہوچکی ہے۔ لہٰذا میرے لئے جنسی جھلاہٹ کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔"

"قطعی نہیں.... قطعی نہیں۔" حمید سر ہلا کر بولا۔ "میں آپ کے خیالات کی قدر کرتا ہوں۔"

"آپ یہ بھی نہ سمجھیئے گا کہ میں کسی قسم کے جنسی جنون میں مبتلا ہوں۔ میری ذہنی حالت قطعی نارمل ہے۔"

"یقیناً....!" حمید نے کہا۔ "جنسی جنونیوں کی تو شکل ہی سے ظاہر ہوجاتا ہے۔"

"مجھے عرض کرنے دیجیئے کہ آپ غلط کہہ رہے ہیں۔" لڑکی بولی۔ "جنسی جنونی عام حالات میں بڑے معصوم صورت اور فرشتہ خصلت ہوتے ہیں۔ شرمیلا پن تو انکے کردار کا جزو لازم ہوتا ہے لیکن جب وہ دورہ پڑتا ہے تو وہ بیوی بیٹی، بہن یا شوہر، بیٹا، بھائی میں بھی تمیز نہیں کرسکتے۔"

"ہو سکتا ہے" حمید نے کہا۔ "اس کے متعلق میری معلومات زیادہ نہیں ہیں۔"

"مطالعہ بڑی عمدہ چیز ہے۔" لڑکی اپنے جسم کو بل دے کر انگڑائی لیتی ہوئی بولی۔ اس گفتگو کے دوران میں ان کا رہا سہا فاصلہ بھی ختم ہوگیا تھا اور حمید اس خیال کو اپنے ذہن سے نکال پھینکنا چاہتا تھا کہ وہ اس وقت کسی عورت کے قریب بیٹھا ہوا ہے۔

تھوڑی دیر بعد حمید پھر اسی عمارت میں داخل ہو رہا تھا جہاں پچھلی رات ایک کتا اس سے بڑے اخلاق سے پیش آیا تھا۔ لڑکی اسے ڈرائنگ روم میں لے آئی۔ پھر کچھ دیر کے لئے غائب ہوگئی۔ واپسی پر اس نے معذرت کے ساتھ حمید کو بتایا کہ اس کی بہن گھر پر موجود نہیں ہے لیکن تھوڑی دیر بعد آجائے گی۔

"کوئی بات نہیں۔ میں انتظار کروں گا۔" حمید صوفے پر نیم دراز ہوتا ہوا بولا۔

دونوں میں مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی۔ پھر وہ لڑکی باتوں کی رو میں اسی صوفے کے ہتھے پر آبیٹھی جس پر حمید بیٹھا ہوا تھا۔

"اوہ کیا آپ کی یہ آنکھ مصنوعی ہے۔" وہ حمید پر جھکتی ہوئی بولی۔ پھر اتنا جھکی کہ اُن کے چہروں کے درمیان زیادہ فاصلہ نہ رہ گیا۔ ٹھیک اسی وقت فلیش کیمرے کی روشنی ان پر پڑی اور وہ دونوں اچھل کر کھڑے ہوگئے۔ لڑکی کا بدصورت ساتھی انہیں قہر آلود نظروں سے گھور رہا تھا۔

"بچاؤ! مجھے بچاؤ۔" لڑکی چیختی ہوئی اُس کی طرف دوڑی۔

"کیوں بے! یہ کیا حرکت۔" بدصورت آدمی حمید پر ٹوٹ پڑا۔ حمید نے مزاحمت نہ کی۔ ا
اُس کے منہ سے تحیر آمیز آوازیں نکل رہی تھیں، جب وہ دونوں مل کر اسے صوفے میں با
چکے تو لڑکی بولی۔ "کیوں مکار! تم میرے ساتھ اسلیئے آئے تھے کہ میری تقدیر کا حال بتاؤ گے"

"دھوکا! دھوکا۔" حمید حلق پھاڑ کر چیخا۔ "تم جھوٹی ہو، مکار ہو! تم مجھے انگوٹھیوں"

"شٹ اپ.... ابھی بتاتی ہوں۔" اس نے میز کی دراز سے استرا نکالتے ہوئے کہا۔

"تم جیسے کمینے آدمی کے چہرے پر مونچھیں اچھی نہیں لگتیں۔"

"کیا....؟" حمید چیخا۔ "میں پولیس....!"

"میں تم پر مقدمہ چلاؤں گا۔ تمہاری اس وقت کی تصویر عدالت میں پیش کروں گا۔" لڑ
ساتھی غرایا۔

حمید نے ہاتھ پیر ڈھیلے کر دیئے۔

"اگر تم نے اس واقعے کے متعلق کسی سے کچھ کہا تو یہ تصویر تمہیں جہنم میں پہنچادے گی۔"
لڑکی کا ساتھی حمید کے سر کو اپنی گرفت میں لیتا ہوا بولا۔ لڑکی نے پہلے ہی حملے میں آد
مونچھ صاف کر دی۔

لیکن دوسرے ہی لمحے میں لڑکی کا ساتھی اچھل کر الگ ہٹ گیا۔ فریدی دروازے میں کھ
انہیں گھور رہا تھا اور اس کا داہنا ہاتھ پتلون کی جیب میں تھا۔

"کون ہو تم! بلا اجازت گھر میں گھسے۔" لڑکی پلٹ کر تیز لہجے میں بولی۔

"بس یونہی...!" فریدی مسکرایا۔ "میرے لئے کوئی خطرہ نہیں تھا کیونکہ میں مونچھ نہیں رکھتا"
آدھی مونچھوں میں حمید کا چہرہ بڑا مضحکہ خیز لگ رہا تھا اور وہ دونوں سراسیمگی کا شکار ہو گئے تھے۔

"ادھر آؤ۔" فریدی نے لڑکی کے ساتھی سے کہا۔

"میں کہتا ہوں تم یہاں کیسے آئے۔" وہ بگڑ کر بولا۔

"چلو!" فریدی نے ریوالور نکال لیا تھا۔ وہ چپ چاپ اس کے قریب چلا آیا۔ فریدی نے
بائیں ہاتھ سے اُس کی گردن میں لٹکا ہوا کیمرہ اتارتے ہوئے کہا۔ "اسے کھول دو۔"

لڑکی اور اس کے ساتھی نے حمید کو کھول دیا۔

"بیٹھ جاؤ۔" فریدی نے صوفے کی طرف اشارہ کیا۔ دونوں نے تعمیل کی۔ حمید اپنی آدھی
مونچھ پر تاؤ دے رہا تھا۔

"یہ سب کیا لغویت ہے۔" فریدی نے انہیں کچھ دیر تیز نظروں سے گھورتے رہنے کے بعد کہا۔

"اس نے میری.... بیوی....!" مرد جملہ پورا نہ کر پایا۔

"بکواس.... یہ پولیس کا آدمی ہے۔"

"تم جھوٹ بول کر مجھے رعب میں نہیں لے سکتے۔" لڑکی کا ساتھی بولا۔

"میں تمہاری ہڈیاں توڑ سکتا ہوں اور یہ بھی غلط ہے کہ یہ تمہاری بیوی ہے۔ کیا کل بھی تم
نے ایک دوسرے آدمی کی حجامت نہیں بنائی تھی۔ کیا تم اسے اسی لئے پھانس کر یہاں نہیں لائی
تھی۔ لڑکی اگلو۔ میں بہت بُرا آدمی ہوں۔"

لڑکی کی آنکھوں میں پریشانی کی بجائے غم جھانک رہا تھا۔

"آپ کون ہیں۔" اس نے آہستہ سے پوچھا۔

"پولیس....!"

"بہت بُرا ہوا، بہت بُرا۔" اس نے کہا اور اپنے ساتھی کو قہر آلود نظروں سے گھورنے لگی۔

"پچھلی رات جسے تمہارے کتے نے دوڑایا تھا وہ یہی تھا۔" فریدی نے حمید کی طرف اشارہ
کیا۔ "اور وہ بہرہ بھی جسے تم نے کل ہوٹل ڈی فرانس دیکھا تھا۔ بہرحال تم دونوں چوہوں کی
طرح جال میں پھنس گئے ہو۔"

لڑکی کبھی فریدی کیطرف دیکھتی تھی اور کبھی حمید کیطرف۔ دفعتاً وہ اپنے ساتھی پر گرجنے لگی۔

"میں تجھ سے پہلے ہی کہتی تھی کہ ہمیں انسپکٹر فریدی سے ملنا چاہیئے۔ مگر تو نہ مانا اب بولو
ساری عزت خاک میں مل گئی یا نہیں۔"

"کیا تم فریدی کو جانتی ہو۔" فریدی نے حیرت سے کہا۔

"نہیں! لیکن یہ سنا ہے کہ وہ مصیبت زدوں کی مدد کرتے ہیں۔" لڑکی روہانسی آواز میں بولی۔

"کون سی مصیبت ٹوٹی ہے تم پر....!" فریدی کی مسکراہٹ طنز آمیز تھی۔

لڑکی جواب دینے کی بجائے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

وہ کون تھی؟

اور یہ حقیقت ہے کہ فریدی اور حمید اسے اس طرح روتے دیکھ کر چند لمحوں کے لئے بھول گئے کہ وہ ایک عیار ترین عورت تھی۔ وہ کسی ایسی معصوم بچی کی طرح ہچکیاں لے رہی تھی جس کی کوئی ڈھکی چھپی غلطی اچانک پکڑلی گئی ہو۔ اس کے ساتھی کے چہرے پر خفت آثار تھے اور وہ اسے چپ کرانے کی کوشش کر رہا تھا۔

فریدی چند لمحے خاموش رہا پھر یک بیک اس کا موڈ بگڑ گیا۔

"سنو! لڑکی تمہارے آنسوؤں کا سیلاب مجھے اس گھر سے نہیں بہا سکتا۔" فریدی نے تلخی سے کہا۔

لڑکی نے سر اٹھا کر کچھ کہنے کی کوشش کی لیکن ہچکیوں نے الفاظ کا گلا گھونٹ دیا۔

سرجنٹ حمید سوچ رہا تھا کہ اس رونے میں بناوٹ نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ ہچکیوں میں بڑی ساختگی تھی اور وہ قدرتی ہی معلوم ہو رہی تھی۔

حمید اس کے قریب بیٹھ کر اُس کا شانہ تھپکنے لگا اور دوسرے ہاتھ سے وہ اپنی آدھی مونچھ کبھی نیچے کر رہا تھا اور کبھی اوپر۔

"کیا بات ہے کچھ بولو۔" اُس نے نرم لہجے میں کہا۔

وہ بدستور روتی رہی، لیکن اب ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ اپنی ہچکیوں کو دبانے کی کوشش کر رہی ہو۔

"تم اس وقت انسپکٹر فریدی ہی کے سامنے ہو۔" حمید نے پھر کہا۔

"جی!" وہ اچھل کر کھڑی ہو گئی اور فریدی حمید کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھنے لگا۔

"بیٹھو بیٹھو!" فریدی ہاتھ اٹھا کر خشک لہجے میں بولا اور حمید کو سچ مچ اس پر تاؤ آنے لگا۔ سوچ رہا تھا کہ اس پتھر پر عورت کے آنسو بھی اثر انداز نہیں ہوتے، خود اس کا خیال تھا کہ عورت کے آنسو پہاڑ کو رائی بنا سکتے ہیں۔

وہ دوبارہ بیٹھ گئی۔ اس کے آنسو تو رک گئے تھے لیکن ہچکیوں کا تار ابھی نہیں ٹوٹا تھا۔

"میری خ.... خشک.... قسمتی ہے کہ آپ....!" وہ اس سے آگے نہ کہہ سکی کیونکہ آنسو پھر امنڈنے لگے تھے۔ اس نے جھک کر اپنا چہرہ زانوؤں میں چھپالیا۔ اس بار رونے کی رفتار پہلے سے بھی زیادہ تیز تھی حمید اس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرنے لگا لیکن فریدی کی تیز نظروں کے مقابلہ میں اپنا یہ فعل دیر تک جاری نہ رکھ سکا! البتہ دل ہی دل میں پیچ و تاب کھاتا رہا۔ حق تھا۔ اگر وہ اس وقت دو اجنبیوں کے درمیان میں نہ ہوتا تو فریدی سے ضرور لڑ پڑتا۔ نہ جانے کیوں اس کے ذہن پر فی الحال اس لڑکی کی مظلومیت چھا گئی تھی۔ اور وہ یہ بھی بھول گیا تھا کہ کچھ دیر قبل اس نے اور اس کے ساتھی نے اسے بڑی بے دردی سے پچھاڑ کر صوفے میں جکڑ دیا تھا۔

"کیا کہنا چاہتی ہو۔" فریدی زور سے گرجا۔ "کہو! ورنہ تضیع اوقات سے یہی بہتر سمجھوں گا کہ تمہیں پولیس کے حوالے کر دوں۔"

وہ سہم کر چپ ہو گئی لیکن سر نہیں اٹھایا۔ حمید کا دل چاہ رہا تھا کہ اپنے کانوں میں انگلیاں ٹھونس کر آنکھیں بند کر لے تاکہ اسے نہ تو فریدی کا چہرہ دکھائی دے سکے اور نہ وہ کھردری آواز ہی سن سکے.... بہر حال تھوڑی دیر بعد وہ راہ پر آ گئی۔

"میں دنیا کی انتہائی بدنصیب عورت ہوں۔" اس نے کہا۔

"خوب....!" فریدی اسے گھورنے لگا۔

"میں نے پہلے ہی چاہا تھا کہ آپ سے مدد لوں لیکن اس نے....!" وہ اپنے ساتھی کی طرف دیکھ کر خاموش ہو گئی۔

"یہ جملہ تم پہلے بھی کہہ چکی ہو۔" فریدی نے خشک لہجے میں کہا۔

"لیکن آپ کا رویہ کہہ رہا ہے کہ جو کچھ بھی میں کہوں گی آپ اس پر یقین کرنے کے لئے تیار نہ ہوں گے۔"

"ضروری نہیں۔" فریدی سگار سلگاتا ہوا بولا۔ کیمرہ ابھی تک اس کے ہاتھ میں تھا لیکن ریوالور جیب میں رکھا جا چکا تھا۔

"یعنی....!" اس کے لہجے میں مسرت تھی۔ "تو پھر میں امید رکھوں کہ آپ میری مدد کریں گے۔"

"حالات پر منحصر ہے۔"

"اوہ!" اس کے چہرے پر پھر مایوسی کی تہیں جم گئیں۔ وہ تھوڑی دیر تک خاموش رہی پ
بولی۔ "میں یہ نہیں کہتی کہ مجھ سے کوئی جرم سرزد نہیں ہوا نہ صرف اس لئے کہ میں اچھی خا
شکلیں بگاڑتی رہی ہوں بلکہ میں نے قانون کی آنکھ میں دھول جھونکنے کی بھی کوشش کی ہے۔"

وہ خاموش ہو گئی۔ لیکن فریدی نے نظر اٹھا کر اس کی طرف دیکھنے کی بھی ضرورت نہ سمجھ
البتہ حمید سوچ رہا تھا کہ قانون کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کا کیا مطلب ہو سکتا ہے۔

"وہ کس طرح....!" حمید نے پوچھا۔

"ایک لمبی داستان ہے۔" وہ طویل سانس لے کر بولی۔ "لیکن مجھے توقع ہے کہ اسے سن ک
آپ کو مجھ پر رحم ضرور آئے گا۔"

"سنے بغیر ہی میں آپ کے لئے ہمدردی محسوس کر رہا ہوں۔" حمید نے کہا۔

"شکریہ....!" اس نے بیان جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "آپ یقین کریں گے کہ میں ایک
معزز گھرانے سے تعلق رکھتی ہوں۔ میں! جواب تک شریف آدمیوں کو پھانس پھانس کر ان ک
شکلیں بگاڑتی رہی میں سب کچھ صاف صاف کہہ دینا چاہتی ہوں۔ پھر آپ کو اختیار ہے۔"

"میرے خیال سے تمہیں تمہید کو زیادہ طول دینے کی ضرورت نہیں۔" فریدی اپنی گھڑی ک
طرف دیکھتا ہوا بولا۔

"زیادہ وقت نہیں لوں گی۔ میں جانتی ہوں کہ آپ کی بے اعتباری کسی طرح رفع نہ ہو سکے
گی پھر بھی خیر.... میں دلاور نگر کے مشہور تاجر سیٹھ اکرام مرحوم کی لڑکی ہوں۔ مجھے اپنا خاندان
حوالہ دیتے ہوئے شرم آ رہی ہے، لیکن میں سب کچھ کہہ دینا چاہتی ہوں، میرے علاوہ ان کے
اور کوئی اولاد نہ تھی چونکہ بہت ہی بچپن میں ماں کا سایہ سر سے اٹھ گیا تھا۔ اس لئے میری معقول
تعلیم و تربیت کے لئے مجھے ایک مشن اسکول کے بورڈنگ ہاؤز میں داخل کرا دیا گیا۔ یہ بات بھی
قابل اظہار ہے کہ والدہ کی موت کے بعد والد صاحب نے دوسری شادی نہ کی....!"

ابھی بات یہیں تک پہنچی تھی کہ دفعتاً کسی کمرے سے گولی چلنے کی آواز آئی اور ساتھ ہی
ایک چیخ بھی سنائی دی۔ وہ چاروں بے تحاشہ اچھل پڑے۔ چند لمحے ایک دوسرے کی شکلیں دیکھتے
رہے پھر فریدی اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

"تم یہیں ٹھہرو۔" اس نے حمید سے کہا اور کمرے سے نکل گیا۔

"یہ کیا تھا....؟" لڑکی خوفزدہ آواز میں بولی اور اس کا ساتھی صرف تھوک نگل کر رہ گیا۔

حمید ان دونوں کو ٹٹولتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ لیکن اس نے ان کے چہروں پر خوف
اور حیرت کے ملے جلے آثار کے علاوہ اور کچھ نہ پایا۔

لڑکی صوفے سے اٹھ کر کمرے کے دروازے کی طرف بڑھی اسی کے ساتھ ہی حمید بھی
اٹھا۔ لیکن وہ اس بات سے بے خبر تھا کہ لڑکی کا ساتھی بھی لوہے کی ایک موٹی سی سلاخ داہنے
ہاتھ میں تولتا ہوا آہستہ آہستہ اس کے پیچھے بڑھ رہا ہے۔ دروازے کے قریب پہنچ کر لڑکی حمید کی
طرف مڑی۔

اور پھر.... دوسرے ہی لمحے میں حمید کی آنکھوں کے سامنے تارے ناچ گئے۔ کہکشاں زمین
پر اتر آئی۔ لڑکی کے ساتھی کا داہنا ہاتھ چل گیا تھا اور لوہے کی سلاخ حمید کے سر پر بیٹھی تھی۔ وہ
چکرا کر دھڑام سے زمین پر آ رہا۔

ادھر فریدی عمارت کے دوسرے حصوں میں دوڑتا پھر رہا تھا لیکن ابھی تک کوئی ایسی چیز نہ
ملی تھی جو اس فائر اور چیخ پر روشنی ڈال سکتی۔ تھک ہار کر وہ پھر اسی کمرے کی طرف لوٹ رہا تھا کہ
اس نے کسی کے گرنے کی آواز سنی لیکن اس کا اندازہ نہ لگا سکا کہ آواز کدھر سے آئی تھی۔ پھر
ایک اور چیز نے اس کی توجہ اپنی طرف مبذول کرائی۔ پائیں باغ میں ایک سے زیادہ آدمیوں کے
دوڑنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔

فریدی بھی جھپٹ کر باہر نکلا۔

"اُف.... فوہ.... ارے خبردار.... گولی مار دوں گا۔" فریدی کے منہ سے عجیب آواز میں
الفاظ نکلے۔ پائیں باغ میں دوڑنے والے نامعلوم آدمی اس کی کار پر بیٹھ کر فرار ہو چکے تھے۔ فریدی
پھاٹک کی طرف دوڑا لیکن وہ کتا آج بھی کافی خوش اخلاقی کے موڈ میں تھا جس نے پچھلی رات کو
حمید کی آؤ بھگت کی تھی۔ اگر فریدی اسے فوراً ہی ریوالور کا نشانہ بنا دیتا تو اس نے اس کی بھی ٹانگ
پکڑ لی ہوتی۔

اس کی کیڈی کی عقبی روشنی بہت دور اندھیرے میں چمک رہی تھی۔ بہرحال کار ریوالور کی
رینج سے باہر ہو چکی تھی۔

دفعتاً ایک خیال تیزی سے اس کے ذہن میں ابھرا اور وہ بے تحاشہ اس کمرے کی طرف دوڑنے لگا جہاں اس نے ان لوگوں کو چھوڑا تھا۔

اور پھر وہاں پہنچ کر اُس نے فرش پر حمید کو اوندھا پڑا پایا۔ اس کے سر کی پشت سے خون بہ رہا تھا اور وہ خود کسی اور ہی دنیا میں تھا۔ لڑکی اور اس کا ساتھی غائب ہو چکے تھے۔ فریدی کی آنکھیں سرخ ہو گئیں، جیسے ان میں محاورۃً نہیں حقیقتاً خون اتر آیا ہو۔

پھر حمید کو ہوش میں آنے کے لئے نہ جانے کتنے عالموں سے گزرنا پڑا۔ آنکھ کھلتے ہی اسے یہ محسوس کر کے حیرت نہیں ہوئی کہ وہ اپنے ہی کمرے میں ہے۔ اپنی مسہری پر اپنے ہی تکیے پر سر رکھے لیٹا ہوا ہے اور اس کے سر پر پٹی بندھی ہوئی ہے ایک ایک کر کے سارے واقعات اسے یاد آگئے۔ فریدی دوسرے کمرے میں کسی سے فون پر گفتگو کر رہا تھا اور گفتگو حمید کے قیاس کے مطابق اسی واقعے کے بارے میں تھی اور پھر اس نے اس کا اندازہ بھی لگا لیا کہ مجرم ہاتھ سے نکل گئے۔ حمید سوچنے لگا کہ فریدی کا موڈ بہت زیادہ خراب ہو گا۔ اسے اس کا بھی اعتراف تھا کہ جو کچھ بھی ہوا وہ اسی کی غفلت کا نتیجہ تھا۔ اگر وہ اس کے آنسوؤں سے پگھل نہ گیا ہوتا تو اس کی نوبت نہ آتی۔ اس وقت اسے اس بات کا اعتراف بھی کر لینا پڑا کہ فریدی عورت کی فطرت کے مطالعہ کے معاملے میں بھی اس پر فوقیت رکھتا ہے۔

بہرحال اب وہ سوچ رہا تھا کہ فریدی کا سامنا کس طرح کرے گا۔ اس کے نوکیلے طنز کے نشتر کس طرح برداشت کر سکے گا۔ ظاہر ہے کہ اس وقت وہ سخت غصے کی حالت میں ہو گا۔ وقتی طور پر اسے کسی نہ کسی طرح موڈ میں لانا ہی پڑے گا ورنہ شامت آنے میں دیر نہ لگے گی۔ کیونکہ معاملہ ایک عورت، کا ہے۔ عورت.... حمید کی سب سے بڑی کمزوری۔

فریدی کا آدھا بجھا ہوا سگار اور دیا سلائی کی ڈبیہ میز پر رکھی دیکھ کر حمید نے اندازہ لگایا کہ فریدی کچھ دیر قبل اسی کمرے میں تھا اور ان چیزوں کی موجودگی اس بات کی دلیل تھی کہ وہ پھر یہیں واپس آئے گا۔

حمید اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ خلاف توقع اسے زیادہ نقاہت نہیں محسوس ہو رہی تھی اور سر میں بھی اتنی تکلیف نہیں تھی جتنی کہ ایسی صورت میں بہر حال ہونی چاہئے تھی۔ شائد یہ فریدی ہی کے کسی انجکشن کا نتیجہ تھا.... ہاں تو.... حمید نے کمرے کے وسط میں کھڑے ہو کر ایک عامیانہ

رقص کا پوز بنایا۔ کچھ دیر اپنے جسم کو تولتا رہا پھر ناچ ناچ کر گانے لگا۔

دیورا بے ایمان.... ہو دیوارا بے ایمان

مارے میاں سے چھپ چھپ کر انکھیاں.... کھینچے دل کی کمان

ہو دیورا بے ایمان۔

اچانک فریدی کمرے میں داخل ہوا لیکن حمید کی سنجیدگی بدستور قائم رہی۔ وہ بڑے لچکیلے انداز میں ناچ رہا تھا۔ بھنویں ایک خاص انداز میں تن تن کر گر رہی تھیں، چہرے پر ایسے شکایت آمیز آثار پائے جا رہے تھے، جیسے وہ سچ مچ بحیثیت بھابی کسی دیور کی خوش فعلیوں کا شکوہ کر رہا ہو۔

"حمید! حمید....!" فریدی تحیر آمیز انداز میں چیخا۔

"لوٹے والی عمریا کا مان.... ہو دیورا بے ایمان.... ہو دیور....!"

فریدی حقیقتاً بوکھلا گیا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کہیں یہ اس چوٹ کا اثر نہ ہو۔ بعض اوقات ایسی حالت میں ذہنی توازن بگڑ جانے کا بھی احتمال رہتا ہے۔

"حمید کیا ہو گیا ہے تمہیں۔"

"کھینچے دل کی کمان.... مارے اکھیوں کی جان....!" حمید نے سچ مچ فریدی کو بڑے شرمیلے انداز میں آنکھ ماری اور اس سے یہی سب سے بڑی غلطی سرزد ہوئی۔ اگر وہ تھوڑی دیر تک فریدی کی نظروں سے اپنی نظریں بچائے رکھتا تو یہ تماشہ کچھ دیر اور جاری رہ سکتا تھا۔ بہر حال فریدی سے نظر ملتے ہی دیوانگی کا پردہ فاش ہو گیا۔

"اوہ....!" فریدی معنی خیز انداز میں بولا۔ حمید ناچتا رہا۔ ایک بار آگے بڑھ کر اُس نے فریدی کی بلائیں بھی لیں۔ لیکن فریدی کی سنجیدگی میں ذرہ برابر بھی فرق نہ آیا۔ آخر اُس نے ایک نوکر کو آواز دی اور اس کے آ جانے پر بولا۔

"حمید کی حالت خراب ہے، چوٹ کا ذہن پر بُرا اثر پڑا ہے۔ میں نے خون بند کر کے غلطی کی۔"

"جی سرکار۔"

"تھوڑا خون اور نکلنا چاہئے ورنہ یہ ہمیشہ کے لئے پاگل ہو جائے گا۔"

"ارے....!"

"ہاں! اسے پکڑ کر تجربہ گاہ تک لے چلنا ہے، وہاں میں اس کے بازو میں نشتر لگا کر اتنا خون

نکال لوں گا۔۔۔۔!"

فریدی کا جملہ پورا ہونے سے پہلے ہی حمید کے دیوتا کوچ کر گئے۔

"اور کسی کو بلاؤں۔۔۔۔!" نوکر نے پوچھا۔

"نہیں ہم دونوں ہی کافی ہوں گے۔"

حمید ناچتے ناچتے سہم کر رک گیا۔ فریدی اور نوکر آگے بڑھے۔

"ٹھہریئے۔" حمید ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "میں اپنا اطمینان کرنا چاہتا تھا کہ میرا سر شانوں پر موجود بھی ہے یا نہیں۔"

"تو اطمینان ہو گیا ہو گا۔" فریدی نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"جی ہاں موجود ہے۔"

"لیکن میں ابھی مطمئن نہیں ہوا۔" فریدی اپنا اوپری ہونٹ بھینچ کر بولا۔

"کیوں؟"

"بس یونہی۔۔۔۔!" فریدی نوکر کی طرف دیکھ کر بولا۔ "پکڑو۔۔۔۔!"

"مار ڈالوں گا بے۔" حمید اسے گھونسہ دکھا کر حلق کے بل چیخا۔ نوکر سہم کر پیچھے ہٹ گیا۔

"جاؤ۔۔۔۔!" فریدی نوکر کی طرف مڑ کر بولا۔ وہ چپ چاپ کھسک گیا۔

"یہ کیا حرکت تھی؟" اس نے حمید کو مخاطب کیا۔

"جھینپ مٹا رہا تھا۔" حمید نے بڑے خلوص سے کہا۔

"جانتے ہو! وہ لوگ کیڈیلاک بھی لے گئے۔" فریدی بگڑ کر بولا۔

"ارے۔" حمید کے چہرے پر سچ مچ اضمحلال طاری ہو گیا۔ جس میں شرمندگی کے آثار بھی شامل تھے۔

"بڑے فطرت شناس بنے پھرتے ہیں عورتوں کے۔" فریدی کا منہ بگڑ گیا۔

"میں اپنی غلطی پر نادم ہوں۔"

"کدھر سجدہ کروں۔" فریدی ہنس پڑا۔ "کیڈی کے جانے کا اتنا غم نہیں جتنی اس بات کی خوشی ہے کہ زندگی میں پہلی بار تمہارے چہرے پر ندامت کے آثار دیکھ رہا تھا۔"

"میری ہی بدولت یہ سب کچھ ہوا۔" حمید نے کہا۔

"اب تو دعویٰ نہیں کرو گے۔ عورتوں کو سمجھنے کا۔"

"ضروری نہیں کہ ہمیشہ دھوکہ ہی کھاتا رہوں۔" حمید بولا۔

"دنیا جانتی ہے کہ عورتوں میں صرف ماں کے آنسو سچے ہوتے ہیں۔" فریدی سگار سلگاتا ہوا بولا۔

"لیکن کیڈی۔"

"مل جائے گی کہیں نہ کہیں۔ وہ اپنے ساتھ عذاب نہیں رکھیں گے۔ کیڈی کہیں نہیں جا سکتی۔"

"لیکن وہ لوگ تو نکل ہی گئے۔"

"مجھے اس کی بھی پرواہ نہیں۔ کیونکہ میں اس عورت کی شخصیت سے واقف ہو گیا ہوں۔"

"کون ہے۔"

"جے سیکا۔"

"کیا؟" حمید تقریباً اچھل پڑا۔ "مگر جے سیکا کس طرح! اسکی تصویر میرے ذہن میں ہے۔"

"یہ نہ بھولو کہ وہ بھی بھیس بدلنے میں اپنا ثانی نہیں رکھتی اور ایک بہترین اداکارہ بھی ہے اس کا اندازہ تو تمہیں اسی وقت ہو گیا ہو گا۔"

"تو کیا آپ نے اسے پہچان لیا تھا۔"

"نہیں! کاش ایسا ہوتا۔ وہ کئی بار مجھے دھوکہ دے کر نکل چکی ہے۔ لیکن اب کی ایسا نہیں ہو گا۔"

"پھر آپ نے اسے کس طرح پہچانا۔"

"جس استرے سے وہ مونچھیں صاف کیا کرتی تھی، اس کے دستے پر اس کی انگلیوں کے نشانات ملے ہیں۔ اس کی انگلیوں کے نشانات جنہیں میں ایک ہی نظر میں پہچان سکتا ہوں۔ حمید اس بار اسے سلاخوں کے پیچھے دیکھنا چاہتا ہوں۔"

ایک لاش

جے سیکا ایک ایسی عورت تھی جس کے کارناموں کو صحیح معنوں میں محیر العقول کہا جاسکتا تھا۔ نسلاً وہ ایک اینگلو انڈین تھی۔ کافی تعلیم یافتہ اور کئی زبانوں کی ماہر تھی۔ ماہریوں کہ اسے ان

زبانوں کے لہجوں پر بھی قدرت حاصل تھی۔ خصوصاً اردو تو اس طرح بولتی تھی جیسے وہ اس کی مادری زبان ہو۔ پولیس پچھلے تین برسوں سے اس کی گرفتاری کے لئے کوشاں تھی لیکن اسے ہمیشہ ناکام ہی رہنا پڑتا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ وہ میک اپ کی بھی ماہر تھی۔ اس کے خلاف ابھی تک صرف دھوکہ دہی اور بلیک میلنگ ہی کے الزامات تھے۔ قتل سے اس کے ہاتھ رنگین نہیں ہوئے تھے یا ہو سکتا ہے کہ وہ قاتلہ بھی رہی ہو لیکن پولیس کو اس کا علم نہ ہو۔ اکثر مجرم اس معاملے میں بڑے خوش قسمت ہوتے ہیں۔

فریدی عرصہ سے اُس کے چکر میں تھا۔ مگر یہ حقیقت ہے کہ کبھی اس نے دل لگا کر اس کے لئے کوشش نہیں کی تھی۔ ہمیشہ یہی سوچ کر رہ جاتا تھا کہ عورت ہی تو ہے جب چاہوں گا گرفت میں لے لوں گا۔ بہر حال جے سیکا ہر طرف سے بے پرواہ اپنے مقاصد کے حصول میں لگی رہی تھی۔ اس نے ملک کے کئی بڑے بڑے دولت مندوں کو بلیک میل کر کے ان سے خاصی رقمیں اینٹھی تھیں۔ ویسے اس کا ایک کارنامہ خاص طور سے مشہور تھا جس میں اس نے ملک کے ایک مشہور کروڑ پتی کا دیوالہ نکال دیا تھا۔ اس بے چارے کو دراصل فلمی پریوں سے عشق لڑانے کا خبط تھا۔ جے سیکا اس سے ایک فلمی اسٹار کے بھیس میں ملی۔ ایک ایسی فلم سٹار کے بھیس میں جس کا شمار ملک کی بہترین ایکٹریسوں میں ہوتا تھا۔

نتیجہ یہ ہوا کہ سیٹھ صاحب دیوالیہ ہو گئے اور جب یہ راز کھلا تو ان کے پاس دماغ کے علاوہ کوئی اور ایسی چیز نہ رہ گئی تھی جسے کھو دینے پر انہیں افسوس ہوتا۔ لہٰذا انہیں پاگل خانے کی راہ لینی پڑی، جہاں وہ اب بھی قیام پذیر ہیں۔

بہر حال وہ اب تک قانون کے شکنجوں سے بچی ہوئی تھی۔

فریدی کی زبانی جے سیکا کا نام سن کر حمید الجھن میں پڑ گیا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ شائد فریدی کو پہچانتی تھی تب ہی تو اُس نے فریدی کو اُلو بنانے کے لئے خود اسی کا حوالہ دیا تھا.... لیکن پھر؟ اگر وہ فریدی کو پہچانتی تھی تو اسے بھی پہچانتی رہی ہوگی۔ مگر یہ بات اس کی سمجھ میں نہ آئی۔ وہ سوچنے لگا کہ اگر وہ اس سے واقف ہوتی تو ہوٹل ڈی فرانس میں اس بہرا پن والی ایکٹنگ کے دھوکے میں نہ آتی.... پھر؟.... وہ سوچتا رہا۔ حتیٰ کہ اسے نیند آ گئی.... اور رات بھر خواب میں اس کے سر پر ہتھوڑے چلتے رہے۔

دوسری صبح بیدار ہوتے ہی اُس نے فریدی کی زبانی یہ خوشخبری سنی کہ کیڈی لاک باٹم روڈ کے چوراہے پر کھڑی ہوئی مل گئی۔

"اور ذرا اسے دیکھو۔" فریدی کاغذ کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا حمید کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔ جس پر تحریر تھا۔ "فریدی صاحب! آپ بہت بڑے آدمی ہیں لہٰذا چھوٹے چھوٹے معاملات میں آپ کی دخل اندازی کسی طرح نہیں برداشت کی جا سکتی۔ پچھلی رات دھوکا کھا جانے کا شکریہ۔ اور میں عرصے تک اس بات پر فخر کر سکوں گی کہ مجھے آپ کی کیڈی پر سفر کرنے کا شرف حاصل ہو چکا ہے۔ خط کے ساتھ ہی دس روپے کا ایک نوٹ بھی چھوڑے جا رہی ہوں تاکہ آپ کو مجھ پر غصہ نہ آئے۔ بہر حال کیڈی کے جائز استعمال کے سلسلے میں یہ حقیر معاوضہ قبول فرمائیے۔ اگر میں خوش قسمتی سے سرجنٹ حمید کو بھی پہچانتی ہوتی تو آپ کو تکلیف نہ اٹھانی پڑتی.... خیر.... بہت بہت شکریہ۔ شائد آپ کے فرشتے بھی نہ جان سکیں کہ میں کون ہوں اور کیا کر رہی ہوں۔ بہر حال بہت سی دعائیں اور لاتعداد پیار قبول فرمائیے۔"

"لاتعداد پیار۔ قبول فرمائیے۔" حمید اپنا داہنا گال رگڑتا ہوا بولا۔

"پھر بہکے۔" فریدی اسے گھورنے لگا۔

"اوہ.... لاحول ولا قوۃ.... خیر کوئی بات نہیں۔ ویسے میرا خیال ہے کہ وہ آپ پر جان دینے لگی ہے۔"

"بکومت۔"

"اوہ تو کیا آپ بھی.... خدا میری مغفرت کرے۔"

"چوٹ ہی پر ہاتھ رسید کر دوں گا۔ سیدھے ہو جاؤ۔"

"سیدھا ہو گیا۔" حمید نے سنجیدگی سے کہا اور پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔

تھوڑی دیر خاموشی رہی پھر فریدی بولا۔

"مجھے افسوس ہے کہ وہ کیمرہ بھی ہاتھ سے نکل گیا۔"

"کیوں؟ اس سے کیا ہوتا؟.... کیا وہ تصویر...."

"نہیں! تصویر تو فضول ہی ہو چکی تھی۔ ظاہر ہے کہ تم دونوں میک اپ میں تھے۔" فریدی نے کہا۔ "بات دراصل یہ ہے کہ بناوٹ کے اعتبار سے وہ کیمرہ میرے لئے بالکل ہی نیا تھا۔"

"تو پھر....؟"

"کچھ بھی نہیں؟" فریدی اٹھتا ہوا بولا۔

"یہ بد حواسی۔" حمید ہنس پڑا۔ "غالباً یہ ان لاتعداد پیاروں کا اثر ہے۔ مگر دعائیں بھی تو لکھ
ہیں ظالم نے.... بعض محبوباؤں میں بھی بڑی ماما ہوتی ہے۔"

"جسے صرف تم ہی محسوس کر سکتے ہو۔" فریدی نے مسکرا کر کہا۔ "پچھلی رات شائد تمہاری
سعادت مندی ہی زور کر گئی تھی۔"

حمید جواب دینے کے بجائے ہلکی آواز میں سیٹی بجانے لگا۔

تھوڑی دیر بعد ناشتے کی میز پر پھر جے سیکا کے متعلق گفتگو چھڑ گئی۔

"پتہ نہیں اس کے ساتھ اور کتنے تھے۔"

"کب....؟"

"پچھلی رات کو۔"

"ان دونوں کے علاوہ اس عمارت میں اور کوئی نہیں تھا۔" فریدی نے کہا۔

"میرا خیال بھی یہی ہے۔" حمید ہونٹ سکوڑ کر بولا۔ "بلکہ میں تو یہاں تک کہنے کے لئے
تیار ہوں کہ ہم دونوں بھی اس عمارت میں نہیں تھے۔"

فریدی ہنسنے لگا۔

"کیوں؟ کیا میں نے کوئی غلط بات کہی تھی۔" اس نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"قطعی نہیں! آپ تو بانسری بجا رہے تھے۔"

"اوہ! غالباً اس فائر اور اس چیخ نے تمہیں غلط راستے پر لگا دیا ہے۔"

"کہیں میں خواب تو نہیں دیکھ رہا ہوں۔" حمید اپنے سر پر بندھی ہوئی پٹی پر ہاتھ پھیرتا ہوا بولا۔

"خیر ابھی ہم وہیں چلتے ہیں۔" فریدی سگار سلگاتا ہوا بولا۔

ناشتہ ختم کرنے کے بعد انہوں نے لباس تبدیل کیا اور اسی عمارت کی طرف چل پڑے
جہاں پچھلی رات حمید شہادت کے درجے پر فائز ہوتے ہوتے رہ گیا تھا۔

عمارت سنسان پڑی تھی۔ سب سے پہلے وہ اس کمرے میں پہنچے جہاں انہوں نے جے سیکا اور
اس کے ساتھی سے گفتگو کی تھی۔ فریدی چند لمحے اس صوفے کو گھورتا رہا جس پر جے سیکا بیٹھی

رو رہی تھی۔ پھر حمید کو وہیں ٹھہرنے کا اشارہ کر کے کمرے سے چلا گیا۔ حمید کھڑا ہو کر اس کا
انتظار کرتا رہا۔ تقریباً دس منٹ بعد فریدی لوٹ آیا۔ پھر حمید نے اس کو اسی صوفے پر بیٹھتے دیکھا،
جس پر رات کو جے سیکا بیٹھی تھی۔

"حمید صاحب تیار ہو جایئے۔" فریدی مسکرا کر بولا۔

"کس لئے؟"

"دوسری چوٹ نہ کھاؤ گے۔"

"بحمد للہ کہ قطعی بھوک نہیں۔" حمید پیٹ پر ہاتھ پھیرتا ہوا بولا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے
میں قریب ہی کہیں ایک فائر ہوا اور ساتھ ہی کسی کی چیخ بھی سنائی دی۔ حمید بوکھلا کر چاروں
طرف دیکھنے لگا۔

فریدی ہنس رہا تھا۔

"دیکھا تم نے۔"

"آخر یہ ہے کیا بلا۔"

"جے سیکا کی ذہانت کا ایک حسین ثبوت۔ سچ مچ شیطان کی بھتیجی ہے۔"

"لیکن میں نے تو سنا ہے کہ آپ کی کوئی بھتیجی ہی نہیں۔" حمید نے حیرت سے کہا۔

"ٹھیک سنا ہے تم نے۔" فریدی اٹھتا ہوا بولا۔ "آؤ اب میں تمہیں ایک چیز دکھاؤں۔"

اس نے صوفے کے ہتھے کو ٹٹول کر ایک جگہ کا کپڑا پھاڑ دیا۔ پھر حمید کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔

"ذرا دیکھنا یہاں اس بٹن کا کیا مقصد ہو سکتا ہے۔"

حمید نے جھک کر صوفے کے ہتھے پر لگے ہوئے سوئچ پر ہاتھ رکھ دیا۔ فائر اور چیخ کی آواز پھر
سنائی دی۔ حمید معنی خیز انداز میں فریدی کی طرف دیکھنے لگا۔ اب فریدی فرش پر بچھا ہوا قالین
الٹ رہا تھا۔

"اور یہ دیکھو۔" وہ آہستہ سے بڑبڑایا۔ "ان تاروں کا سلسلہ اس بٹن سے اس جگہ تک گیا ہے
جہاں وہ مشین فٹ ہے۔"

"مشین....!"

"ہاں ایک چھوٹی سی مشین ہے جسے میں اپنے عجائبات میں رکھنا پسند کروں گا.... آؤ۔"

وہ دونوں دو چھوٹے چھوٹے کمروں سے گزر کر ایک بڑے کمرے میں پہنچے، جہاں بارود کی بو پھیلی ہوئی تھی۔ فریدی ایک میز کے قریب جا کر رک گیا جس پر ریڈیو رکھا ہوا تھا۔

"یہ کیا ہے۔" فریدی نے ریڈیو کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"تربوز.....!"

"دلچسپی نہیں لے رہے ہو شائد تم۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ پھر اُس نے ریڈیو کے سامنے والا ڈھکن الگ کر دیا اور اندر کی مشین کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "اس طرف وہ حصہ ہے جس سے فائر ہوتا ہے اور ادھر یہ دو چھوٹے پہیئے.... جب یہ تیزی سے گردش کرتے ہوئے ایک دوسرے سے ٹکراتے ہیں تو چیخ کی آواز پیدا ہوتی ہے کیوں ہے نا شاندار.... تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ بہت ذہین عورت ہے۔"

"کاش آپ سے اس کا جوڑا لگ سکتا۔"

"کسی وقت تو اپنا ذہن ان لغویات سے خالی رکھا کرو۔" فریدی جھنجھلا کر بولا۔

"اس کیس میں نہیں۔" حمید نے سنجیدگی سے کہا۔ "آپ کسی دوسرے موقعے پر مجھے نصیحت کر سکتے ہیں۔ مجھے ایک عورت نے چوٹ دی ہے، فریدی صاحب بہت ممکن ہے کہ دنیا کا نقشہ ہی بدل جائے، جے سیکا میرا شکار ہے اور آپ جانتے ہیں کہ میں اپنے شکار کو ذبح نہیں کرتا۔"

"دیکھو تمہارے سر کی پٹی ڈھیلی ہو رہی ہے۔" فریدی مسکرا کر بولا۔

"خیر دیکھئے گا۔" حمید نے کہا اور تن کر دوسری طرف دیکھنے لگا۔

"تمہارے بس کی عورت نہیں حمید صاحب۔"

"اسی لئے میں آپ کے ساتھ جوڑا لگا رہا تھا۔" حمید ہونٹ سکوڑ کر بولا۔

"خیر اب اتنی بھی ذہین نہیں۔"

"تو کیا آپ مجھے اتنا گھٹیا سمجھتے ہیں کہ میں جے سیکا پر بھی ہاتھ نہ ڈال سکوں گا۔"

"نہیں تو! ضرور ڈالو! میں نے روکا تو نہیں۔ خیر ختم کرو یہ باتیں پچھلی رات میں اس عمارت کا اچھی طرح جائزہ نہیں لے سکا تھا۔"

وہ دونوں اس کمرے سے نکل کر دوسرے کمروں کے چکر لگانے لگے۔ حمید کچھ بیزار بیزار سا نظر آ رہا تھا اور حرکات و سکنات سے جھنجھلاہٹ بھی مترشح تھی۔ فریدی آگے بڑھتا تھا تو وہ رک

جاتا اور جب فریدی کہیں رکتا تو حمید اس طرح اسے نظر انداز کر کے آگے بڑھ جاتا جیسے اسے وہاں فریدی کی موجودگی کا علم ہی نہ ہو۔

دفعتاً اُس نے فریدی کی تحیر زدہ آواز سنی اور پلٹ کر اُس کی طرف دیکھنے لگا۔ فریدی ایک کمرے کا دروازہ کھولے کھڑا تھا۔ حمید رک گیا۔ اتنے میں فریدی نے اس کی طرف مڑ کر دیکھا۔ حمید نے اس کی آنکھوں میں الجھن کے آثار دیکھے۔ وہ دروازے کی طرف بڑھا اور پھر اسے سچ مچ جھرجھری آ گئی۔ کمرے کے فرش پر جے سیکا کے بدصورت ساتھی کی لاش پڑی ہوئی تھی۔ کسی نے اس کے پیٹ میں چھری مار کر آنتیں تک باہر نکال لی تھیں۔

فریدی خاموشی سے لاش پر جھکا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اُس نے سر اٹھا کر کہا۔

"اسے یہاں نہیں قتل کیا گیا۔ لاش کہیں باہر سے لائی گئی ہے اور اس بات کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ خون کی ایک بوند بھی کہیں نہ ٹپکنے پائے۔ مگر پچھلی رات سے اب تک یہاں پہرہ لگا رہا ہے۔ آخر یہ لاش یہاں آئی کس طرح؟"

حمید تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔

"کیوں؟ کیا آپ ابھی جے سیکا کی ذہانت کے قصیدے نہیں پڑھ رہے تھے۔"

"جے سیکا۔" فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "یہ جے سیکا کی حرکت نہیں ہو سکتی۔"

"کیوں....؟"

"ظاہر ہے کہ لاش کو یہاں لانے میں کافی دشواری پیش آئی ہو گی۔ بہرحال یہ کسی نہ کسی طرح یہاں لائی گئی۔ اگر وہ جے سیکا ہوتی تو یہاں سے خالی ہاتھ واپس نہ جاتی۔ کم از کم اپنی وہ حیرت انگیز مشین تو لے ہی گئی ہوتی۔ نہیں جے سیکا نہیں ہو سکتی۔ میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں وہ اس طرح کے خطرات نہیں مول لیتی۔ یہاں اس لاش کی موجودگی کا یہی مطلب ہو سکتا ہے کہ کسی نے یا تو پولیس کو چیلنج کیا ہے یا پھر وہ جے سیکا کو خوفزدہ کرنا چاہتا ہے۔"

"یہ آپ کس طرح کہہ سکتے ہیں۔"

"شائد تم یہ بھول رہے ہو کہ جے سیکا بھی اب تک کچھ تو کرتی رہی ہے۔ آخر وہ بڑی مونچھ والوں کو تختہ مشق کیوں بنائے ہوئے تھی۔ میرے خیال سے تو اس کا یہی مطلب ہو سکتا ہے کہ اسے کسی خاص آدمی کی تلاش تھی، جس کی مونچھ مونڈ دینے کے بعد وہ اسے پہچان لینے کی بھی

توقع رکھتی تھی۔ ہو سکتا ہے کہ وہ کوئی خطرناک آدمی ہو اور اس طرح اس نے جے سیکا کو خوفزدہ کر کے اس کی سرگرمیوں کو روکنے کی کوشش کی ہو..... بہر حال میں یہی سمجھنے پر مجبور ہوں کہ جے سیکا کی حرکت نہیں ہو سکتی۔"

فریدی تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر بولا۔

"ذرا پہرے داروں کے انچارج کو بلاؤ۔"

حمید کے جانے کے بعد فریدی پھر لاش کی طرف ہو گیا۔ اس کے ماتھے پر گہری لکیریں ابھر آئی تھیں۔ حمید واپس آ گیا۔ پہرے داروں کے انچارج کی بدحواسی قابل دید تھی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے موت کا فرشتہ اس کی روح کی بنیادوں پر ضربیں لگا رہا ہو۔

"میں جانتا ہوں کہ تم اس سے لاعلم ہو۔" فریدی نرم لہجے میں بولا۔

"یقین کیجئے کہ ہم رات بھر ہوشیار رہے ہیں۔"

"لیکن اس سے غافل رہے کہ عمارت کا پچھواڑہ بھی ہوا کرتا ہے۔ خیر یہاں اس لاش کے پاس ٹھہرو۔"

فریدی اور حمید کمرے سے نکل آئے۔ وہ دونوں عمارت کے آخری کنارے کی طرف جا رہے تھے۔ بہر حال انہیں جلد ہی وہ جگہ مل گئی جہاں سے لاش اندر لائی گئی تھی۔

اس کے لئے مجرموں نے کوئی حیرت انگیز طریقہ نہیں اختیار کیا تھا۔ عمارت کی پشت سے نقب لگائی گئی تھی۔ فریدی نقب کے مہرے سے باہر نکل گیا۔ حمید نے بھی اس کی تقلید کی۔

"اتنی احتیاط کے باوجود بھی مجرم چوک ہی گئے۔" فریدی بولا۔

"کیوں.....؟"

"یہ نشان! ادھر دیوار پر.....!"

دیوار پر خون بھری ہوئی تین انگلیوں کے نشان تھے۔

"میرا تو یہی خیال ہے کہ یہ حرکت صرف جے سیکا ہی کی ہو سکتی ہے۔" حمید نے کہا۔ "ممکن ہے اپنے ساتھی پر سے اس کا اعتماد اٹھ گیا ہو۔"

"لیکن حمید صاحب! آخر وہ اسے یہاں کیوں لائی۔"

"پولیس کو سراسیمگی میں مبتلا کرنے کے لئے۔"

"میں اسے اچھی طرح جانتا ہوں۔" فریدی بولا۔ "وہ صرف ایک ذہین اور چالاک عورت ہے۔ اس نے پولیس کو کبھی چیلنج نہیں کیا۔ وہ الجھاوؤں سے دور بھاگتی ہے۔"

حمید کچھ نہ بولا.... اور پھر فریدی نے بھی خاموشی اختیار کر لی۔ تقریباً ایک گھنٹے کے بعد محکمہ سراغرسانی کے فنگر پرنٹ سیکشن کے فوٹوگرافر بھی وہاں پہنچ گئے۔

فریدی نے پولیس کو ابھی تک ان معاملات کے متعلق اندھیرے ہی میں رکھا تھا لیکن اب اسے پوری روداد دہرانی پڑی۔

لاش اٹھ جانے کے بعد فریدی اور حمید کافی دیر تک اس عمارت میں ٹھہرے رہے۔ دونوں کے ذہن دو مختلف راستوں پر بھٹک رہے تھے۔ حمید کو یقین تھا کہ اس حرکت کی ذمہ دار جے سیکا ہی تھی۔

گونگی لڑکی

واپسی پر سرجنٹ حمید پھر چہکنے لگا تھا۔ لیکن اگر اسے اس کا علم ہوتا کہ گھر پر اس کی شامت اس کا انتظار کر رہی ہے تو شائد وہ فریدی کو اس طرح نہ چھیڑتا۔ وہ جے سیکا ہی والے مسئلے پر اسے تنگ کر رہا تھا۔

"مائی ڈیئر فریدی صاحب۔" وہ کہہ رہا تھا۔ "مجھے یقین ہے کہ آپ جے سیکا کی طرف جھک رہے ہیں یہی وجہ ہے کہ اسے قاتل قرار دینے میں آپ کو تامل ہے۔"

"دماغ مت چاٹو۔"

"میں آپ کا دل چاٹ جاؤں گا کیونکہ اس میں فی الحال کسی تصویر.....!"

"شٹ اپ.....! مجھے سوچنے دو۔"

"عشق کو سوچ بچار سے کیا تعلق۔ عشق تو اندھا ہوتا ہے لہٰذا اندھوں کو سوچنے کا کوئی حق حاصل نہیں۔"

"فضول باتیں مت کرو۔" فریدی جھنجھلا کر بولا۔ "جب کوئی ڈھنگ کی بات نہیں سوجھتی تو بے تکی ہانکنے لگتے ہو۔"

حمید خاموش ہو گیا۔ جے سیکا سے ایک بار پھر ٹکرانے کی خواہش اس کے ذہن میں جڑ پکڑتی جا رہی تھی۔ اس سے قبل کبھی کسی مجرم سے اس نے اتنی پرخاش نہیں محسوس کی تھی۔ اس نے کئی بار جرائم پیشہ عورتوں سے دھوکا کھایا تھا لیکن یہ واقعہ نوعیت کے اعتبار سے ایسا نہیں تھا جسے وہ سرسری طور پر ٹال دیتا۔ جے سیکا کا خیال آتے ہی وہ جھنجھلاہٹ میں اس بات کا فیصلہ نہیں کر پاتا تھا کہ موقع ملنے پر اُس کے ساتھ کیا برتاؤ کرے گا۔

”مجھے حیرت ہے۔“ حمید تھوڑی دیر بعد سنجیدگی سے بولا۔ ”کہ آپ اسے آج تک نظر انداز کیوں کرتے رہے۔“

”فرصت ہی نہیں ملی کہ اس کی طرف دھیان دیتا۔“

”ہم سے بڑی غلطی ہوئی۔“ حمید نے کہا۔

”کیسی غلطی؟“

”ہمیں فی الحال اس کے ساتھی کی لاش دبا دینی چاہئے تھی۔“

”اس سے ہوتا کیا؟“

”ہوتا کیا؟ میں اس کا بھوت بن کر جے سیکا کو کھا جاتا۔“ حمید نے کہا۔

”یعنی اس کا میک اپ۔ قطعی فضول تھا۔ اس طرح ہم اس کے قاتلوں کو کبھی نہ پا سکتے۔ وہ گئی جے سیکا۔ تو تم اسے اسی وقت پکڑ سکتے ہو لیکن میں اسے فضول ہی سمجھتا ہوں کیونکہ اس سے بھی ہم قاتلوں تک نہ پہنچ سکیں گے۔“

”اونہہ....!“ حمید اکتا کر بولا۔ ”چلئے میں اسے تسلیم کئے لیتا ہوں کہ جے سیکا اس کی قاتل نہیں ہے، لیکن اسے حراست میں لے لینے میں کیا حرج ہے۔ اس طرح کم از کم اس ہڑبونگ کا مقصد تو ظاہر ہو جائے گا۔“

”میں یہی بہتر سمجھوں گا کہ تم صرف اس کا تعاقب کرتے رہو۔ اس کی حرکات و سکنات پر کڑی نگرانی رکھو۔“

”اس کے خیال کا تعاقب کروں۔“ حمید نے چڑھ کر کہا۔

”بتاؤں گا۔ زیادہ جلدی کی ضرورت نہیں۔“

گھر پہنچ کر انہیں ایک لفافہ ملا جس پر فریدی کا نام اور پتہ ٹائپ کیا ہوا تھا۔ نوکر نے بتایا کہ ان

کی عدم موجودگی میں ایک عورت ان سے ملنے کے لئے آئی تھی۔ تھوڑی دیر تک انتظار کرتی رہی پھر وہی لفافہ چھوڑ کر چلی گئی۔

لفافہ کھولتے ہی فریدی کے منہ سے تحیر زدہ سی آواز نکلی۔ حمید بھی جھک پڑا لیکن دوسرے ہی لمحے میں طرح طرح کے منہ بننے لگے۔ لفافے سے خط کے ساتھ ہی ایک تصویر بھی برآمد ہوئی تھی.... اور وہ تصویر.... ایسی تھی کہ فریدی حمید کی طرف گھورے بغیر نہ رہ سکا۔

”خدا کی قسم....!“ حمید حلق پھاڑ کر بولا۔ ”میں نے آج تک اس عورت کی شکل بھی نہیں دیکھی۔“

فریدی فی الحال اس کی طرف سے توجہ ہٹا کر خط پڑھنے میں مشغول ہو گیا تھا۔

”مائی ڈیئر فریدی صاحب۔

میرا ساتھی رات سے غائب ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وہ آپ کے ہاتھ پڑ گیا ہے۔ لہٰذا خیریت اسی میں ہے کہ چپ چاپ اسے رہا کرا دیجئے ورنہ پھر آپ اس تصویر کا مطلب تو سمجھ ہی گئے ہوں گے۔ میں تین بجے تک اس کی رہائی کا انتظار کروں گی اگر کوئی بات میری توقع کے خلاف ہوئی تو میں اپنا کام کر گزروں گی۔“

”یہ تصویر جعلی نہیں معلوم ہوتی۔“ فریدی خشک لہجے میں بولا۔ ”مجھے یقین ہے کہ یہ کیمرہ ٹرک نہیں ہو سکتی۔“

”میں کس طرح یقین دلاؤں کہ میں نے یہ صورت آج تک خواب میں بھی نہیں دیکھی۔“ حمید بوکھلا کر بولا اور فریدی کے ہاتھ سے خط لے کر پڑھنے لگا۔ اس کے بعد کچھ دیر تک اس کی نظریں تصویر پر جمی رہیں.... اور پھر یکایک چونک کر کہنے لگا۔ ”مگر یہ صوفہ.... کیا یہ وہی صوفہ نہیں ہے جس پر کل رات جے سیکا میرے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی۔“

”ہے تو وہی....!“ فریدی پُرخیال انداز میں بولا۔

”اور اس عورت کی پوزیشن بھی وہی ہے، جو تصویر لیتے وقت جے سیکا کی تھی۔“

”میرے خیال سے یہ بھی درست ہے۔“ فریدی نے کہا۔

”لیکن پھر اس کی صورت کس طرح بدل گئی۔“ حمید بڑبڑایا۔

”اسی لئے میں پھر اسی کیمرے کی ساخت کے متعلق سوچنے لگا ہوں۔“

”تو کیا وہ کوئی میک اپ توڑ کیمرہ ہے۔“

"سو فیصدی یہی بات تھی۔ لیکن کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ جے سیکا کی اصلی صورت ہے۔"

"کیوں؟" حمید چونک کر بولا۔ "ایسی صورت میں اور کیا کہہ سکتا ہوں۔"

"قطعی نہیں! حمید صاحب! تم بڑے جنجال میں پھنس گئے ہو۔"

"کیوں؟"

"کیا اس عورت کی تصویر بھی تم نے پہلے کبھی نہیں دیکھی۔"

"نہیں.... کبھی نہیں۔"

"دلاور نگر کے سیٹھ جگومل کی گونگی بھانجی کے اغواء کے متعلق بھی کچھ جانتے ہو۔"

"بس اتنا ہی کہ آج سے ایک ماہ قبل وہ غائب ہو گئی تھی۔"

"اور ابھی تک غائب ہے۔" فریدی نے کہا۔ "بیٹے حمید خاں تمہارے ساتھ یہ اسی کی تصویر ہے۔"

"کیا....؟ نہیں.... بھلا یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ کیا کل رات والی عورت گونگی تھی۔"

"گونگی تو نہیں تھی لیکن اس نے دوہرا میک اپ ضرور کر رکھا تھا۔ اپنی اصلی صورت پر کلاوتی کا میک اپ کر رکھا تھا اور اس پر دوسرا جس میں وہ پروین کے نام سے یاد کی جاتی تھی۔"

فریدی تھوڑی دیر تک خاموش رہا پھر بولا۔

"مگر وہ کیمرہ! مجھے حیرت ہے کہ وہ جے سیکا کے پاس کہاں سے آیا۔"

"کیوں؟"

"ایسے کیمرے صرف لندن کے اسکاٹ لینڈ یارڈ کے لئے مخصوص ہیں۔ اس ساخت کے کیمرے دنیا میں اور کہیں نہیں۔ سخت حیرت ہے۔ آخر جے سیکا.... اور پھر وہ اس کے صحیح استعمال سے بھی واقف معلوم ہوتی ہے۔"

"صحیح استعمال سے.... کیا مطلب....؟"

"ان کی ٹیکنیک ہے۔ یہ ہر ایک قسم کے میک اپ کی تہوں سے گزر کر اصلی صورت کی تصویر لیتے ہیں۔"

"لیکن یہ جے سیکا کی اصلی صورت تو نہیں۔" حمید نے کہا۔

"وہی بتانے جا رہا ہوں اگر میک اپ پر ریشم کے کپڑوں کا ایکسٹریکٹ لگا لیا جائے تو ما البنفشی کرنیں میک اپ سے گزر کر جلد کی اصلی سطح تک نہیں پہنچ پاتیں اس لئے اصلی شکل ک

تصویر بھی نہیں آتی۔ یہ کیمرے دراصل ایکسرے کی بنیادوں پر بنائے گئے ہیں۔ ہاں تو کہنے کا مطلب یہ کہ اس نے اپنی صورت پر اُس گونگی لڑکی کلاوتی کا میک اپ کر کے اس پر ریشم کے کپڑوں کا ایکسٹریکٹ لگایا اور پھر اس پر سے پروین والا میک اپ....!"

فریدی خاموش ہو کر سگار سلگانے لگا۔ تھوڑی دیر تک اُس کی پیشانی پر شکنیں ابھری رہیں اور پھر آنکھوں میں وہی پہلی سی نیم غنودگی کے آثار نظر آنے لگے۔

"اب بتاؤ" اس نے سگار کو ایش ٹرے پر رکھتے ہوئے حمید کو مخاطب کیا۔ "آخر اس دوسرے میک اپ کی کیا ضرورت تھی۔ اگر وہ لوگوں کو بلیک میل کرنے کے لئے یہ سب کچھ کرتی تھی تو دوہرے میک اپ کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔ اس صورت میں مونچھیں مونڈنے والی حرکت بھی تضیع اوقات اور پاگل پن سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔"

"آخر آپ کہنا کیا چاہتے ہیں۔" حمید اکتا کر بولا۔ وہ حقیقتاً اس تصویر میں الجھا ہوا تھا۔

"میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ معاملہ کچھ کچھ صاف ہو چلا ہے۔ اُس نے وہ دوہرا میک اپ صرف ایک آدمی کے لئے کیا تھا۔"

"کس کے لئے۔"

"اسی کے لئے جس کی اسے تلاش تھی۔ وہ کسی مقصد کے تحت اس کو اور کلاوتی کو یکجا کرنا چاہتی تھی۔"

"لیکن وہ ہے کون؟"

"اللہ میاں سے پوچھ کر بتاؤں گا۔" فریدی ہونٹ سکوڑ کر بولا۔ "تم مجھے غیب دان کیوں سمجھتے ہو۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ کچھ دیر خاموشی رہی۔ پھر فریدی گھڑی کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔

"بہر حال حمید صاحب ڈیڑھ بج رہا ہے۔ تین بجے تک اگر اُس نے اپنی دھمکی کو عملی جامہ پہنا دیا تو تمہارے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں نظر آئیں گی۔"

"کیوں کس لئے؟" حمید چونک پڑا۔

"کیا تم گونگی کلاوتی کے متعلق اتنا جانتے ہو کہ اسے اغوا کیا گیا ہے؟"

"پھر اور کیا جاننا چاہئے۔" حمید نے جھنجھلا کر کہا۔

"یہی کہ اس سازش کی وجہ تین کروڑ روپیوں کا بنک بیلنس ہے۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"تو اب اچھی طرح سمجھ لو۔ کیونکہ ہتھ کڑیوں اور بیڑیوں کی جھنکاریں پائل کی جھنکاروں طرح سرور انگیز نہیں ہوتیں۔ گونگی کلاوتی متوفی سیٹھ جیجومل کی اکلوتی لڑکی ہے۔ جیجومل وقت مر گیا تھا جب وہ بچہ تھی۔ مرتے وقت اس نے تین کروڑ کا بینک بیلنس چھوڑا تھا۔ وصیت کے مطابق کلاوتی کا ماموں اس کا متولی قرار پایا۔ بالغ ہو جانے کے بعد وہ ان تین کروڑ روپیوں براہِ راست مالک ہو جائے گی۔ یعنی تین ماہ بعد وہ اس کی حق دار ہو جائے گی۔ کسی نے اس سے پہلے ہی اُسے اڑا دیا۔ اب اگر وہ تین ماہ گزر جانے کے بعد شادی شدہ حیثیت میں منظر عام پر آتی ہے سیٹھ جگومل کا پتہ ہی کٹا۔ سمجھو.... غالباً اب بالکل ہی سمجھ گئے ہو گے۔"

"میں اس جے سیکا کی بچی کو ذبح کر ڈالوں گا۔" حمید اٹھتا ہوا بولا۔

"کیا فائدہ ہو گا اس سے۔ اگر تمہیں گھنٹے کے لئے بھی حوالات نصیب ہوئی تو میں تمہیں گولی مار دوں گا۔ کیا سمجھے۔"

"تو پھر میں کیا کروں۔"

"جے سیکا کا تعاقب۔"

"پھر آپ نے وہی کہا۔" حمید جھنجھلا کر بولا۔ "کیا ہوا کا تعاقب کروں۔"

"میں ابھی بتاؤں گا۔ اب اٹھو۔ تمہارے چہرے پر تھوڑا رندا چلا دیا جائے۔ ورنہ.... تم جانتے ہی ہو۔"

وہ اسے ساتھ لے کر تجربہ گاہ کی طرف جانے لگا۔ ایک نوکر کو ہدایت کر دی کہ اگر کوئی فون آئے تو اسے بلا لیا جائے۔

تھوڑی دیر بعد حمید کے چہرے کی مرمت شروع ہو گئی۔

"کیا آپ جے سیکا کے ٹھکانے سے واقف ہیں۔" حمید نے پوچھا۔

"عرصے سے.... اس کے کئی ٹھکانے ہیں۔ فی الحال مجھے یہ معلوم کرنا ہے کہ وہ اس وقت کہاں ملے گی۔"

"کمال کرتے ہیں آپ بھی۔" حمید بھنا کر بولا۔ "جب آپ اس کے ٹھکانوں سے واقف

تھے تو آپ نے اسے اب تک ٹھکانے کیوں نہیں لگا دیا تھا۔"

"ضرورت نہیں سمجھی تھی۔"

"کیوں! کیا وہ بہت بڑے بڑے جرائم کی مرتکب نہیں ہوئی۔"

"ہوئی ہو گی۔ لیکن وہ ایسے نہیں تھے جن سے دلچسپی لیتا۔ عام طور پر بلیک میلنگ اس کا ذریعہ معاش رہی ہے اور اس کے شکار عیاش قسم کے دولت مند لوگ ہی ہوتے ہیں۔ اونچے طبقے کے عیاش لوگوں سے مجھے ذرہ برابر بھی ہمدردی نہیں اور نہ مجھے ایسے قانون سے دلچسپی ہے جو ان کی عیاشیوں پر پردہ ڈالنا چاہتا ہے۔"

"بہت اونچے اڑ رہے ہیں آج۔" حمید مسکرا کر بولا۔

"کب نہیں اڑتا۔ اچھا باتیں بند۔ تمہارا اوپری ہونٹ یونہی ہر وقت دست بدعا رہتا ہے اور جب بولنے لگتے ہو تو ناک سے جا ملتا ہے۔ ذرا بھینچو اسے.... ٹھیک.... لیکن یاد رہے کہ میک اپ کے باوجود بھی تمہاری آنکھوں پر تاریک عینک ہونی چاہئے۔ جے سیکا کی نظریں بہت تیز ہیں، جو اسکاٹ لینڈ یارڈ کا مخصوص کیمرہ غائب کر سکتی ہے نری ڈیوٹ ہی نہ ہو گی۔"

"بہر حال اس کے دن پورے ہو گئے۔"

"اوہو....!" فریدی مسکرا کر بولا۔ "تم نے پہلے کیوں نہیں بتایا۔"

"کیا مطلب....!"

"اگر اسکے دن پورے ہو گئے ہیں تو تم پر کسی دائی یا نرس ہی کا میک اپ زیادہ مناسب رہتا۔"

حمید جھینپ کر دوسری طرف دیکھنے لگا۔

"عجیب بات ہے۔" فریدی نے ہنس کر کہا۔ "محاورہ ایک ہی ہے لیکن استعمال کے معاملے میں جنس کی تبدیلی کے ساتھ ہی اس کے معنی بھی بدل جاتے ہیں۔"

"محاورے پر ایک یاد آئی۔" حمید نے کہا۔ "ایک صاحب کی سسرال سے خبر آئی کہ ان کی بیوی کا پاؤں بھاری ہو گیا ہے۔ محاوروں کے معاملے میں ذرا کچے تھے۔ سمجھے شائد Elenantisis (فیل پا) ہو گیا ہے۔ فوراً گھبرا کر تار دیا کہ روپے بھیج رہا ہوں۔ علاج شروع کر دو۔ جواب میں بذریعہ تار پوچھا گیا کہ کس بات کا علاج۔ اس پر آپ نے ایک لمبا چوڑا تار روانہ کیا۔ مرض خطرناک۔ ابھی شروعات۔ علاج کارگر ہو جائے گا۔ ورنہ پھر زندگی بھر اس سے پیچھا

چھڑانا محال ہو جائے گا۔ وہاں سے جواب آیا جو شائد ان کے سسر نے دیا تھا کہ بزرگوں سے مذ
کرتے شرم نہیں آتی۔ اس پر بڑا تاؤ آیا ان حضرت کو اور یہ تو آپ جانتے ہیں کہ ہم لوگوں کو غ
عموماً اردو ہی میں آتا ہے۔ لہٰذا اس بار انہوں نے اردو میں خط لکھا۔ پتہ نہیں آپ لوگ کیسے
علاج کیجئے ورنہ منہ کی کھانی پڑے گی۔ روپے بھیج چکا ہوں۔ ایک ایک پائی میری بیوی کے علاج
صرف ہونی چاہئے۔ ورنہ میں اپنے قریب کسی ایسی عورت کا وجود برداشت نہ کرسکوں گا جس
ایک پاؤں یا دونوں پاؤں بھاری ہوں۔ اللہ آپ لوگوں کو عقل سلیم عطا فرمائے ادھر ان کے
سسرال والے بھی غالباً شاہ مدار اور غازی میاں کے معتقدین میں سے تھے۔ بُری طرح تاؤ
گئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ طلاق تک کی نوبت آگئی۔"

"بند کرو بکواس۔" فریدی جھنجلاہٹ میں اس کا اوپری ہونٹ دبا کر بولا۔ "منع کر دیا کہ با
مت۔"

"میک اپ کی ایسی تیسی۔" حمید جھلا کر الگ ہٹ گیا۔

"تمہاری مرضی! تین بجنے میں پچیس منٹ رہ گئے ہیں۔"

"میرے مرنے میں صرف پچیس منٹ رہ گئے ہیں۔" حمید حلق پھاڑ کر چلایا۔

فریدی نے پھر اسے کھینچ کھانچ کر سیدھا کیا اور اس کے چہرے کی مرمت پھر شروع ہوگئی۔

"کاش میں اپنی ماں کے پیدا ہونے سے پہلے ہی مر گیا ہوتا۔" حمید نے کچھ اس انداز میں
کہ فریدی کو بے ساختہ ہنسی آگئی۔ ساتھ ہی ایک نوکر نے تجربہ گاہ میں داخل ہو کر فون کی اطلا
دی۔ فریدی نیچے چلا گیا۔

میک اپ مکمل ہو چکا تھا اور حمید تحیر آمیز انداز میں بار بار آئینے کی طرف دیکھ رہا تھا۔
سوچ رہا تھا کہ کیا فریدی اسے مچھلی کے شکار کے چارے کے طور پر استعمال کرنا چاہتا ہے۔ پھ
خواہش اس کے دل میں چٹکیاں لینے لگی کہ کاش وہ اتنا ہی حسین اور پرکشش ہوتا۔

تھوڑی دیر بعد فریدی واپس آگیا۔

"اچھا حمید صاحب اب آپ جاسکتے ہیں۔ جمشید منزل نمبر ۱۴ میں مس مالا جگدیش تمہ
شکار ہے۔"

"یعنی جے سیکا۔"

"ہاں ہاں اس کے کئی نام ہیں، اور بے شمار شکلیں۔ اب دفع ہو جاؤ۔"

"میرے مرنے کے بعد آپ کی جائیداد کا وارث کون ہوگا۔" حمید بڑبڑاتا ہوا زینے طے کر رہا تھا۔

اپنی اپنی گھات

رات اپنے سیاہ بازو پھیلائے کائنات پر جھپٹ رہی تھی۔

سرجنٹ حمید چار بجے سے مس مالا جگدیش کے پیچھے لگا ہوا تھا۔ وہ اس وقت سے اب تک شہر کے مختلف حصوں کے چکر لگاتی رہی تھی۔ اس دوران میں حمید نے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ اپنے ساتھی کے قتل سے باخبر ہو گئی ہے۔ اس نے اسے پریس رپورٹروں سے اس کے متعلق پوچھ گچھ کرتے سنا تھا۔

تقریباً سات بجے وہ کیفے کاسینو میں داخل ہوئی۔ یہ اطالوی طرز کا ایک صاف ستھرا کیفے تھا اور اتنا مہنگا بھی نہیں تھا کہ متوسط طبقے کے لوگ اس کی طرف دیکھنے کی بھی ہمت نہ کر سکتے۔

مس مالا یا جے سیکا بھری ہوئی میزوں پر ایک اچٹتی سی نظر ڈالتی ہوئی کاؤنٹر کے کلرک کی طرف چلی گئی، جو اسے دیکھ کر تعظیماً کھڑا ہو گیا۔

حمید ایک خالی میز پر جم گیا تھا۔ پھر تھوڑی دیر بعد اُسے اس کا اندازہ لگا لینے میں دشواری نہ ہوئی کہ یہ کیفے جے سیکا ہی کی ملکیت تھا۔ پہلے اس نے کاؤنٹر کلرک کے رجسٹروں کی پڑتال کی۔ پھر ویٹروں کو بلا کر شاید کچھ ہدایات دینے لگی۔

حمید کے ذہن میں کچھ نئے کیڑے کلبلائے۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اس طرح کسی کا تعاقب کرنا کم از کم اسے زیب نہیں دیتا اور فریدی کو اسے اس گھٹیا قسم کے کام پر ہرگز نہ لگانا چاہئے تھا۔ وہ اپنے محکمے کے کئی انسپکٹروں سے زیادہ ذہین اور تجربہ کار تھا۔ لہٰذا اس کے لئے اتنا واہیات کام تجویز کرنا فریدی کی زیادتی تھی۔ نہیں ہرگز نہیں۔ وہ فریدی کی انگلی پکڑ کر کب تک چلتا رہے گا۔ کچھ اپنی عقل بھی استعمال کرنی چاہئے۔ لہٰذا.... وہ اپنی عقل ٹٹولنے لگا۔

بات کچھ بھی نہ تھی۔ اس سے پہلے وہ کئی بار مجرموں کا تعاقب کر چکا تھا اور کچھ ایک دو دن

نہیں بلکہ ہفتوں لیکن یہ معاملہ ایک عورت کا تھا اور عورت بھی ایسی جس نے حمید کو بیوقوف
تھا۔ پھر وہ کافی حسین بھی تھی۔ حمید کی نظروں سے اس کا اصلی چہرہ آج تک نہ گزرا تھا مگر
نے اس کے حسن کے حیرت انگیز تذکرے ضرور سنے تھے۔ مس مالا کے میک اپ میں کچھ ز
دلکشی نہیں تھی۔ بس ایک معمولی سا چہرہ۔ ان ہزاروں میں سے ایک جو دن میں سینکڑوں
نظروں سے گزرتے ہیں، لیکن ان میں سے کسی کی بھی تصویر ذہن میں محفوظ نہیں رہتی۔

بہر حال حمید سوچ رہا تھا کہ خود کو جے سیکا تک پہنچنے کا کون سا طریقہ اختیار کرے وہ یہ
محسوس کر رہا تھا کہ جے سیکا اسے بار بار گھور رہی ہے۔ پہلے تو وہ کچھ جھجکا تھا کہ کہیں اسے ا
شبہ نہ ہو گیا ہو لیکن بعد میں یہ خیال دل سے نکال دینا پڑا۔ وجہ یہ ہوئی کہ اسے اپنے وہ چند لم
یاد آگئے جو اس نے میک اپ کے بعد آئینے کے سامنے گزارے تھے۔ حقیقت دراصل یہ تھی
اس کے نقلی خدوخال بڑے دلآویز تھے اور اسی تعاقب کے دوران میں راہ چلتی ہوئی ب
لڑکیوں نے اسے گھور گھور کر دیکھا تھا۔

حمید اپنے اگلے اقدام کے متعلق سوچ ہی رہا تھا کہ ایک باوردی سب انسپکٹر پولیس کیف
داخل ہوا۔ ساتھ ہی حمید کے ذہن نے بھی جست لگائی۔ طریقہ کار بجلی کے کوندنے کی ط
شعور پر لپکا۔ سب انسپکٹر اسی کی طرف آرہا تھا۔ شاید اس کی پشت والی میز اس کی منزل مق
تھی۔ حمید نے میز پر دھات کا وزنی ایش ٹرے اٹھا کر مٹھی میں دبا لیا۔

جیسے ہی سب انسپکٹر نے اس کے قریب سے گزرنا چاہا اس کے پیر تیزی سے اس کی راہ
حائل ہو کر پھر اپنی جگہ پر واپس آگئے اور سب انسپکٹر بے خیالی میں پیٹ کے بل فرش پر
ہو گیا۔

"ارے.... اوہ!" حمید بے اختیارانہ انداز میں اس پر جھک پڑا۔ کچھ اور لوگ بھی اپنی جگہ
سے اٹھے۔

سب انسپکٹر بھاری بھر کم جسم کا ایک معمر آدمی تھا۔ اس لئے خود نہ اٹھ سکا۔ حمید نے
طرح کھینچ کھانچ کر اُسے اٹھایا۔ بے چارے کی عجیب حالت تھی۔ غصہ جھنپ اور کھسیاہٹ
امتزاج نے اس کے چہرے کو بڑا مضحکہ خیز بنا دیا تھا۔

"کون تھا وہ....!" سب انسپکٹر مجمع کو گھورتا ہوا بھرائی ہوئی آواز میں چیخا۔ "جس نے

پیروں میں ٹانگ اڑائی تھی۔"

"ٹانگ اڑائی تھی۔" کئی تحیر زدہ آوازیں سنائی دیں۔

"ہاں.... کون تھا وہ....!" وہ پھر مجمع کو گھورنے لگا لیکن کوئی کچھ بولا نہیں۔ پھر وہ تیزی
سے جے سیکا کی طرف مڑا۔

"آپ کا ہوٹل غنڈوں کا اکھاڑہ بنا ہے۔"

"ایسا نہ کہئے۔" جے سیکا لچکیلی آواز میں بولی۔ "آپ شریف آدمیوں کی توہین کر رہے ہیں۔"

"قطعی نامناسب بات ہے۔ آپ اپنے الفاظ واپس لیجئے۔" ایک آدمی نے بڑھ کر کہا۔

"تو تمہیں تھے۔" سب انسپکٹر اسے گھورنے لگا۔

"تمیز سے بات کیجئے گا جناب۔"

"ارے داروغہ.... جی.... بیکار بات بڑھانے سے کیا فائدہ۔" حمید نے کہا۔ "چلئے جانے
بھی دیجئے۔"

اور پھر وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر ایک خالی میز کی طرف لے جاتا ہوا بولا۔ "کمینوں کے منہ لگنے
سے کیا فائدہ۔"

جے سیکا حمید کو تحیر آمیز نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

حمید تھوڑی دیر تک سب انسپکٹر کو ہموار کرتا رہا۔ پھر وہ کچھ کھائے پئے بغیر ہی اٹھ کر
چلا گیا۔ حمید نے ویٹر کو بلا کر کھانے کا آرڈر دیا۔

جے سیکا کاؤنٹر سے اٹھ کر سیدھی اس طرف آئی۔

"کیا میں آپ کا تھوڑا سا وقت لے سکتی ہوں۔" اس نے حمید سے پوچھا۔

"اوہ! تشریف رکھئے۔" حمید اٹھتا ہوا بولا۔

"بیٹھئے بیٹھئے! میں اسی پولیس والے کے متعلق بات کروں گی۔"

"فرمایئے۔"

"کیا کہہ رہا ہے۔"

"وہی جو عموماً یہ لوگ کہا کرتے ہیں۔" حمید لاپروائی سے بولا۔

"میرا پرانا دشمن ہے۔" جے سیکا مضطربانہ انداز میں بولی۔ "اب ضرور تنگ کرے گا۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"یہ کیفے میرا ہے نا۔"

"اوہ بڑی خوشی ہوئی۔"

"لیکن میرا خیال ہے کہ میں نے اس سے پہلے آپکو یہاں کبھی نہیں دیکھا۔" جے سیکا نے کہا

"میں اس شہر ہی میں اجنبی ہوں۔"

"خوب تب تو آپ میری مدد کر سکتے ہیں۔" جے سیکا پر خیال انداز میں بولی۔

"فرمایئے میں حاضر ہوں۔"

"یہاں نہیں۔" وہ اٹھتی ہوئی بولی۔ "میرے ساتھ آیئے۔ آپ کا کھانا وہیں آجائے گا۔"

وہ دونوں ایک طویل اور نیم تاریک راہداری سے گزر کر ایک کمرے میں آئے۔

"تشریف رکھئے۔" جے سیکا ایک کرسی کی طرف اشارہ کر کے بولی۔

پھر تھوڑی دیر تک خاموش رہی۔ حمید آرام کرسی پر نیم دراز جے سیکا کے گداز جسم کے لچکیلے خطوط کا جائزہ لے رہا تھا۔ دفعتاً وہ اس کی طرف مڑی۔ اس کے داہنے ہاتھ میں ایک ننھا چمکدار پستول تھا۔

"اب بتاؤ" وہ مسکرا کر بولی۔ "تمہیں جنبش کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہاتھ اوپر اٹھالو۔"

"اگر نہ اٹھاؤں تو۔" حمید مسکرا کر بولا۔ "ویسے تم بھی اپنے قبیلے کی ہی معلوم ہوتی ہو۔"

"تم نے اس سب انسپکٹر کو گرا کر اُس کے ہولسٹر سے ریوالور کیوں نکالا تھا۔"

"اوہ تو تم یہ بھی دیکھ رہی تھیں۔" حمید حیرت سے بولا۔

جے سیکا ہنس پڑی۔

"اور پھر تم نے اس کے ہولسٹر میں میرا ایک وزنی ایش ٹرے ڈال دیا تھا۔"

"مجھے انکار تو نہیں۔" حمید مسکرایا۔ "یہ دیکھو.... یہ رہا۔"

"ہاتھ اوپر اٹھائے رکھو۔" جے سیکا گرج کر بولی۔

"تمہاری آواز بڑی رسیلی ہے۔" حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "کاش تم اتنی حسین نہ ہوتیں۔"

"ہاتھ اوپر اٹھاؤ۔"

"چلو میں تمہارا دل نہیں توڑوں گا۔" حمید اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتا ہوا بولا۔

"تم نے یہ حرکت کیوں کی تھی۔" جے سیکا نے پوچھا۔

"اگر تم بہت زیادہ حسین ہوتیں تو یہ بھی بتا دیتا۔" حمید لاپروائی سے بولا۔

"میں تمہیں اسی حالت میں پولیس کے حوالے کر سکتی ہوں۔"

"کیوں! میں نے کیا کیا ہے۔" حمید نے معصومیت سے پوچھا۔

"اوہو! اتنے بھولے۔" جے سیکا ہنس پڑی پھر سنجیدہ ہو کر بولی۔ "مجھے اس کی وجہ بتاؤ ورنہ میں ابھی پولیس کو فون کرتی ہوں۔"

"اور اس طرح تم میری جیب سے وہ ریوالور برآمد کرالو گی۔"

"ہاں....!"

"لیکن وہ اب میری جیب میں نہیں۔"

"تم جھوٹے ہو۔"

"تلاشی لے لو میری جان۔"

"بدتمیزی نہیں۔" وہ بگڑ کر بولی۔

"کیوں کیا مری جان گالی ہے۔"

"بکومت! تم کون ہو؟"

"تین بٹا آٹھ۔" حمید لاپروائی سے بولا۔ "تمہارا پستول مجھے پسند آیا۔ اب اسے احتیاط سے رکھنا۔"

"میں پولیس انسپکٹر نہیں ہوں۔"

"لیکن وزن میں اس سے بہت زیادہ ہلکی ہو۔"

"اگر تم نہیں بتاتے تو میں پولیس کو فون کرتی ہوں۔" اس نے فون کے ڈائل پر انگلی رکھتے ہوئے کہا۔

"ضرور کردو! اور ہاں ان سے یہ بھی کہہ دینا کہ آتے وقت تمباکو کا ایک ڈبہ بھی لیتے آئیں۔ میں نے بڑی دیر سے پائپ نہیں پیا۔ پرنس ہنری پیتا ہوں۔"

"میں کہتی ہوں ضد سے کیا فائدہ۔"

"میں کہتا ہوں کہ وہ ریوالور تمہارے ڈسک سے برآمد ہوگا۔"

"کیا....؟"

"ہاں...پیاری لڑکی...میرا نام اناڑی خاں نہیں...میں ہر وقت ہوشیار رہنے کا عادی ہوں۔"

"تم آخر ہو کون....؟"

"ایک بہت بُرا آدمی۔ لیکن تم کون ہو۔"

"ایک شریف عورت۔"

"بڑی خوشی ہوئی مل کر۔ میں عرصہ سے کسی شریف عورت کی تلاش میں تھا۔"

"تمہاری وجہ سے میرے ہوٹل کی بدنامی ہوئی۔"

"ابھی تو نہیں ہوئی.... لیکن....!"

"ہاتھ اوپر اٹھاؤ۔"

"کمال کرتی ہو۔ میں کہہ چکا ہوں کہ ریوالور میری جیب میں نہیں۔ میں نے بڑی دیر سے پائپ نہیں پیا۔"

جے سیکا کی آنکھوں میں الجھن کے آثار تھے۔ وہ تھوڑی دیر تک حمید کو گھورتی رہی پھر اس نے اپنا ننھا سا پستول بلاؤز کے گریبان میں رکھ لیا۔

"آج معلوم ہوا کہ عورتیں پستول کہاں رکھتی ہیں۔"

جے سیکا دوسری طرف دیکھنے لگی اور حمید اٹھ کر اُس کے قریب چلا گیا۔

"کہتا تو ہوں کہ تلاشی لے لو۔"

وہ اسے پھر کچھ دیر تک گھورنے کے بعد بولی۔

"خطرناک آدمی معلوم ہوتے ہو۔"

"ابھی تو کچھ بھی نہیں۔ لیکن شائد تم صبح کے اخبار میں اسی سب انسپکٹر کی خودکشی کا حال پڑھو اور یہ معلوم کر کے ضرور چونکو گی کہ اس کا سرکاری ریوالور اس کے ہاتھ میں دبا ہوا پایا گیا۔"

"اوہ....!" جے سیکا کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ وہ تھوڑی دیر تک خاموش رہی پھر بولی۔ "لیکن تم مجھے یہ سب کچھ بتا رہے ہو؟"

"مجھے یقین ہے کہ ہم دونوں ہم پیشہ ہیں۔"

"بکواس ہے۔"

"اوہ....تو کیا تم....مجھے اپنے پستول کا لائسنس دکھا سکو گی۔"

"کیوں نہیں؟"

"جھوٹ مت بولو۔" حمید ہونٹ سکوڑ کر بولا۔ "میری معلومات بہت وسیع ہیں۔ میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ اس شہر میں صرف تین عورتوں کے پاس پستول لائسنس ہے اور مس مالا جگدیش ان میں سے نہیں۔"

"تم تو کہتے تھے کہ تم اس شہر میں اجنبی ہو۔"

"جس کی اصلیت سے کوئی واقف نہ ہو، اسے اجنبی ہی کہا جائے گا۔" حمید اپنے پائپ میں تمباکو بھرتا ہوا بولا۔

تھوڑی دیر تک پھر خاموشی رہی۔ پھر حمید خود بخود بڑبڑانے لگا۔ "جب جیب ہلکی ہو جائے تو قتل بھی کرنے پڑتے ہیں۔"

"تو تم قاتل بھی ہو۔" جے سیکا بولی۔

"ابھی تک تو نہیں تھا۔ لیکن آج رات.... بیس ہزار روپے تھوڑے نہیں ہوتے۔"

"اور اس قتل کو خودکشی ثابت کرنے کے لئے مقتول ہی کا ریوالور استعمال کرو گے۔ آخر کیوں؟ قتل کی وجہ!.... بیس ہزار روپے کون دے گا۔"

"جو قتل کرائے گا۔"

"کون؟"

"تم میری بیوی نہیں ہو کہ سب کچھ بتا دوں گا۔" حمید بگڑ کر بولا۔

"ہونہہ! تم یہاں سے ہتھکڑیوں میں جاؤ گے۔" جے سیکا سنجیدگی سے بولی۔

"نہیں جے سیکا میری جان۔"

"کیا....؟" جے سیکا اچھل کر دو قدم پیچھے ہٹ گئی۔ لیکن قبل اس کے کہ وہ بلاؤز کے گریبان سے دوبارہ پستول نکالتی، حمید نے اس کے دونوں ہاتھ پکڑ لئے۔

"پستول کی ضرورت نہیں۔" حمید ہنس کر بولا۔ "تمہاری ایک نظر ہی کافی ہے۔"

"چھوڑو مجھے۔" وہ زور لگانے لگی۔

"کھا تھوڑا ہی جاؤں گا۔" حمید شکایت آمیز لہجے میں بولا۔

"میں شور مچاتی ہوں۔"

"لاحول ولا قوۃ۔" حمید منہ بنا کر بولا۔ "عورت چاہے جتنا بڑھ جائے۔ عورت ہی رہے گی۔ جے سیکا کو شور مچانے کی دھمکی دیتے ہوئے شرم آنی چاہیئے۔"

"تم کون ہو؟" وہ حمید کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی۔ فریدی نے حمید کو تاریک شیشوں کی عینک لگانے کا مشورہ دیا تھا لیکن حمید نے اندھیرا ہوتے ہی اسے آنکھوں سے ہٹا دیا تھا۔

"مجھے یاد نہیں کہ والدین نے میرا کیا نام رکھا تھا۔" حمید سنجیدگی سے بولا۔ "ویسے نارنگ مجھے نمرود کہا کرتا تھا۔"

"ڈاکٹر نارنگ.... یعنی....!" جے سیکا ہکلائی۔ "مسٹر کیو[1].... وہ خوفناک آدمی۔"

"ہاں....!" حمید گلوگیر آواز میں بولا۔ "اس نے مجھے بیٹے کی طرح پالا تھا اور صرف میں ہی یہ جانتا تھا کہ وہی مسٹر کیو ہے۔ افسوس کہ ہمارا قافلہ لٹ گیا۔ اس نے وقتی پاگل پن کے تحت اپنے ان ساتھیوں کو مار ڈالا تھا جن تک اس کا ہاتھ پہنچ سکتا تھا لیکن اس کے بقیہ ساتھیوں کے متعلق پولیس کچھ نہ معلوم کر سکی۔ اس نے مرتے دم تک ان کا پتہ نہیں دیا۔"

"ہاتھ تو چھوڑو میرے۔" جے سیکا آہستہ سے بولی۔

حمید نے اس کے ہاتھ چھوڑ دیئے اور وہ ایک آرام کرسی پر گر گئی۔

"مسٹر کیو کی نظر تم پر بھی تھی لیکن اسے وقت ہی نہ مل سکا۔"

"تو اب تم نے مسٹر کیو کی جگہ سنبھالی ہے۔" جے سیکا نے کہا۔

"نہیں میں اکیلا رہ گیا ہوں۔ مجھے چند ساتھیوں کی ضرورت ہے۔"

"ساتھیوں یا غلاموں کی۔" جے سیکا طنز آمیز لہجے میں بولی۔

"حسب حیثیت برتاؤ کرنے کا عادی ہوں۔ اب مثلاً تم ہو۔ اگر تم میری ساتھی ہو جاؤ تو میں تمہیں برابری کا درجہ دوں گا کیونکہ ہم دونوں برابر کی صلاحیتوں کے مالک ہیں۔"

جے سیکا کسی سوچ میں پڑ گئی۔

[1] مسٹر کیو جیسے خوفناک آدمی کی داستان کیلئے جاسوسی دنیا کا خاص نمبر "لاشوں کا آبشار" ملاحظہ فرمایئے۔

دو مکار

حمید تین دن تک جے سیکا کے ساتھ سر مارتا رہا۔ دونوں میں سمجھوتہ ہو گیا تھا۔ ابھی تک یہ بات نہیں معلوم ہو سکی تھی کہ وہ اس سے کیا کام لینا چاہتی ہے۔ حمید نے اپنی کارگزاریوں کی اطلاع فریدی تک پہنچا دی تھی لیکن اس طرف سے کوئی جواب موصول نہیں ہوا تھا۔ جس کا مطلب یہی ہو سکتا تھا کہ حمید کا یہ اقدام غیر مناسب نہیں تھا۔

جے سیکا اس کے لئے بڑی دلچسپ ثابت ہوئی تھی۔ تین ہی دنوں میں دونوں اس طرح گھل مل گئے تھے جیسے برسوں سے ساتھ رہتے چلے آ رہے تھے۔ وہ دن بھر کہیں غائب رہتی اور حمید گھر پر پڑا اونگھتا رہتا۔ اس سے آگے بڑھنا اس نے مناسب نہ سمجھا تھا۔ سر شام وہ واپس آتی اور پھر دونوں کافی رات گئے تک ہوٹلوں، رقص گاہوں اور باروں کے چکر لگاتے رہتے۔

حمید نے مونچھ مونڈنے والے مسئلے کو قصداً نہیں چھیڑا تھا۔ وہ اپنی ہمہ دانی سے اسے اتنا مرعوب نہیں کرنا چاہتا تھا کہ اسے اس پر شبہ ہو جائے کیونکہ جے سیکا بہر حال ایک ذہین عورت تھی۔ عورتیں یوں بھی فطرتاً شکی ہوتی ہیں۔ اس پر اگر اسے تھوڑی بہت ذہانت بھی نصیب ہو جائے تو پھر کیا کہنا۔ وہ اپنے وجود پر شبہ کرنے لگتی ہے۔

آج رات بڑی خوشگوار تھی۔ حمید نے سوچا تھا کہ نکھری ہوئی چاندنی کا لطف شہر سے باہر کسی پر فضا مقام پر اٹھائے گا۔ لیکن جے سیکا شاید آج اپنے اس مقصد میں کامیاب ہو گئی تھی جس کے لئے اسے تین دن تک سرگرداں رہنا پڑا تھا۔

"آج ہو گا تمہاری صلاحیتوں کا امتحان۔" اس نے حمید کو مخاطب کیا، جو آرام کرسی کی پشت سے ٹیک لگائے پائپ پی رہا تھا۔

"کیا نٹوں کی طرح رسے پر چلنا ہو گا، جے سیکا ڈارلنگ! تمہارے لئے میں سوئی کے ناک سے بھی گزر سکتا ہوں۔"

"ہاں ہاں! بس آج دیکھ لیا جائے گا۔ ویسے باتیں تو خاصی بنا لیتے ہو۔"

"ہونہہ! معلوم ہوتا ہے کہ تم مجھے آگ کے سمندر میں چھلانگ لگانے کا مشورہ دو گی۔"

"نہیں! ایک بہت معمولی سی بات۔"

"یعنی....!"

"میں ایک آدمی کی گردن میں ہاتھ ڈالوں گی اور تمہیں ہم دونوں کی تصویر لینی پڑے گی۔"

"لاش کھینچنی پڑے گی اس کی۔" حمید بھنا کر بولا۔ "اُس اُلو کے پٹھے کی تصویر لوں گا.... میں!.... اور تم اس کی گردن میں ہاتھ ڈالو گی۔ تمہارا وہ ہاتھ جڑ سے کاٹ ڈالوں گا سمجھیں۔"

"بیکار باتیں مت کرو۔ یہ بزنس ہے اور پھر تم میرا ہاتھ کیوں کاٹو گے۔ تم ہو کون؟ مجھ سے صرف کاروباری معاملات میں سمجھوتہ ہوا ہے۔"

"اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ تم سے عشق بھی ہو جائے گا تو میں کسی قسم کا سمجھوتہ نہ کرتا۔"

"نمرود! بکواس مت کرو۔ تم سے پہلے والا نمرود تمہاری طرح احمق نہیں تھا۔"

"نہ رہا ہوگا۔ ڈنکے کی چوٹ پر کہتا ہوں کہ مجھے تم سے عشق ہو گیا ہے اور تمہیں بھی مجھ سے عشق کرنا پڑے گا۔ سمجھیں۔"

"تب پھر ہمارا معاہدہ ختم۔" جے سیکا منہ بنا کر بولی۔

"کیوں....؟"

"مجھے دولت کے علاوہ اور کسی چیز سے عشق نہیں۔"

"تمہیں مجھ سے عشق کرنا پڑے گا۔" حمید نے میز پر گھونسہ مار کر کہا۔ "ورنہ میں تمہاری گردن توڑ دوں گا۔"

"بھلا گردن توڑنے سے کیا ہوگا۔" جے سیکا مسکرا کر بولی۔

"مر جاؤ گی۔"

"پھر....!"

"مرنے کے بعد تم عشق سے انکار نہ کر سکو گی اور میں تمہیں چپ چاپ پوجتا رہوں گا۔ مجھے تو دراصل تمہاری روح سے عشق ہے۔ جسم میرے لئے قطعی بے کار ہے۔ اس لئے میں اس کا قیمہ کر کے کباب بناؤں گا۔"

"چلو اٹھو! فضول وقت برباد کر رہے ہو۔" وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتی ہوئی بولی۔

"جے سیکا ڈارلنگ اپنی اصل صورت دکھا دو۔" حمید اٹھتا ہوا بولا۔

"اگر تم نے آج کامیابی حاصل کر لی تو تمہاری یہ خواہش بھی پوری کر دی جائے گی۔" جے سیکا نے سنجیدگی سے کہا۔

"تو کیا وہ اتنا ہی خطرناک کام ہے۔"

"قطعی! جس وقت ہمیں یہ کارنامہ سرانجام دینا ہوگا ہم کچھ خطرناک آدمیوں کے درمیان میں ہوں گے۔"

"لیکن.... یہ تصویر کیوں؟"

"بعد کو بتاؤں گی۔ اگر ہم کامیاب ہو گئے تو.... دونوں ہاتھ سے دولت سمیٹیں گے۔"

"صرف تم سمیٹو گی.... میری دولت تو تم ہی ہو۔"

"اوہو.... تو پھر....؟" جے سیکا کچھ کہتے کہتے رک گئی۔

"سمیٹنا دونوں ہاتھوں سے۔" حمید نے جملہ پورا کر دیا۔

"پھر بیکار باتوں پر آ گئے ہو۔ چلو اٹھاؤ وہ کیمرہ۔ میں نے نیا بلب فٹ کر دیا ہے۔ دو ایک فالتو بھی رکھ لئے ہیں۔"

تھوڑی دیر بعد وہ ایک سیاہ رنگ کی کار میں بیٹھے شہر کی سڑکیں ناپ رہے تھے۔ لیکن اس سے بے خبر تھے کہ ایک دوسری کار ان کا تعاقب کر رہی ہے۔

"سنو....!" حمید نے جے سیکا کو مخاطب کیا۔ "میرے خیال سے اگر تم مجھے پوری سچویشن سے پوری طرح باخبر کر دیتیں تو بہتر تھا ورنہ ہو سکتا ہے کہ میں کہیں چوک جاؤں۔"

"اس عمارت میں کل آٹھ ہوں گے۔" جے سیکا نے کہا۔ "ان میں سے ایک بڑا خطرناک ہے۔ بڑی مونچھ والا اور اسی کے ساتھ میری تصویر لی جائے گی۔"

"کام خطرناک ہے۔" حمید تذبذب میں پڑ گیا۔

"ڈر گئے۔"

"نہیں.... لیکن.... تم نے مجھے دن ہی سے بتا دیا ہوتا تو میں کوئی طریقہ کار متعین کرنے کی کوشش کرتا۔"

"سوچنے سمجھنے کے لئے صرف پندرہ منٹ درکار ہوتے ہیں۔" جے سیکا بولی۔

حمید الجھن میں پڑ گیا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کیا واقعی فریدی ہی کا خیال سچ تھا۔ کیا جے سیکا
آدمی کو پا گئی ہے جس کی اسے تلاش تھی۔ اگر ایسا ہے تو اسے فریدی کو اس سے مطلع کرنے
مہلت تو ملنی چاہئے۔

"کیوں نہ میں دو ایک آدمیوں کو طلب کر لوں۔" حمید نے کہا۔

"نہیں میں زیادہ بھیڑ اکٹھا کرنا نہیں چاہتی۔" جے سیکا بولی۔ "میرے ذہن میں ایک تدبیر ہے۔"

"تو بتاؤ نا.... تمہارے عشق میں۔"

"پھر شروع کر دی بکواس۔ کام کی بات کرو۔"

"جانتی ہو.... ہندی میں کام کسے کہتے ہیں۔"

"اب میں چانٹا مار دوں گی۔" جے سیکا جھنجھلا کر بولی۔

"ہاں تو وہ تدبیر کیا تھی۔" حمید نے پوچھا۔ جے سیکا تھوڑی دیر تک خاموش رہی پھر بولی۔

"اس عمارت کے سامنے پہنچ کر میں پاگل بن جاؤں گی۔ ظاہر ہے کہ وہاں بسنے والے باہر
ضرور نکل آئیں گے۔ اگر ان میں وہ بڑی مونچھ والا بھی ہوا تو کام بن جائے گا۔"

"کس طرح.... پوری بات ختم کر کے رکا کرو۔" حمید بولا۔

"جیسے ہی میں اس سے لپٹوں.... تصویر لے لینا۔"

"میں اس اُلو کے پٹھے کو بھونسہ بنا دوں گا۔" حمید بگڑ کر بولا۔ "تم اس سے لپٹو گی۔ اس کی
مونچھیں اور تمہاری گردن اکھاڑ دوں گا۔"

"تم ناکارہ ثابت ہوئے۔" جے سیکا اداسی سے گردن ہلا کر بولی۔

"یعنی تم میری محبوبہ! میرے سامنے اس سے لپٹو گی اور میں دیکھوں گا۔"

"میں تمہاری محبوبہ ہوں۔" جے سیکا دانت پیس کر بولی۔

"اور نہیں تو کیا لونڈی ہو۔ نوکرانی وغیرہ وغیرہ ہو۔"

"شکل دیکھی ہے کبھی آئینے میں۔" جے سیکا اوپری ہونٹ بھینچ کر بولی۔

"ایک حبشی نے سکندر سے بھی یہی پوچھا تھا۔ لہٰذا میں اتنے تاریخی سوال کو جواب نہیں
دے سکتا۔ تاریخ اور جغرافیہ سے مجھے ازلی بیر ہے۔"

جے سیکا نے کار روکتے ہوئے کہا۔ "اتر جاؤ نیچے۔ اب کبھی دکھائی نہ دینا۔"

"ہائیں! تو کیا تم اندھی ہو جانے کا ارادہ رکھتی ہو۔" حمید اچھل کر بولا۔

"اترو! تم بہت زیادہ غیر سنجیدہ آدمی ثابت ہوئے۔ مجھے اپنی حماقت پر افسوس ہے۔"

"تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم نے مجھ سے عشق کر کے حماقت کی۔" حمید نے معصومیت
سے کہا۔

جے سیکا نے دانت پیس کر گیئر ز پر ہاتھ رکھا اور کار پھر چل پڑی۔ حمید بڑبڑاتا رہا۔

"واہ یہ اچھی رہی۔ ہم رقیبوں کے فوٹو اتارتے پھریں.... اور وہ بھی کس حالت میں....
مر جانے کا مقام ہے۔ تم تو غالب کے زمانے کی محبوباؤں سے بھی زیادہ خطرناک نکلیں۔"

"خدا کے لئے تنگ مت کرو۔" جے سیکا اکتائے ہوئے انداز میں بولی۔

"تو ایسا بولو ناں۔" حمید دانت پر دانت جما کر منمنایا۔

پھر راستہ خاموشی سے گزرتا رہا۔ ایک جگہ اچانک جے سیکا نے کار روک لی۔

"کوئی تعاقب کر رہا ہے۔" وہ پیچھے مڑ کر دیکھتی ہوئی بولی۔ "میں بڑی دیر سے محسوس کر رہی ہوں۔"

حمید نے بھی مڑ کر دیکھا۔ دور کسی کار کی ہیڈ لائیٹس دکھائی دے رہی تھیں۔

سڑک سنسان تھی۔ آنے والی کار کی رفتار زیادہ تیز نہیں تھی۔

"انجن بند کر دو۔" حمید آہستہ سے بولا۔ جے سیکا نے بے چوں وچرا تعمیل کی۔

حمید تیزی سے نیچے اتر کر انجن پر اس طرح جھک گیا جیسے اس میں کوئی خرابی واقع ہو گئی ہو۔

جیسے ہی وہ کار ان کے قریب سے گزری ایک فائر ہوا اور ساتھ ہی جے سیکا کی چیخ سنائی دی۔

پھر دوسرا فائر ہوا لیکن حمید صاف بچ گیا۔ ویسے وہ زمین پر لڑھک ضرور گیا تھا۔ کار کی عقبی
سرخ روشنی دور اندھیرے میں چمک رہی تھی۔

جے سیکا چیخ کر نیچے کود پڑی۔

"ارے تو کیا تم زندہ ہو۔" حمید اٹھتا ہوا بولا۔

"اور تم.... اور تم....!" جے سیکا کی آواز کپکپا رہی تھی۔

"میں تو شائد مر گیا ہوں.... پتہ نہیں.... ٹھیک نہیں بتا سکتا۔"

"کہاں لگی....!"

"دل میں.... ہائے۔"

حمید نے پھرتی سے اسٹیئرنگ سنبھال لیا۔ لیکن جے سیکا ابھی تک نیچے ہی کھڑی ہوئی
اسے گھور رہی تھی۔

"کیا تم بھی مر گئیں۔" حمید جھنجھلا کر بولا۔ "بیٹھو بھی۔"

جے سیکا اس کے برابر بیٹھ گئی۔ لیکن وہ خاموش تھی۔ حمید نے کار اسٹارٹ کردی۔

"واپس چلو۔" وہ آہستہ سے بولی۔

"ہونہہ.... میں نے اس نامعلوم آدمی کا چیلنج قبول کرلیا ہے۔"

"نہیں واپس۔"

"بکومت....!" حمید نے تحکمانہ لہجے میں کہا اور جے سیکا ایک گھٹی گھٹی سی سسکی کے سا
اس کے شانے سے لگ گئی۔

"کیا وہی بڑی مونچھ والا تھا۔" حمید نے پوچھا۔

"شائد۔" وہ آہستہ سے بولی۔ اگلی کار کی رفتار پہلے سے بہت زیادہ تیز ہوگئی تھی۔ حمید
اپنی کار کی رفتار ایک سی رکھی۔

"عورتیں ہمیشہ بڑے ٹیڑھے ترچھے راستے اختیار کرتی ہیں۔ تمہارا مقصد دوسری طرح
پورا ہوسکتا۔"

"میں میں سمجھی۔"

"اوہ... لیکن تم مجھے احمق کیوں سمجھتی ہو۔" حمید نے کھردرے لہجے میں کہا۔ "میں
کچھ سمجھ گیا ہوں اور یہ بات ابھی میری سمجھ میں آئی ہے۔ میں نے فائر کرنیوالے کی جھلک د
تھی۔ اسکی مونچھیں بڑی تھیں اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ ایک گونگی لڑکی اسکے قبضے میں ہے۔"

"تم کس طرح جانتے ہو۔" جے سیکا اچھل پڑی۔

"جس طرح تم جانتی تھیں۔ اگر تم نے مجھے پہلے بتایا ہوتا تو گھر بیٹھے ہی سب کچھ ہو سکتا
اس طرح تم دوہرے میک اپ کی زحمت سے بھی بچ جاتیں۔"

"تم جانتے ہو۔"

"ہاں مری جان! تم صرف عورت ہو۔ میں جانتا ہوں کہ یہ اسکارٹ لینڈ یارڈ کا ایجنٹ
کیمرہ ہے اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تم نے دوہرا میک اپ کررکھا ہے۔ گونگی کلاوتی کے

اپ پر ریشم کے کپڑوں کا ایکسٹریکٹ لگا کر مس مالا کا میک اپ کیا گیا ہے۔ اگر تم پہلے سے بتاتیں تو
میں اس بڑی مونچھ والے کا میک اپ کرلیتا اور پھر گھر بیٹھے وہ تصویر تیار ہوجاتی جس کے ذریعہ
تمہیں دولت پیدا کرنی ہے۔"

جے سیکا کچھ نہ بولی۔ وہ کچھ سوچ رہی تھی۔ دفعتاً حمید نے محسوس کیا جیسے کوئی سخت سی چیز
اس کے بائیں پہلو میں چبھ رہی ہو۔

"کار پھیرو! ورنہ گولی ماردوں گی۔" جے سیکا کے لہجے میں سختی تھی۔ پھر حمید کو یہ سمجھنے میں
کوئی دشواری نہ ہوئی کہ پہلو میں چبھنے والی چیز پستول کی نال تھی۔

"جہنم میں جاؤ.... مجھے کیا کرنا۔" اس نے کار موڑ لی۔

"تم کون ہو....؟"

"اُلو کا پٹھا۔" وہ ہونٹ سکوڑ کر بولا۔ "ہٹاؤ یہ پستول وستول۔ مجھے شور مچانے والی چیزوں سے
نفرت ہے۔ میں تو گلا گھونٹ کر مارتا ہوں۔"

"اور تم انسپکٹر فریدی یا سرجنٹ حمید ہو۔" جے سیکا کے لہجے میں زہریلا طنز تھا۔

حمید اس ریمارک پر بوکھلا گیا۔ لیکن اس نے کسی طرح کی پریشانی ظاہر نہ ہونے دی۔

"نہیں میں شرلاک ہومز ہوں۔ پیارے ڈاکٹر واٹسن.... اور ابھی میں تمہیں ہندوستانی حقہ
پلاؤں گا۔" حمید نے یہ کہہ کر کار روک دی۔

"چلو! ورنہ فائر کردوں گی۔"

"کردو....!" حمید نے لاپروائی سے کہا۔

جے سیکا شاید ہچکچا رہی تھی۔ دفعتاً حمید نے جھٹکا مارا اور دوسرے لمحے میں پستول اس کے ہاتھ
میں تھا۔ جے سیکا اس سے لپٹ پڑی۔ لیکن حمید نے پستول کو دور کہیں اندھیرے میں پھینک دیا۔

"اب میں تمہارے کباب تلوں گا۔" حمید بولا۔ "سرجنٹ حمید کے سر پر ہتھوڑا مار کر بچ نکلنا
آسان کام نہیں۔ میرا زخم اس وقت بھی دکھ رہا ہے۔ شاید میک اپ کے نیچے سڑ بھی گیا ہو۔"

جے سیکا تھوڑی دیر تک خاموش رہی پھر بولی۔

"اگر تم سرجنٹ حمید ہو تو میں تمہیں بہت عرصے سے چاہتی ہوں۔ تم ہمیشہ میرے خوابوں
میں رہے ہو.... میں نے تمہیں پوجا ہے۔"

"میں بھی تمہیں پوجوں گا.... گھبراؤ نہیں۔" حمید نے سنجیدگی سے کہا۔

"مگر تم بے درد اور ظالم ہو۔" جے سیکا کے لہجے میں شکایت تھی۔

"نہیں میں خواجہ میر درد ہوں۔" میرا ایک شعر سنو

دھول دھپا اس سراپا ناز کا شیوہ نہیں

ہم ہی کر بیٹھے تھے غالب پیش دستی ایک دن

"ہائے میرے ہاتھ ٹوٹے۔" جے سیکا منمنا کر کراہی۔

"فکر مت کرو۔ تمہارے ٹوٹے ہاتھ بطور یادگار اپنے البم میں رکھوں گا۔"

"ارے ظالم...."

"ظالم نہیں غالب تخلص کرتا ہوں۔ دوسرا شعر سنو

کعبہ جاؤ گے اسی منہ سے جناب غالب

وہ الگ باندھ کے رکھا ہے جو مال اچھا ہے

موت کا پھندہ

تھوڑی دیر بعد جے سیکا کی کار فریدی کی کوٹھی کی کمپاؤنڈ میں داخل ہو رہی تھی۔

حمید اسے بڑے بے دردی سے کھینچ کر باہر نکالا۔

"کیا اب میں عورت نہیں.... حسین.... کنول کی پنکھڑیوں کی طرح۔" جے سیکا سے بڑبڑائی

"نہیں تم اب بھی جمہوریۂ دل کی پریذیڈنٹ ہو مری جان۔" حمید اسے پورٹیکو کی طرف دھکا دیتا ہوا بولا۔

فریدی کہیں جانے کے لئے تیار تھا۔ جے سیکا کو اس حال میں دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں وہ پھر سنجیدہ نظر آنے لگا۔

"اسے کیوں لائے۔" وہ حمید کی طرف مڑا۔

"کیوں....؟" حمید کے لہجے میں حیرت تھی۔

"کھولو ہاتھ۔" فریدی کے لہجے میں سختی تھی۔

حمید نے گردن جھٹک کر جے سیکا کے ہاتھ کھولنے شروع کر دیئے۔

"بھاگ جاؤ۔" فریدی نے جے سیکا سے کہا۔

"ارے.... ارے یہ جے سیکا ہے۔" حمید بوکھلا کر بولا۔

"میں جانتا ہوں۔" فریدی نے کہا۔ "اور یہ بھی جانتا ہوں کہ یہ کیا چاہتی ہے۔"

جے سیکا خاموش کھڑی رہی۔

"کیا چاہتی ہے۔" حمید نے پوچھا۔

"کلاوتی کا اغواء۔" فریدی سگار سلگاتا ہوا بولا۔ "اس پر پولیس کا ہاتھ پڑنے سے پہلے ہی اسے ان لوگوں کے قبضے سے نکال لے جانا چاہتی ہے تاکہ اس کے عوض اس کے ماموں سے تین لاکھ روپے حاصل کر سکے۔"

"اور اسی لئے آپ اسے نکل جانے کا موقع دے رہے ہیں۔" حمید کے لہجے میں تلخی تھی۔

"جے سیکا جیسی ننھی منی مجرموں پر ہاتھ ڈالنا میری شان کے خلاف ہے۔" فریدی نے کہا۔

"خواہ وہ سر ہی کیوں نہ پھاڑ دیں۔" حمید نے جھنجھلا کر کہا۔

"وہ میرے ساتھی کی حرکت تھی۔" جے سیکا آہستہ سے بولی۔

"تمہارے ساتھی کا قاتل شیر سنگھ ہے۔" فریدی نے جے سیکا کی طرف دیکھ کر کہا۔

"مجھے معلوم ہو گیا ہے۔"

"کون شیر سنگھ....!" حمید نے پوچھا۔

"وہی جس کے لئے مونچھوں کی صفائی ہوا کرتی تھی۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ پھر جے سیکا کی طرف دیکھ کر پوچھا۔ "کیا تم اسے پہچانتی نہیں تھیں۔"

"جی نہیں۔" جے سیکا بولی۔ "میں نے اس کے متعلق صرف یہ سن رکھا تھا کہ وہ اسی شہر میں مقیم ہے۔ اس کے چہرے پر گھنی مونچھیں ہیں اور اوپری ہونٹ پر برابر کے دو تل ہیں جن میں ایک سیاہ ہے اور دوسرا سرخ۔"

"اور انہیں تلوں کے لئے تم مونچھیں صاف کیا کرتی تھیں۔"

جے سیکا نے گردن جھکالی۔

"میرا پھٹا ہوا سر انتقام انتقام چیخ رہا ہے۔" حمید نے ہانک لگائی۔

"میرا سر حاضر ہے۔" جے سیکا سنجیدگی سے بولی۔

فریدی حمید کو گھورنے لگا۔

"جاؤ.....!" فریدی اس کی طرف دیکھ کر بولا۔ "لیکن ان تین لاکھ روپیوں کا خیال دل
نکال دو۔ تم مس مالا کی حیثیت سے باعزت زندگی بھی بسر کرسکتی ہو۔ فریدی سے الجھنا عو
کے بس کا روگ نہیں۔"

"مجھے شرمندگی ہے۔" جے سیکا اٹھتی ہوئی بولی۔

اس کے چلے جانے کے بعد حمید دیر تک فریدی کو گھورتا رہا۔

"کیا بات ہے؟"

"کچھ نہیں۔" حمید مایوسی سے سر ہلا کر بولا۔ "میں سوچ رہا تھا کہ آپ جھکے بھی تو ایک
کی طرف۔"

"ابھی بچے ہو۔"

"بڑھاپا آپ ہی کو مبارک ہو۔" حمید منہ سکوڑ کر بولا۔ "لیکن کیا میں اس وقت کی مص
کے متعلق کچھ معلوم کرسکتا ہوں۔"

"ہوں....اوں۔" فریدی اس کے گلے میں لٹکا ہوا کیمرہ اتارتا ہوا بولا۔ "خود ہی چھو
سمجھدار عورت ہے۔"

وہ تھوڑی دیر تک کیمرے کو الٹ پلٹ کر دیکھتا رہا۔ پھر اسے میز پر رکھ کر کھڑا ہو گیا۔

"چلو اٹھو.....!"

"کہاں؟"

"شیر سنگھ اور اس کے ساتھیوں کی گرفتاری کے لئے۔"

"وہ ہیں کہاں؟"

"جہاں اس وقت تمہیں جے سیکا لے جارہی تھی۔"

"آپ کو کیسے معلوم ہوا۔" حمید نے حیرت سے کہا۔

"جو کام میں نے تم سے لینا تھا وہ پھر دوسروں سے لینا پڑا۔ آخر جے سیکا سے مل بیٹھ

ضرورت تھی۔"

"تو نقصان کیا ہوا۔"

"اگر تمہیں نقصان کا بھی احساس نہیں تو تم دو کوڑی کے آدمی ہو۔"

"آخر ہوا کیا؟"

"ابھی معلوم ہو جائے گا۔ میں نے چاہا تھا کہ صرف جے سیکا کے پیچھے لگ کر اس کی مشغولیات کا جائزہ لو۔ ظاہر ہے کہ وہ شیر سنگھ کی تلاش میں تھی۔ لہٰذا ہم تھوڑے وقت میں اس کی جانفشانیوں سے فائدہ اٹھا سکتے تھے، لیکن تمہیں تو بس ایک عورت چاہئے خواہ وہ کوئی ہو۔"

"ارے تو میں نے کون سی غلطی کی۔"

"تضیع اوقات.....!"

"اور آپ ہی نے کون سا بڑا تیر مارا۔" حمید منہ بنا کر بولا۔ "اس سے یہ بھی تو نہ پوچھ سکے کہ وہ کلاوتی کے ماموں سے تین لاکھ روپے کس طرح حاصل کرتی۔"

"غیر ضروری باتوں میں پڑنا میرا کام نہیں اور پھر یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ اس نے تین لاکھ روپیوں کے انعام کا اعلان کیا تھا۔ کوئی بھی کلاوتی کو اس تک پہنچا کر یہ انعام حاصل کرسکتا ہے۔"

"تو گویا اب آپ اس کے مستحق ہیں۔"

"جی نہیں! مجھے اس کا خیال بھی نہیں اور نہ کلاوتی والے کیسے سے دلچسپی ہے۔ مجھے تو ایک ایسے عادی مجرم کو پکڑنا ہے جو کئی خون کرنے کے باوجود بھی اب تک پولیس کی گرفت سے بچا رہا ہے۔"

"کون! وہی شیر سنگھ!"

"جناب....!"

"اور آپ اس کی قیام گاہ سے واقف ہو گئے ہیں۔"

"جے سیکا کی بدولت۔" فریدی بجھا ہوا سگار سلگاتا ہوا بولا۔

"بہر حال اس بار ہمیں کولمبس بننا پڑے گا۔" حمید بولا۔ "چلے تھے ہندوستان کی تلاش میں پہنچ گئے امریکہ۔"

"ایسا تو نہیں ہوا۔ شیر سنگھ کی شخصیت شروع ہی سے ہمارے سامنے رہی ہے یہ اور بات ہے

کہ ہم اس کا نام نہ جانتے رہے ہوں۔ ظاہر ہے کہ جے سیکا کو اسی کی تلاش تھی۔"

"لیکن یہ شیر سنگھ ہے کون؟ کوئی مشہور آدمی تو نہیں معلوم ہوتا۔"

"مشہور تو نہیں لیکن خطرناک ہے اور اگر اس کے جرائم پر پردہ نہ پڑا ہوتا تو مشہور بھ ہوتا۔ باتوں میں وقت نہ ضائع کرو۔ چلو اٹھو۔"

"اسی حلئے میں۔" حمید نے پوچھا۔

"نہیں اب میک اپ کی ضرورت نہیں۔ بہت ممکن ہے کہ ان لوگوں نے تمہیں جے س کے ساتھ دیکھا ہو۔"

حمید نے تھوڑی دیر قبل کا واقعہ دہرا دیا۔

"تو تم اب تک کیوں خاموش رہے تھے۔" فریدی جھنجھلا کر بولا۔ "سب چوپٹ کر دیا تم نے۔"

"کیوں....؟"

"میرا خیال ہے کہ مجرم پھر ہاتھ سے گیا۔ اب میں پولیس کی مدد لینا مناسب نہیں سمجھتا۔ چلو اٹھو۔"

فریدی نے حمید کو لیبارٹری میں لے جا کر اس کا میک اپ بگاڑ دیا۔

تھوڑی دیر بعد ان کی کیڈی لاک سنسان سڑکوں پر دوڑ رہی تھی۔ بارہ بج رہے تھے اور ش کی ہنگامہ پرور فضا پر آہستہ آہستہ اضمحلال طاری ہوتا جا رہا تھا۔

"مجھے توقع نہیں کہ وہ لوگ اب اس عمارت میں موجود ہوں۔" فریدی کہہ رہا تھا۔ "انہ شبہ ہو گیا ہے کہ جے سیکا ان کی قیام گاہ سے واقف ہو گئی ہے۔ ورنہ وہ خواہ مخواہ تم دونوں پر گولیا نہ چلاتے۔"

"تو بتائیے اب میں کیا کروں۔" حمید نے سنجیدگی سے کہا۔ "میرا دل بُری طرح ٹوٹ گیا اور اب میں سوچ رہا ہوں کہ خودکشی کے بجائے شادی کر لوں۔"

"اس کے علاوہ کچھ اور بھی رہتا ہے ذہن میں۔"

"کیوں نہیں بچوں کی ایک شاندار ٹیم، بچوں کی والدہ محترمہ کا پاندان اور اس کا خاندان.... کہتے ہیں کہ لیلیٰ کو مجنوں کے سسرال کا کتا بھی پیارا تھا۔"

"دماغ مت چاٹو۔"

"آپ نے میرا دل توڑا ہے، میں آپ کا دماغ چاٹوں گا۔"

"میں نے کیوں توڑا ہے۔"

"اتنے دنوں تک جھک مارتا رہا۔ اتنا بڑا خطرہ مول لے کر جے سیکا کو پھانسا انعام کیا ملا، وہی ٹائیں ٹائیں فش۔ ایک تعریفی جملہ بھی زبان سے نہ نکل سکا۔"

"تمہارے اس کمال کا عرصے سے معترف ہوں۔" فریدی بولا۔ "تم واقعی عورتوں کو پھانسنے میں اپنا جواب نہیں رکھتے۔ لیکن یہ کوئی ایسا باعزت مشغلہ نہیں کہ اس کی تعریف کی جائے۔"

فریدی نے کار روک دی اور دونوں اتر کر ایک طرف پیدل چلنے لگے۔ یہاں دور تک دو رویہ مکانوں کی قطاریں تھیں۔ وہ دونوں تاریکی میں غائب ہو گئے۔

اور پھر ان کی کار کے عقب سے ایک تاریک سایہ ابھر کر آہستہ آہستہ اسی طرف رینگنے لگا جدھر وہ دونوں گئے تھے۔

فریدی اور حمید تعاقب کرنے والے سے بے خبر آگے بڑھتے رہے۔

ایک کافی طویل و عریض لیکن تاریک عمارت کے قریب پہنچ کر وہ دونوں رک گئے۔ سایہ ان کا تعاقب ختم کر کے دوسری طرف چلا گیا۔

پوری عمارت تاریک تھی۔ کسی روشندان یا کھڑکی میں رمق برابر بھی روشنی نہیں دکھائی دے رہی تھی۔

دونوں نے کھلے ہوئے پھاٹک سے گزر کر پائیں باغ طے کیا اور پورٹیکو کے قریب والی مہندی کی باڑھ کی اوٹ میں دب گئے۔ پھر فریدی نے ایک پتھر اٹھا کر ایک کھڑکی پر مارا۔ شیشہ ٹوٹنے کی آواز آئی اور پتھر سنگین فرش پر گرا۔ اس کے بعد پھر وہی لامتناہی سناٹا.... دس پندرہ منٹ گزرنے کے بعد فریدی نے پھر وہی حرکت دہرائی۔ لیکن کوئی خاص نتیجہ بر آمد نہ ہوا۔ سوائے اس کے کہ شیشوں کی جھنکار اور پتھر کی آواز سے کسی درخت پر بیٹھا اُلو چونک کر چیخنے لگا۔

حمید نے بُرا سا منہ بنایا کیونکہ اُلو کی آواز بھی انہیں چند چیزوں میں سے تھی جس سے حمید کی روح عموماً فنا ہونے لگتی تھی۔

"چیل بول رہی ہے شائد۔" حمید آہستہ سے بولا۔

"تمہارا بڑا بھائی ہے۔" فریدی نے کہا۔

"نہیں.... جھوٹ.... آپ تو بڑی دیر سے خاموش ہیں۔"

"چھوڑو.... نہیں کوئی نہیں۔ میرا خیال ٹھیک تھا۔ یہ عمارت اب ویران ہے۔"

"مگر.... وہ کیا.... اوپر دیکھئے۔" یک بیک حمید بولا۔

اوپر کی منزل کی ایک کھڑکی سے کوئی آدھے دھڑ سے نیچے کی طرف جھانک رہا تھا۔ دھندلے آسمان کے پس منظر میں اس کا سر اور شانے صاف نظر آرہے تھے۔

"اوہ....!" فریدی آہستہ سے بولا۔ "چلو لیٹ جاؤ چپ چاپ۔"

وہ زمین پر لیٹ کر سینے کے بل پورٹیکو کی طرف رینگنے لگا۔

برآمدے میں پہنچ کر دونوں سانس لینے کے لئے رکے۔ اندر کسی قسم کی کوئی آہٹ نہ تھی۔

فریدی نے آگے بڑھ کر دروازے کو ہلکا سا دھکا دیا جو بغیر کسی آواز کے کھل گیا۔

پھر وہ دبے پاؤں ایک تاریک راہداری سے گزر رہے تھے۔ اچانک فریدی رک گیا۔ معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ کچھ سننے کی کوشش کر رہا ہو۔

دفعتاً ایک تیز قسم کی نسوانی چیخ سنائی دی، جو بتدریج گھٹتی گئی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کسی کسی عورت کا گلا گھونٹ دیا ہو۔ آواز کہیں قریب ہی سے آئی تھی، فریدی تیزی سے ایک طرف جھپٹا۔ حمید نے ریوالور نکال لیا تھا اور اس کے بائیں ہاتھ میں ٹارچ تھی۔

حمید کافی پیچھے رہ گیا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ٹارچ ضرور تھی لیکن وہ بوکھلاہٹ میں یہ بھول گیا تھا کہ ٹارچ اندھیرے ہی کے لئے ہوتی ہے۔ وہ بھٹکتا رہا اچانک چند دروازوں کے شیشوں سے مدھم سی روشنی دکھائی دی۔ حمید تیزی سے جھپٹا۔ یہ روشنی فریدی کی ٹارچ کی تھی اور وہ ایک عورت کو اپنے داہنے ہاتھ پر سنبھالے اس کی گردن سے رسی کا پھندا نکال رہا تھا۔

دوسرے لمحے میں حمید بھی کمرے کے اندر تھا۔

حمید نے پہلی ہی نظر میں اندازہ لگالیا کہ وہ ایک قبول صورت اینگلو انڈین لڑکی تھی اور یا بیہوش تھی یا مر چکی تھی۔

"ابھی زندہ ہے۔" فریدی نے مڑ کر آہستہ سے کہا۔ "باہر چلو اسے ہوا کی ضرورت ہے۔"

"لیکن....!" حمید ہکلایا۔

"جلدی کرو۔ ٹارچ بجھا دو۔ راستے کا مجھے اندازہ ہے۔" فریدی نے کہا اور بے ہوش لڑکی

اس کے کاندھے پر لاد لیا۔

باہر بائیں باغ میں بدستور سناٹا تھا۔ فریدی نے اُسے لان پر ڈال کر آہستہ سے کہا۔

"تم یہیں ٹھہرو۔ یہ ابھی ہوش میں آجائے گی۔"

پھر وہ تیزی سے اٹھا اور برآمدے میں پھیلی ہوئی تاریکی میں غائب ہو گیا۔ حمید کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہئے، جو چیخ اس نے سنی تھی اگر وہ اسی بے ہوش لڑکی کی تھی تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ اس عمارت میں اس کے علاوہ بھی کوئی اور موجود ہے۔ یا کچھ دیر پہلے تھا اور وہ پھندہ شائد اسی نے اس کی گردن میں ڈالا تھا۔ بہر حال اس کا اس طرح وہاں کھڑے رہنا خطرے سے خالی نہیں دکھائی دیتا۔ حمید بھی اس لڑکی سے تھوڑے ہی فاصلے پر لیٹ گیا۔ تھوڑی دیر تک اپنی جگہ سے جنبش بھی نہیں کی لیکن پھر خیال آیا کہ اس لڑکی کو دیکھنا چاہئے کہیں ہوش آتے ہی شور نہ مچانا شروع کر دے۔

وہ آہستہ آہستہ سینے کے بل کھسکتا ہوا اس کے قریب پہنچا۔ اس کی سانسیں باقاعدگی کے ساتھ چل رہی تھیں اور بظاہر کوئی خطرہ نہیں تھا۔

"آخر وہ کون تھی؟" حمید کے ذہن میں ایک بڑا سا سوالیہ نشان پیدا ہوا۔ اگر وہ انہیں لوگوں میں سے نہیں تھی تو اس کا کیا مقصد ہو سکتا تھا۔ پھر ایک نیا خیال.... ایسا خیال جس نے حمید کو بے اختیار چونکا دیا۔ کہیں وہ جے سیکا تو نہیں ہے؟ جے سیکا بھی اینگلو انڈین ہی تھی اور حمید اس کی اصلی شکل سے ناآشنا تھا۔ وہ ایک بار پھر اس پر جھکا۔ خدوخال بڑے دلآویز تھے اور خصوصاً تاروں کی دھندلی روشنی میں تو وہ ایسی لگ رہی تھی جیسے خواب کی کہر آلود فضا میں کوئی جانی پہچانی سی صورت جس سے ماضی کی کچھ حسین یادیں وابستہ ہوں۔ حمید کا ذہن موجودہ سچویشن کو فراموش کر کے شاعری کرنے لگا، لیکن حسین خیالوں کے تانے بانے جلد ہی ٹوٹ گئے۔ اندر کہیں ایک فائر ہوا تھا اور پھر اس نے ایک چیخ بھی سنی تھی۔

اس کا ہاتھ بے اختیار ریوالور پر گیا لیکن وہ اٹھ نہ سکا کیونکہ دوسرے ہی لمحے میں کوئی اس پر سوار ہو کر اس کا گلا گھونٹ رہا تھا۔ حمید نے اس کے دونوں ہاتھ پکڑ لئے جن میں قوت تو معلوم ہو رہی تھی لیکن نرمی اور نزاکت بھی رکھتے تھے۔ حمید کو زیادہ قوت نہ استعمال کرنی پڑی۔ اس نے اس کے ہاتھ بہ آسانی ہٹا دیئے.... اور پھر سچی بات تو یہ ہے کہ اس کے سارے جسم سے پسینہ

چھوٹ پڑا۔ کیونکہ وہی بے ہوش لڑکی اس پر سوار تھی۔

"جے سیکا ڈارلنگ....!" حمید آہستہ سے منمنایا۔

وہ اچھل کر ہٹ گئی لیکن اس کے دونوں ہاتھ ابھی تک حمید ہی کی گرفت میں تھے۔

"کتنی حسین رات ہے۔" حمید آہستہ سے بولا۔ وہ یہ بھی بھول گیا کہ اس نے ابھی
کی آواز سنی تھی۔

"سرجنٹ حمید....!" وہ بڑبڑائی۔

"وہی.... اور اس کے بعد جو کچھ بھی سمجھنا چاہو سمجھ لو۔"

"میری گردن میں کسی نے پھندا لگایا تھا۔"

"جواب بھی برقرار ہے۔" حمید نے کہا۔ "کیا تم فریدی صاحب کا مشورہ بھول
تھیں۔"

"میں مدد کرنا چاہتی تھی۔"

"کیا یہ ہوش میں آگئی۔" قریب ہی کہیں فریدی کی آواز سنائی دی۔ حمید نے اس کے
چھوڑ دیئے اور خود بھی اٹھ کر بیٹھ گیا۔

بدلتے نقشے

"تم آخر مانی نہیں۔" فریدی جے سیکا سے کہہ رہا تھا۔

"میری نیت میں فتور نہیں تھا۔ میں آپ کی مدد کرنا چاہتی تھی۔"

"لومڑی والی گھاتیں مجھ پر نہیں چلیں گی۔" فریدی اپنا اوپری ہونٹ بھینچ کر بولا۔

"اب میں آپ کو کس طرح یقین دلاؤں۔ بہرحال ابھی آپ یقین کرلیں گے۔"

"وہ کس طرح۔"

"میں جانتی ہوں کہ کلاوتی اس عمارت میں موجود ہے۔ وہ بھاگتے وقت اسے اپنے
نہیں لے جاسکے۔ میں آپ کے یہاں سے سیدھی یہیں آئی تھی۔"

"لیکن وہ آدمی جس نے تمہارے پھانسی لگانے کی کوشش کی تھی؟" فریدی بولا۔

"ٹھیک ہے! انہوں نے کلاوتی کی حفاظت کے لئے ایک آدمی ضرور چھوڑا ہوگا۔"

"خیر وہ تو ختم ہوچکا۔" فریدی نے کہا۔ "لیکن کلاوتی؟ وہ اس عمارت میں نہیں۔ پوری
ارت میں ایک لاش کے علاوہ اور کچھ نہ ملے گا۔"

"مگر وہ اتنے بیوقوف بھی نہیں ہوسکتے کہ کلاوتی کو ایسی جگہ چھوڑ جاتے جہاں اس پر بہ
سانی نظر پڑ سکتی۔"

"تم تو یہ کہنا چاہتی ہو کہ یہاں کوئی تہہ خانہ بھی ہے۔"

"جی ہاں....!"

"ہوں.... اچھا تو آؤ۔"

"میں آپ کے احسان کا بدلہ چکانا چاہتی ہوں۔" جے سیکا اٹھتی ہوئی بولی۔

"کیسا احسان....؟" فریدی نے پوچھا۔

"یہی کہ آپ نے مجھ پر قابو پانے کے باوجود بھی پولیس کے حوالے نہیں کیا۔"

فریدی خاموشی سے چلتا رہا۔

اندر پہنچ کر جے سیکا سارے کمرے روشن کرتی گئی۔

"ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے تم اس عمارت سے اچھی طرح واقف ہو۔" فریدی نے کہا۔

"جی ہاں اور اسی حماقت کے نتیجے میں مجھے پھانسی کا پھندا نصیب ہوا تھا۔ لیکن اگر میں اتنی
ہان بین نہ کرتی تو اس تہہ خانے تک پہنچ بھی نہ سکتی تھی۔"

ایک کمرے میں حمید نے ایک لاش دیکھی جسکے سینے سے خون ابل کر فرش پر پھیل گیا تھا۔

"یہ محض اپنی حماقت سے مرا ہے۔" فریدی نے کہا۔

"کس لئے۔"

"خواہ مخواہ لپٹ پڑا تھا اور یہی نہیں! یہ ریوالور بھی نکال لیا تھا لیکن اس کا علم نہیں تھا۔
ندھیرے میں جدوجہد ہورہی تھی۔ دفعتاً ریوالور چل گیا جسکی نال اسی کے سینے کی طرف تھی۔"

"میں سمجھی تھی شائد....!"

"نہیں میں بلاوجہ اپنا ہاتھ رنگنا پسند نہیں کرتا۔" فریدی بولا۔

جے سیکا ایک جگہ رک گئی۔ کچھ دیر ادھر ادھر دیکھتی رہی پھر جھک کر فرش پر بچھا ہوا قالین

اٹھانے لگی۔

چند لمحوں بعد فریدی اور حمید ایک چوکور پتھر کی سل ہٹانے کی کوشش کر رہے تھ
رقبہ سولہ مربع فٹ رہا ہوگا۔ بمشکل تمام وہ اسے فرش کی سطح سے ابھار سکے۔

تہہ خانے میں پہنچنے کے لئے انہیں چودہ سیڑھیاں طے کرنی پڑیں۔ فریدی کے ہ
ٹارچ تھی اور وہ جے سیکا کے پیچھے تھا اور پھر حمید۔

سامنے ایک بڑی سی مسہری تھی جس کے چاروں طرف پلنگ پوش اس طرح لٹک
اس کے پائے بھی نہیں دکھائی دے رہے تھے، جے سیکا نے سوئچ دبا کر بلب روشن کر دیا۔

مسہری پر گونگی کلاوتی بیہوش پڑی تھی۔

"دیکھا آپ نے۔" جے سیکا فریدی کی طرف مڑی۔

"کچھ اور بھی دیکھ رہا ہوں۔" فریدی بھنویں تان کر بولا۔ اس کی نظریں مسہری پ
ہوئے پلنگ پوش کے ایک کونے پر جمی ہوئی تھیں۔ دفعتاً جے سیکا اچھل کر پیچھے ہٹ گئی۔
ہی حمید کی نظر اس پستول پر پڑی جو جے سیکا نے نکال لیا تھا اور اس کا رخ انہیں دونوں کی طرف

"اپنی جگہ سے جنبش نہ کرنا۔" اس نے فریدی اور حمید کو للکارا۔

پھر پلنگ پوش کے لٹکتے ہوئے گوشے ہٹے اور مسہری کے نیچے سے پانچ آدمی نکل آ
ان میں ایک بڑی مونچھوں والا بھی تھا انہوں نے فریدی اور حمید کو گھیرے میں لے لیا۔

"انس.... پکٹر.... فریدی۔" جے سیکا نے منہ ٹیڑھا کر کے کہا اور پھر یک بیک ہنس

"خوب....!" فریدی بھی جواباً مسکرایا۔ البتہ حمید پر بوکھلاہٹ کا دورہ پڑ چکا تھا۔ اس کی
میں نہیں آ رہا تھا کہ یک بیک یہ کیا ہو گیا۔ وہ ابھی تک جے سیکا کو دوست سمجھ رہا تھا اور
پیشتر اسی بڑی مونچھ والے نے ان دونوں پر کار میں گولیاں چلائی تھیں۔ جے سیکا اس کی
تھی۔ لیکن اب یہ کیا ہو گیا۔

"اب یہ تہہ خانہ....!" جے سیکا نے کہا۔ "تم دونوں کا مقبرہ بنے گا۔"

"ٹھیک ہے۔" فریدی ہنس کر بولا۔ "اور تم جیسے لوگ کبھی کبھی آ کر یہاں قوالیاں
کریں گے۔"

ایک پل کے لئے جے سیکا کے چہرے پر تحیر کے آثار پیدا ہوئے لیکن پھر اسی طرح

گئے۔ جیسے بادل کے کسی ٹکڑے کی وجہ سے ایک لحظہ کے لئے دھوپ نکل کر غائب ہو جائے۔

"تم خود کو بہت چالاک سمجھتے تھے۔" جے سیکا بولی۔ "لیکن حقیقتاً تم احمق ہو۔"

"احمق نہیں بلکہ گاؤدی کہو۔" فریدی مسکرایا۔

"تم سوچتے ہو گے کہ یک بیک یہ کیا ہو گیا۔"

"یہ میں نے تھوڑی دیر قبل سوچا تھا۔" فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔ "تم شائد یہ سمجھتی ہو کہ میں تمہارے اور شیر سنگھ کے سمجھوتے سے واقف نہیں تھا۔ بھولی عورت فریدی کسی مجرم کو اس طرح نہیں چھوڑا کرتا جیسے اس نے چند گھنٹے پیشتر تمہیں چھوڑ دیا تھا۔ مجھ سے سنو پورا واقعہ۔ اپنے بدصورت ساتھی کو تمہیں نے قتل کیا تھا۔ وہ ذرا کمزور دل کا آدمی تھا۔ تم نے سوچا کہ کہیں وہ پولیس کے ہاتھوں میں پڑ کر سارا راز نہ کھول دے۔ تم اس رات اسے اس عمارت میں لے گئی تھی تمہیں اپنی کچھ چیزیں وہاں سے نکالنی تھیں۔ تمہارے ساتھی نے عمارت کی عقبی دیوار کی کچھ اینٹیں نکالیں اسی دوران میں اس کا انگوٹھا زخمی ہو گیا۔ اس دیوار میں مقتول ہی کے خون بھرے انگوٹھے کے نشانات تھے، جنہیں میں نے قاتل کے انگوٹھے کے نشانات کی حیثیت سے شہرت دی تھی، ننھی لڑکی ابھی تمہاری ذہانت اس سطح پر نہیں پہنچی جہاں وہ مردوں کو دھوکا دے سکے پھر تم نے وہ تصویر بھیج کر مجھے دھوکا دینے کی کوشش کی۔ اسی دوران میں اچانک تمہیں وہ مل گیا جس کی تمہیں تلاش تھی یعنی شیر سنگھ۔ تم نے اس سے سمجھوتہ کر لیا۔ ادھر سرجنٹ حمید بھی اپنی حماقت سے تمہارے چکر میں پڑ گیا تھا۔ پہلے دن تم نے اسے نہیں پہچانا، لیکن دوسری رات کو تمہیں معلوم ہو گیا کہ وہ سرجنٹ حمید ہے۔"

جے سیکا خاموش کھڑی رہی۔ حمید فریدی کو گھورنے لگا تھا۔

"حمید کی یہ ایک بہت بڑی کمزوری ہے کہ وہ خواب میں بڑبڑایا کرتا ہے، بہر حال سوتے وقت اس نے اپنا راز غیر شعوری طور پر اگل دیا۔ اسکے بعد تم نے شیر سنگھ سے مل کر مشورہ کیا۔ اس نے رائے دی کہ فریدی اور حمید کو راستے سے ہٹا دیا جائے، ورنہ کلاوتی میعاد پوری ہونے سے پہلے ہی ہاتھ سے نکل جائے گی۔ بہر حال اسی کے مشورے کے مطابق تم نے حمید کو تصویر والے معاملے پر آمادہ کیا۔ پھر شیر سنگھ نے سوچی سمجھی سکیم کے تحت تم دونوں پر فائر کئے۔ کیوں ہے نا یہی بات۔"

فریدی نے خاموش ہو کر مجرموں پر ایک اچٹتی سی نظر ڈالی۔ وہ بے حس و حرکت کھڑے ر

ہوئے تھے۔

"تم نے دیدہ دانستہ۔" فریدی نے جے سیکا کو مخاطب کیا۔ "حمید کو اپنا پستول چھیننے دیا تھا۔ اور ہاں یہ تو بتانا ہی بھول گیا کہ تمہیں اس بات کا شبہ ہو گیا تھا کہ میرے اور آدمی بھی ادھر تمہارے پیچھے لگے رہتے ہیں اور اس وقت.... اس وقت تم نے اپنے گلے میں رسی کا پھندا اسی لئے ڈالا تھا کہ مجھے ٹٹول سکو۔ یہ معلوم کر سکو کہ میں تنہا ہوں یا میرے ساتھ پولیس بھی ہے، اگر تمہیں یہ معلوم ہو جاتا کہ میرے ساتھ پولیس بھی ہے تو تم مجھے اس تہہ خانے میں نہ لاتیں اور اب تم ہم دونوں کو مار ڈالو تاکہ کلاوتی کے بالغ ہونے کا وقفہ پورا ہو جائے، میری زندگی میں تو یہ ناممکن ہے کہ وہ بالغ ہونے سے پہلے ہی اپنے خاندان میں واپس نہ پہنچ جائے۔"

"تمہاری یہ آرزو ضرور پوری کی جائے گی۔" جے سیکا نے قہقہہ لگایا۔ ساتھ ہی اس نے پستول کا ٹریگر بھی دبا دیا۔ لیکن فائر کی بجائے صرف ایک ہلکی سی آواز ہوئی۔ فریدی پھرتی سے چند قدم پیچھے ہٹا.... اب اس کے ہاتھ میں اعشاریہ تین آٹھ کا ریوالور تھا اور وہ سب ہی اس کی زد میں تھے، جے سیکا بوکھلاہٹ میں ٹریگر دباتی ہی چلی گئی لیکن نتیجہ وہی صفر۔

فریدی نے قہقہہ لگایا۔

"ننھی لڑکی! میں تمہارے بس کا روگ نہیں۔ تمہارے پستول کی گولیاں اسی وقت نکل گئی تھیں، جب میں نے تمہیں رسی کے پھندے سے نکال کر کاندھے پر لادا تھا۔"

"جے سیکا ڈارلنگ۔" حمید نے نعرہ لگایا اور اچھل کر جے سیکا کو دبوچ لیا۔

فریدی کی نظر بہک گئی۔ وہ صرف آدھ سیکنڈ کے لئے حمید کی طرف متوجہ ہوا تھا کہ ریوالور اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔ شیر سنگھ اس سے لپٹ پڑا تھا۔ پھر اس کے چاروں ساتھیوں نے بھی یلغار کر دی۔ حمید کو بوکھلاہٹ میں کچھ نہ سوجھا تو جے سیکا کو دبوچے ہوئے مسہری کے نیچے گھس گیا۔ وہ حلق پھاڑ پھاڑ کر اسے گالیاں دے رہی تھی۔

تھوڑی دیر تک وہ چیختی رہی پھر خاموش ہو گئی۔ ادھر فریدی ان پانچوں سے گتھا ہوا تھا۔ دفعتاً مسہری کے نیچے سے فائر ہوا اور شیر سنگھ کے ساتھیوں میں سے ایک اچھل کر دور جا پڑا اور پھر فائر ہوا دوسرا اپنی ران دبائے ہوئے ڈھیر ہو گیا۔

"ابے او سور ذرا دیکھ بھال کر۔" فریدی چیخا۔

اب اس کے مقابلے میں صرف تین رہ گئے تھے۔ فریدی کبھی ان کی گرفت میں آ جاتا اور کبھی نکل جاتا۔ حمید نے مسہری کے نیچے سے پھر فائر کیا۔ تیسرے کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔

"کیا کر رہا ہے.... باہر نکل گدھے۔" فریدی پھر چیخا۔

اتنے میں اس کا گھونسہ شیر سنگھ کی کنپٹی پر پڑا اور وہ بھی ڈھیر ہو گیا۔

"خبردار....!" حمید نے باہر نکل کر للکارا۔

فریدی نے قہقہہ لگایا۔ "اب دیواروں کو للکار رہے ہو سور۔"

فریدی نے باقی بچے ہوئے ایک آدمی کی ٹانگ پکڑ لی، جو سیڑھیوں کی طرف بھاگ رہا تھا۔ اس کے گرتے ہی حمید نے سر پر ریوالور کا کندہ رسید کر دیا۔ وہ بھی بے ہوش ہو گیا۔

"تمہاری بدولت۔" فریدی حمید کا گریبان پکڑ کر جھٹکا دیتا ہوا بولا۔ "اتنی دھینگا مشتی کرنی پڑی۔"

"آپ کی بدولت... میرا ارمان کرکرا ہو گیا۔ اگر میں اسے بیہوش نہ کر دیتا تو وہ پھر نکل بھاگتی۔"

"ہوں....!" فریدی ہونٹ سکوڑ کر بولا۔ "جب تک یہ نہیں معلوم ہوا تھا کہ اس کا پستول خالی ہے جان نکلی ہوئی تھی۔"

"جی نہیں میں اس کا پستول چھین لینے کی فکر میں تھا۔" حمید تڑ سے بولا۔

"مسہری کے نیچے کیوں گھسے تھے۔" فریدی نے سخت لہجے میں کہا۔ "یہ کیا لغویت تھی۔"

"میں نے سوچا کہ کہیں اس دھینگا مشتی میں دب کر ٹوٹ پھوٹ نہ ہو جائے۔ آخر کو عورت ہی ہے بیچاری۔"

حمید نے مسہری کے نیچے ہاتھ ڈال کر جے سیکا کو باہر گھسیٹ لیا وہ بے ہوش تھی اور اس کے ہونٹوں سے خون بہہ رہا تھا۔

"جنگلی....!" فریدی اسے گھور کر بولا۔

"اب میں کیا کروں! لاکھ بچانے کے باوجود بھی پنکچر ہو گیا۔ جے سی ڈارلنگ یو۔ آر ونڈر فل بٹ آئی ایم اے فائٹنگ بل۔ فرام کابل۔ ناؤ بی کام اینڈ پیس فل....!"

"چپ رہو....!" فریدی نے ڈانٹا۔

"بالکل.... بالکل....!" حمید نے سنجیدگی سے کہا اور پھر اچھل کر نعرہ لگایا۔

"اس جنگ کا ہیرو میں ہوں۔ سرجنٹ حمید.... زندہ.... باغ.... نخ.... نخ....!"

وہ اس زور سے چیخا کہ حلق چھل گیا اور کھانسی آنے لگی۔

فریدی نے اس کی پیٹھ پر ایک گھونسہ جڑ دیا۔

"جاؤ! اوپر بڑے کمرے میں ٹیلی فون ہے۔ پولیس کو اطلاع دے دو۔"

"ارے تو کیا.... واقعی آپ نے پولیس کا انتظام نہیں کیا تھا۔" حمید بولا۔

"نہیں بیٹے۔ مجھے یقین نہیں تھا کہ آج ہی کامیابی نصیب ہو جائے گی اور جو کچھ میں ابھی جے سیکا سے کہا تھا اس میں زیادہ تر بلف تھا جو کامیاب رہا۔"

"اور وہ خواب میں بڑبڑانے والی بات۔"

"میں بہت عرصے سے تمہیں خواب میں بڑبڑاتے سنتا آرہا ہوں اور قریب قریب روز یہ جملہ بڑے ڈرامائی انداز میں دہراتے ہو کہ میں سرجنٹ حمید ہوں۔ میں دنیا کا مشہور ترین آ ہوں۔ چلو جلدی کرو، پولیس کو فون کر دو۔ یہ بیچاری کلاوتی ابھی تک بے ہوش ہے۔ شائد کوئی خواب آور دوا دی گئی ہے۔"

"لیکن آپ یہ جانتے تھے کہ وہ شیر سنگھ سے ملی ہوئی ہے۔"

"ہاں یار جاؤ بھی! وقت مت برباد کرو۔ میں اس کی طرف سے غافل نہیں تھا۔"

ختم شد

جاسوسی دنیا نمبر 31

گیتوں کے دھماکے

(مکمل ناول)

خونی آگ

ادھر کچھ دنوں سے سرجنٹ حمید پر موسیقی کا بھوت سوار ہو گیا تھا۔ دن ہے تو وائیلن اور رات ہے تو وائیلن۔ اس دن رات کی ریں ریں ٹیں ٹیں سے عاجز آکر فریدی نے ایک دن اُس کے دونوں کان پکڑ کر وائیلن سمیت گھر سے باہر نکال دیا۔ حمید بڑی دیر تک کھڑا دیہاگ کا خیال اُلاپتا رہا لیکن فریدی کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔

آخر حمید نے وائیلن تو وہیں چھوڑا اور خود چل پڑا۔ کچھ عرصہ قبل فلم لائین کے کچھ آدمیوں سے اُس کی دوستی ہو گئی تھی۔ انہیں میں فلم آرٹ پروڈکشن کا میوزک ڈائریکٹر رمیش بھی تھا۔ دوستی کا مقصد حقیقتاً کچھ اور تھا لیکن بھرم بنائے رکھنے کے لئے حمید کو موسیقی کا سہارا لینا پڑا اور اس نے ایک عدد وائیلن بھی خرید لیا۔ وائیلن کا سبق لینے کے بہانے وہ اُس سے تقریباً روزانہ ملتا۔ ملاقات کبھی گھر پر ہوتی اور کبھی اسٹوڈیو میں۔

گھر میں ملاقات زیادہ سود مند ثابت ہوتی تھی کیونکہ رمیش کی داشتہ کم سن بھی تھی اور حسین بھی۔ کسی اچھے گھرانے کی اغواء شدہ لڑکی تھی اور اغواء کا باعث شاید فلم لائین کا چکر ہی بنا تھا۔ بہر حال وہ نہ جانے کتنوں کا نشانہ بنتی ہوئی رمیش تک پہنچی تھی اور رمیش نے اُسے بطور داشتہ گھر میں ڈال لیا تھا۔

حمید نے گھر سے نکل کر رمیش ہی کے گھر کی راہ لی لیکن وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ رمیش

اسٹوڈیو میں ہے۔ اُس کی داشتہ شلی بھی گھر پر موجود نہیں تھی۔ مجبوراً اُسے اسٹوڈیو کا رخ کرنا پڑا۔

اسٹوڈیو کے ایک بڑے کمرے میں خاصہ ہنگامہ برپا تھا۔ تقریباً پندرہ بیس افراد کے بولنے اور ہنسنے کی آوازوں نے کچھ عجیب سی فضا پیدا کر رکھی تھی۔ کبھی کبھی کوئی پیانو یا کسی دوسرے ساز کو الٹے سیدھے سروں میں چھیڑ دیتا اور کانوں کے پرخچے اڑنے لگتے۔

فلم کی مہورت ہو چکی تھی اور اب میوزک ٹیک کرنے کے لئے ریہرسل پر ریہرسل ہو رہے تھے۔ حمید کو ان ریہرسلوں میں بڑا لطف آتا تھا۔ خصوصاً اُس وقت تو اُس کے پیٹ میں چوہے کودنے لگتے تھے جب فلم کا فائننسر سیٹھ جھکو مل بھکو مل نخریلی ہیروئن کی ناز برداریاں کرنے لگتا۔

یہ بڑی مشہور ہیروئن تھی۔ حمید اُسے سینکڑوں بار پردۂ سیمیں پر دیکھ چکا تھا اور ہر بار یہ خواہش اُس کے دل میں چٹکیاں لے چکی تھی کہ کاش کوئی ایسی ہی جذباتی، خوش سلیقہ اور حسین عورت اُس کی زندگی بھر کی ساتھی بن سکتی۔

لیکن جب پہلی مرتبہ اُس نے اُسے گوشت و پوست میں دیکھا تو بمشکل تمام اپنی ابکائی روک سکا۔ ملاقات رمیش کے گھر ہی پر ہوئی تھی۔ وہ بھی ایسی حالت میں کہ وہ نشے میں دھت تھی۔ میک اپ اڑ چکا تھا۔ بال پریشان اور جب وہ آنکھیں بھینچ کر ہنستی تو ہونٹوں کے دونوں کنارے ٹھوڑی کی طرف جھک کر ایک بے ڈھنگی سی قوس بنا لیتے۔ حمید پہلے تو یہی سمجھا کہ شاید وہ اسے منہ چڑھا رہی ہے لیکن پھر یقین آ گیا کہ صورت ہی ایسی ہے پھر دوسری ملاقات اُس وقت ہوئی تھی جب وہ نشے میں نہیں تھی لیکن پھر بھی وہ اُسے اتنی اچھی نہ لگی جتنی اچھی فلم میں معلوم ہوئی تھی۔

اسٹوڈیو میں قدم رکھتے ہی اُس پر بوکھلاہٹ کا دورہ پڑ گیا۔ کیونکہ ہیروئن سیٹھ جھکو مل کی گردن تھامے جھٹکے لگا رہی تھی اور سیٹھ کی بتیسی اس طرح نکلی پڑ رہی تھی جیسے اُس کی تاج پوشی ہو رہی ہو۔ اتنے میں ہوٹل کا لڑکا خالی گلاس سمیٹنے کے لئے آ گیا۔ ہیروئن سیٹھ کو چھوڑ کر اُس کی طرف متوجہ ہو گئی۔

"سالا..... تم اندھا ہے۔ کولڈ ڈرنک میں مکھی تھا۔" وہ اُس کی پیٹھ پر دوہتھڑ جھاڑ کر بولی۔

"مس صاب....!" لڑکا ہکلایا۔

"مس صاحب کا جنا.... پیسہ نائیں ملے گا۔"

"ایسا مت دیکھو۔" سیٹھ کے پھپھوند لگے ہوئے پیلے دانت باہر نکل پڑے۔ "مر جائے گا گریب۔"

لڑکا گلاس سمیٹ کر بھاگ گیا اور وہ پھر سیٹھ کی گردن پکڑ کر جھول گئی۔

رمیش پیانو پر تھا اور شلی اُس کے کاندھے پر ہاتھ ٹیکے کھڑی تھی۔ رمیش کو شاید رقاصہ کے تیار ہو جانے کا انتظار تھا لیکن وہ ڈائریکٹر سے کسی بات پر اُلجھی ہوئی تھی۔ یہ فلمی دنیا کی سب سے کامیاب اور مشہور رقاصہ تھی۔ اُس نے بہتیری مناسب اور نامناسب شرائط کے ساتھ کنٹریکٹ کیا تھا اس لئے ڈائریکٹر اور میوزک ڈائریکٹر دونوں ہی کو اُس کا تاؤ سنبھالنا پڑتا تھا۔ اُس کے خدوخال دلکش تھے خصوصاً نچلے ہونٹ کا درمیانی خم تو قیامت تھا۔

رمیش کی داشتہ شلی حمید کو دیکھ کر مسکرائی۔ اُس نے آہستہ سے کچھ کہا اور رمیش بھی مسکرانے لگا۔

"اتنے ریہرسل سمجھ میں نہیں آتے۔" حمید نے آہستہ سے کہا۔

"کچھ نہیں.... یہ سالا سیٹھ زیادہ سے زیادہ دنوں تک عیاشی کرنا چاہتا ہے۔" رمیش آہستہ سے بولا۔

حمید کچھ کہنے ہی والا تھا کہ اُسے اپنی پشت پر ایک ہذیانی قسم کا قہقہہ سنائی دیا۔ وہ چونک کر مڑا۔ ایک لحیم شحیم آدمی آگے کی طرف جھکا ہوا ابلیوں کی طرح رمیش کی آنکھوں میں گھور رہا تھا۔

"ہو ہو۔" اُس نے دونوں ہونٹ سکوڑ کر بڑا سا دائرہ بنایا۔

حمید نے محسوس کیا کہ وہ بُری طرح پیئے ہوئے ہے۔

"یہ کیا بیہودگی ہے؟" رمیش جھنجھلا کر بولا۔

"توم.... بجاؤ.... ہم ناچے گا.... گلاوتی نائیں ناچے گا۔"

رمیش نے منہ پھیر لیا۔

"ہی.... ہی.... ہی۔" وہ شلی کی طرف دیکھ کر ہنسنے لگا۔ "توم بڑا سندر ہے.... امارہ دل کا رانی۔"

رمیش دانت پیستا ہوا اٹھا۔ دوسرے لمحے میں اُس کا ہاتھ شرابی کے گریبان پر تھا اور پھر ایک گھونسہ اُس کی ٹھوڑی کے نیچے پڑا تو ستارے ہی ناچ گئے ہوں گے اُس کی آنکھوں کے

سامنے۔ لوگ دوڑ پڑے۔

"کیا بابا.... میوجک ڈائریکٹر صاحب۔" سیٹھ ہانپتا ہوا بولا۔

"خون پیؤں گا....!" شرابی اٹھ کر رمیش کی طرف جھپٹا لیکن دو تین آدمی بیچ میں آ گئے۔

"کیا بات ہے؟" ڈائریکٹر آگے بڑھ کر بولا۔

"کوئی بات نہیں۔" رمیش چیخ کر بولا۔ "میں کام نہیں کروں گا۔"

"کیا مصیبت ہے۔" ڈائریکٹر نے اپنی پیشانی پر ہاتھ مار کر کہا۔ "میں تو بڑے جنجال میں پھنس گیا۔"

"سب آپکی کمزوری کا نتیجہ ہے۔" رمیش بولا۔ "میں کہتا ہوں ایسے لوگ یہاں آئیں ہی کیوں؟"

"میوجک ڈائریکٹر صاحب تم ہمارے دوست کو جلیل کیا۔" سیٹھ بگڑ گیا۔

"میں سالے کا خون پی لوں گا۔"

"میوجک ڈائریکٹر صاحب۔"

"سیٹھ صاحب۔ اگر یہ کل سے یہاں آیا تو میں نہیں آؤں گا۔"

"آئے گا کیسے نہیں۔ کنٹریکٹ سائین کیا ہے۔ نہیں آئے گا تو ہم مکدمہ چلادے گا۔"

"اور میں چھرا مار کر تمہاری توند برابر کر دوں گا۔"

"تم ہم کو بھی جلیل کیا۔" سیٹھ بھنا کر ناچ گیا۔

اس ہنگامے کے دوران میں کسی نے ہیروئن کا پیر کچل دیا۔ اُس نے ایک چیخ ماری اور اچھل کر صوفے پر ڈھیر ہو گئی۔

سیٹھ بوکھلا کر اُس کی طرف دوڑا۔

"کیا ہوا.... کیا ہوا....؟"

"تمہاری ماں کا خصم.... ہائے.... ارے.... رے۔" ہیروئن کراہی۔

"ارے رام.... کھون.... ڈاکٹر....!" سیٹھ حلق پھاڑ کر چیخا۔

"ارے.... ارے.... ہائے۔"

شرابی کو لوگوں نے چھوڑ دیا تھا۔ وہ بھی اب ہیروئن ہی کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ حمید رمیش اور شلی الگ کھڑے تھے۔

"آؤ چلیں۔" رمیش آہستہ سے بولا۔ "اس کتا خصی کی توقع نہیں تھی۔ میں تو اب
آؤں گا۔ دیکھتا ہوں سالا کیا کرلیتا ہے۔" وہ تینوں کمرے سے باہر نکل آئے۔

"یہ روز کا دھندا ہے حمید صاحب۔" رمیش کہہ رہا تھا۔ "جب تک انڈسٹری پر جاہل اور
قسم کے لوگ چھائے رہیں گے یہی ہوتا رہے گا۔ جنہیں علم کی دولت ملی ہے جو ذہین ہیں اُن
پاس پیسہ نہیں ہے۔"

"لیکن یہ تھا کون؟" حمید نے پوچھا۔ "میرا خیال ہے کہ میں اسے پہلے بھی کہیں دیکھ
ہوں۔"

"ضرور دیکھا ہوگا۔ اول درجے کا بدمعاش اور کمینہ ہے۔ سیٹھ کو لڑکیاں سپلائی کرتا ہے۔"

"نام کیا ہے؟"

"درجن....!" شلی نے کہا۔ "کیا اُسے اپنی لسٹ پر چڑھائیے گا۔"

"آدمی خطرناک معلوم ہوتا ہے۔" حمید بولا۔

"کئی بار شلی کو چھیڑ چکا ہے۔" رمیش نے کہا۔ "اور اب شاید اُس کی موت ہی آگئی ہے۔"

"نہیں نہیں۔ جھگڑا کرنے کی ضرورت نہیں۔ اب میں یہاں نہیں آؤں گی۔"

وہ ریستوران میں آکر بیٹھ گئے۔

شلی بڑی شوخ لڑکی تھی لیکن اس وقت اُس کے چہرے پر صحت آثار سرخی نہیں تھی۔
سرخی جو ہنستے وقت کچھ اور گہری ہو جاتی تھی۔ اُس کی عمر انیس بیس برس کے قریب رہی ہوگی
لیکن چہرے پر پکاپن نہیں تھا۔ بچپن کے سارے نقوش معصومیت سمیت ابھی تک باقی تھے
اُسے دیکھ کر یہ کہنا دشوار تھا کہ وہ اب کنوری نہیں رہی۔ جسم کہرا اور نازک تھا اور یہ نزاکت اُ[س]
وقت اور زیادہ واضح ہو جاتی جب وہ اپنی سبک سی لانبی گردن میں سفید ریشمی رومال لپیٹ لیتی تھی
پتہ نہیں یہ اُس کی اختراع تھی یا ضرورتاً ایسا کرتی تھی۔

"چھوڑو یار....!" حمید رمیش کا شانہ تھپکتا ہوا بولا۔ "کہاں کی بوریت لے بیٹھے۔ میں اُ[سے]
دیکھ لوں گا۔"

"اور میں کب پرواہ کرتا ہوں۔" رمیش نے چھوکرے کو آواز دی۔

"آپ کیوں چپ ہیں۔" حمید نے شلی سے پوچھا۔

"نہیں تو۔" اُس کے ہونٹوں پر ایک مضحل سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ "درجن اچھا آدمی
نہیں ہے۔"

"اسی وقت بند کرادوں؟" حمید بولا۔

"کیا ضرورت ہے۔" رمیش نے کہا۔ "میں ایسوں کو سیدھا کرنا جانتا ہوں۔ میرے ہاتھ
صرف پیانو ہی پر نہیں چلتے۔ گلا بھی گھونٹ سکتے ہیں۔"

"تمہارا گھونسہ بڑا شاندار تھا۔" حمید بولا۔

رمیش اپنے چوڑے چکلے سینے کا جائزہ لے رہا تھا۔

وہ ابھی کافی ختم نہیں کرپائے تھے کہ فلم کا ڈائریکٹر مسعود آگیا۔

"شکر ہے تم یہیں مل گئے۔" مسعود نے رمیش کو مخاطب کیا۔ رمیش کے ہونٹ پہلے سے
بھی زیادہ تلخ انداز میں سکڑ گئے۔ چند لمحے خاموشی رہی پھر مسعود ہی بولا۔

"آج کے واقعے پر مجھے افسوس ہے۔ شاید دوبارہ اس کی نوبت نہ آئے۔"

"ہوں....!" رمیش سگریٹ سلگانے لگا۔

"اب وہ اسٹوڈیو میں نہیں آئے گا۔" مسعود نے کہا۔

"آئے یا نہ آئے۔ میں اب نہیں آؤں گا۔"

"یار کہہ تو دیا.... میں اب وعدہ کرتا ہوں۔"

"مسعود صاحب۔ دوستی اپنی جگہ پر اور بزنس....!"

"چھوڑو یار۔ ختم کرو۔ میں بہت پریشان ہوں۔"

دونوں میں بڑی دیر تک ردوقدح ہوتی رہی۔ آخر مسعود نے کسی نہ کسی طرح رمیش کو
راضی ہی کرلیا۔

"شلی تم گھر جاؤ۔" رمیش نے کہا۔

"کیوں؟ میں نہیں جاتی۔ ساتھ چلیں گے۔"

"آج سبھی مجھے تنگ کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔" رمیش جھنجھلا کر بولا۔

"اوہو! تو بات کیا ہے۔" شلی نے منہ پھلا لیا۔

رمیش اٹھ کر مسعود کے ساتھ چلا گیا۔ حمید اور شلی بیٹھے رہے۔ حمید اُس کی پیالی میں دوبارہ

کافی انڈیلنے لگا۔

"غصے کی حالت میں اور زیادہ حسین ہو جاتی ہو۔" حمید نے مسکرا کر کہا۔

"اور اگر اسی حالت میں ہاتھ اٹھ جائے تو ریٹا ہیورتھ معلوم ہونے لگتی ہوں۔"

"بڑے نازک ہیں تمہارے ہاتھ۔" حمید اُس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھتا ہوا بولا۔

"اوہ.... سچ کہہ رہے ہیں آپ....؟" شلی خوشی ظاہر کرتی ہوئی بولی۔

"بالکل.... تم بڑی حسین ہو۔"

"بینک بیلنس کتنا ہوگا تمہارا؟" شلی نے بڑی معصومیت سے پوچھا۔

"زیادہ نہیں.... یہی کوئی.... بیس بائیس ہزار۔"

"بس.... لیکن رمیش لکھ پتی ہے اور اب میں کسی کروڑ پتی کے خواب دیکھ رہی ہوں۔"

"مگر تم تو کہتی تھیں کہ تمہیں رمیش سے محبت ہے۔"

"محبت.... محبت تو مجھے تم سے بھی ہے۔" شلی نے بڑی معصومیت سے کہا۔ "مجھے فضول آدمی سے محبت ہو جاتی ہے۔"

"تو کیا میں فضول ہوں؟"

"ہر وہ آدمی فضول ہے جو کسی مخصوص عورت کے پیچھے وقت اور پیسہ برباد کرتا ہے۔"

"کیوں؟"

"اس لئے کہ ہر عورت.... عورت ہوتی ہے۔ چاہے وہ شلی ہو چاہے سڑک کے کنارے گھسٹنے والی کوئی مفلوج بھکارن۔"

"مگر وہ شلی کی طرح حسین نہیں ہو سکتی۔"

"حسن" شلی نے تلخ ہنسی کے ساتھ کہا۔ "حسن تمہارے کس کام آتا ہے۔ حسن سے تمہیں کیا ملتا ہے؟"

حمید بوکھلا گیا۔ اُسے اُس سے ایسی گفتگو کی توقع نہ تھی۔ وہ اُسے صرف ایک کھلنڈری اور بے پرواہ لڑکی سمجھتا تھا۔ اُسے خواب میں بھی گمان نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ اتنی کھردری قسم کی حقیقت پسند ثابت ہوگی۔

"شلی.... مجھے معاف کرنا۔" وہ یک بیک سنجیدہ ہو گیا۔ "میری شخصیت کا پس منظر بڑا

تاریک ہے۔ بچپن میں بھی میں پیار کی مٹھاس سے محروم رہا ہوں۔ باپ دن میں کم از کم چھ بار ضرور پیٹتا تھا اور ماں دن بھر کوستی رہتی تھی.... پھر تم سمجھ ہی سکتی ہو کہ ان حالات میں پروان چڑھا ہوا بچہ کیسا ہوگا۔"

"کیا میری باتوں سے تمہیں تکلیف پہنچی ہے؟" شلی نے بڑے پیار بھرے لہجے میں پوچھا۔

"نہیں.... تم نے ٹھیک ہی تو کہا تھا.... گدھ صرف لاش نوچا کرتے ہیں۔ چاہے وہ کتے کی ہو یا سور کی۔"

شلی ہنس پڑی۔ "جب کوئی ہنسوڑ آدمی سنجیدہ ہونے کی کوشش کرتا ہے تو میں بے اختیار ہنس پڑتی ہوں۔"

"نہیں شلی مجھے افسوس ہے۔"

"مجھے بھی افسوس ہے۔ لیکن سنو۔ بُرے لوگ بھی بااصول ہوتے ہیں۔ میں آج کل صرف رمیش کی پابند ہوں۔"

"ویسے تمہیں حقیقتاً اُس سے محبت نہیں ہے۔" حمید نے کہا۔

"اوہو۔ تم نے پھر وہی بات چھیڑ دی۔ میں نے کہا نا کہ مجھے اس کائنات کے ذرے ذرے سے محبت ہے۔ مجھے اُن سے بھی نفرت نہیں جو مجھے اس زندگی میں لائے تھے۔ مجھے اُس سے بھی نفرت نہیں جس نے دو ماہ تک میرے جسم کا بیوپار کیا تھا۔ میں نے اُن سب کو اس طرح نظر انداز کر دیا جیسے بچپن کے زمانے میں اپنے پیروں میں چبھ جانے والے کانٹوں کو نکال کر مطمئن ہو جایا کرتی تھی۔"

"اگر تم شاعری نہیں کر رہی ہو تو دنیا کی عجیب ترین عورت ہو۔" حمید بولا۔

"اچھا ہی ہوا کہ میں نے تمہیں ایک بات نہیں بتائی ورنہ تم اُسے ممتاز مفتی کی کہانی سمجھ بیٹھتے۔"

"اوہ تو تمہیں ادب سے بھی دلچسپی ہے؟"

"میں جاہل تو نہیں ہوں حمید صاحب۔" شلی نے بُرا مان کر کہا۔

"میرا یہ مطلب نہیں تھا۔" حمید جلدی سے بولا۔ "ہاں.... وہ بات کیا تھی؟"

"مجھے ایک آدمی سے نفرت ہے حالانکہ اُس نے مجھے جسموں کے ایک بیوپاری کے پنجے سے

رہائی دلائی تھی پھر اپنے گھر میں پناہ بھی دی۔ میری کفالت کرتا رہا لیکن جانتے ہو مجھے اُس سے
کیوں نفرت ہوگئی؟ مجھے خود بھی حیرت ہے۔ مجھے اُس سے اس لئے نفرت ہوگئی کہ اُس نے اپنی
اُن مہربانیوں کا معاوضہ نہیں طلب کیا اور میں تمہیں یہ بھی بتاؤں کہ وہ فرشتہ نہیں ہے۔ اُس کی
زندگی زیادہ تر طوائفوں ہی میں بسر ہوتی ہے۔"

"لیکن تم اُس سے متنفر کیوں ہوگئیں؟" حمید نے حیرت سے کہا۔

"میں نہیں جانتی۔"

"تم نے ٹھیک ہی کہا تھا۔ یہ واقعہ لاشعور کے کسی افسانے کا مرکزی خیال بن سکتا ہے۔"

"چھوڑو بھی ہم کہاں کی باتیں لے بیٹھے۔" شلی اکتا کر بولی۔ "تم مجھے اپنے فریدی صاحب
سے کب ملا رہے ہو۔ میں نے انہیں کبھی نہیں دیکھا صرف کارنامے سنے ہیں۔ بڑے خوفناک
آدمی ہوں گے۔"

"اگر تم اس شہر میں رہتی ہو تو تم نے کہیں نہ کہیں ضرور دیکھا ہوگا۔ لیکن تمہارے دل میں
بھولے سے بھی یہ خیال نہ آیا ہوگا کہ اس شخص کے ہاتھ سینکڑوں خوفناک آدمیوں کے خون
سے رنگے ہوئے ہیں۔ یا یہ وہی شخص ہو سکتا ہے جس کی شہرت ساری دنیا میں ہے۔"

"تو کب ملا رہے ہو؟"

"کسی مناسب موقع پر۔" حمید مسکرا کر بولا۔ "لیکن تمہارے سینے میں جو ننھا سا دل ہے
اُسے گھر ہی پر چھوڑ دینا۔"

"کیوں....؟"

"خطرناک آدمی ہے۔ اس شہر کی بے شمار عورتیں اُس پر مرتی ہیں لیکن وہ کسی کو جوتے کی
نوک پر بھی نہیں مارتا۔"

"بہت خوب صورت آدمی ہیں؟" شلی نے پوچھا۔

"خیر.... مجھ سے زیادہ خوبصورت نہیں ہے۔"

"تمہاری شکل میں زنانہ پن ہے۔" شلی نے سنجیدگی سے کہا۔

"کیا....؟" حمید منمنایا۔ "تمہارے چہرے پر خدا نے چاہا تو ڈاڑھی نکل آئے گی۔"

شلی کچھ کہنے ہی والی تھی کہ باہر سے ایک آدمی بھاگتا ہوا آیا اور اُس نے کسی آدمی کو مخاطب

کر کے زور سے کہا۔ "اسٹوڈیو میں بم پھٹا ہے۔"

"کیا....؟" شلی حمید کی طرف دیکھتے ہوئے حیرت سے بولی۔ "اسٹوڈیو میں بم پھٹا ہے؟"

حمید اٹھ کر اُس آدمی کے قریب آیا جس نے یہ اطلاع دی تھی۔

"کہاں بم پھٹا ہے؟" اُس نے اُس سے پوچھا۔

"اسٹوڈیو میں.... میوزک ڈائریکٹر....!"

"کیا؟" شلی تقریباً چیخ پڑی۔

"میوزک ڈائریکٹر کے چیتھڑے اڑ گئے۔"

شلی بے تحاشہ اسٹوڈیو کی طرف بھاگ رہی تھی۔ حمید نے اُسے آوازیں بھی دیں لیکن وہ
بھاگتی ہی گئی.... پھر اُس نے اُن لوگوں کو دیکھا جو اسٹوڈیو سے نکل کر سڑک پر دوڑ رہے تھے۔
اندر ہنگامہ برپا تھا۔ فلم کی رقاصہ بے ہوش پڑی تھی۔ اُس کے داہنے بازو سے خون بہہ رہا
تھا۔ ڈائریکٹر مسعود کی پیشانی زخمی تھی۔ دو ایک اور بھی ایسے نظر آئے جو زخمی ہوگئے تھے لیکن
رمیش کا کہیں پتہ نہ تھا۔

حمید اُس کمرے کی طرف بڑھا جس میں کچھ دیر قبل ریہرسل ہو رہا تھا۔

"ٹھہرو.... اندر مت جاؤ۔ کون ہو تم....؟" ایک آدمی چیخا۔

"کیوں؟"

"وہاں ایک لاش ہے۔"

"کس کی لاش....؟"

"رمیش کی.... پیانو میں بم تھا۔ شاید ٹائم بم.... لیکن آپ کون ہیں؟"

"پولیس.... میرا تعلق محکمہ سراغ رسانی سے ہے۔"

وہ آدمی گھبرا کر ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔

"کیا وہ پیانو بجا رہا تھا....؟" حمید نے پوچھا۔

"جی ہاں.... پیانو کے پرخچے اڑ گئے ہیں اور رمیش.... وہ پہچانا نہیں جا سکتا۔ چہرے کا گوشت
قیمہ قیمہ ہو کر جھول گیا ہے۔"

"شلی کہاں ہے؟" حمید چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔

"پتہ نہیں....!" اُس آدمی نے کہا اور وہاں سے ہٹ گیا۔ تھوڑی دیر کی جستجو کے بعد حمید کو یقین ہو گیا کہ شلی وہاں موجود نہیں ہے۔

دوسرا دھماکہ

"تم گدھے ہو۔" فریدی جھنجھلا کر حمید کی طرف پلٹا۔ وہ بڑی دیر سے کمرے میں ٹہل رہا تھا اور حمید ایک کرسی پر بیٹھا مضطربانہ انداز میں اپنے پیر ہلا رہا تھا۔

"مجھے خوشی ہوتی۔ اگر تم بھی اُس وقت اس پیانو کے قریب موجود ہوتے۔" فریدی کہہ رہا۔ "عورت.... عورت.... عورت.... عاجز آگیا ہوں۔"

"یہ تو دیکھئے کتنا عمدہ کیس لایا ہوں آپ کے لئے۔" حمید نے کہا۔

"کیا خاص بات ہے اس کیس میں۔"

"کوئی خاص بات ہی نہیں۔"

"تو بتاؤ نا....؟"

"پیانو میں ٹائم بم....!"

"کوئی نئی بات نہیں۔"

"اور شلی اچانک غائب ہو گئی۔"

"ٹھیک ہے.... تو تم اس سے کیا سمجھے؟" فریدی بولا۔

"یہی کہ اُس کا بھی ہاتھ ہو سکتا ہے۔"

"گدھوں جیسی باتیں نہ کرو۔" فریدی نے کہا۔ "وہ اُسے زہر دے کر بھی غائب ہو سکتی تھی۔ اگر اُسے غائب ہی ہونا تھا تو ٹائم بم کبھی نہ استعمال کرتی۔ ٹائم بم اسی لئے استعمال ہوتے ہیں کہ مجرم کی شخصیت چھپی رہے۔"

"تو پھر....؟"

"بہت معمولی کیس ہے۔ اسے سول پولیس والوں ہی کے لئے رہنے دو۔" فریدی ہونٹ سکوڑ کر بولا۔ "حادثے کی وجہ رقابت معلوم ہوتی ہے۔ کیا وہ بہت حسین تھی؟"

"بہت سے بھی کچھ زیادہ۔"

"اور تم نے اُسے اسٹوڈیو میں داخل ہوتے دیکھا تھا۔"

"جی ہاں....!"

فریدی تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ "وہ درجن۔ کیا اس سے پہلے بھی کبھی رمیش سے اُس کی لڑائی ہوئی تھی....؟"

"پتہ نہیں....!" حمید نے کہا۔

"میرا خیال ہے کہ کسی نے اُس لڑکی کو غائب کر دیا۔"

"اور وہ بے چاری آپ سے ملنے کے لئے بُری طرح بے تاب تھی۔" حمید نے کہا۔

"کیوں؟"

"میں نے آپ کے حسن کی تعریف کر دی تھی۔"

"شکریہ....!" فریدی ہونٹ سکوڑ کر بولا۔

اُس نے سگار سلگا کر پُر خیال انداز میں اپنی نظریں میز پر رکھے ہوئے گلدان پر جما دیں۔

"اگر میں خود ہی اس کیس کی تفتیش کروں تو آپ کو کوئی اعتراض تو نہ ہوگا؟"

"میں جانتا ہوں۔" فریدی سر ہلا کر بولا۔

"کیا جانتے ہیں؟"

"ضروری نہیں سمجھتا کہ اس کا اظہار بھی کیا جائے۔ بہر حال تم جہنم میں بھی جا سکتے ہو۔ مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔"

"وہاں تو آپ بھی چلیں گے میرے ساتھ۔" حمید مسکرا کر بولا۔

فریدی کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دیر خاموشی رہی۔

"تو پھر میں کیڈی لے جاؤں؟" حمید نے پوچھا۔

"دفع ہو جاؤ۔"

حمید نے لباس تبدیل کر کے کیڈی لاک گیراج سے نکالی۔

رمیش والے حادثے کا آج تیسرا دن تھا۔ شلی بدستور غائب تھی۔ پولیس نہ تو اب تک اُسی کا سراغ پا سکی تھی اور نہ یہی معلوم ہو سکا تھا کہ رمیش کی جان لینے کا مقصد کیا تھا۔ صرف یہی ایک

رائے قائم کی جاسکتی تھی کہ وہ ایک ٹائم بم تھا جس کے ذریعے اُس کی زندگی کا خاتمہ کیا گیا۔

حمید کا شبہہ درجن پر تھا۔ لیکن وہ بھی مستقل نہیں تھا۔ کئی دوسرے خیالات اسکی بھی کردیتے تھے۔ ایک تو یہی کہ اگر اُس نے ہی پیانو میں بم رکھا ہوتا تو اُس موقعہ پر رمیش سے جھ کرتا اور یہ بات تقریباً ناممکن تھی کہ اُس نے جھگڑے کے بعد یہ حرکت کی ہو۔ کیونکہ جھگ کے بعد سے بم پھٹنے تک کے درمیانی وقفے میں ایک سیکنڈ کے لئے بھی وہ کمرہ خالی نہیں ہوا تھا

اگر حمید فریدی کے ظاہر کردہ خیال کی روشنی میں اس معاملے کو دیکھتا تب تو تقریباً پندرہ آدمی ایسے نکل آتے جن پر شبہہ کیا جاسکتا کیونکہ شلی پر دانت رکھنے والے بے شمار تھے۔

کیڈی لاک چکنی اور شفاف سڑکوں پر پھسلتی رہی۔ حمید یونہی بلا مقصد نہیں نکلا تھا۔ ان دنوں میں اُس نے کئی بار سوچا تھا کہ وہ دلکش خدوخال والی فلمی رقاصہ سے ضرور ملے گا جس اُس حادثے میں زخمی ہوگیا تھا۔

سورج غروب ہو رہا تھا اور نارنجی شعاعیں شہر کی عظیم الشان عمارتوں کے بالائی حصو کپکپا رہی تھیں۔ حمید نے کیڈی لاک شہر کے اُس حصے کی طرف موڑ دی جہاں زیادہ تر دولت طبقہ آباد تھا۔ اسپرنگ کاٹج جہاں وہ رقاصہ کلاوتی رہتی تھی ایک خوبصورت بنگلہ تھا۔ حمید کیڈ پائیں باغ کے پھاٹک سے گذار کر اندر لیتا چلا گیا۔ کلاوتی لان پر ٹہل رہی تھی اور اُسکے ساتھ در بھی تھا اور وہ اس وقت بھی نشے ہی میں معلوم ہو رہا تھا۔ کیڈی لاک دیکھ کر وہ دونوں رک گئے۔

اور پھر جب کلاوتی نے حمید کو دیکھا تو بے اختیار چونک پڑی۔ کبھی وہ کیڈی کی طرف دیکھ تھی اور کبھی حمید کی طرف۔ البتہ درجن کے رویے میں ایسے شرابیوں کی سی بے نیازی تھی قوت برداشت سے زیادہ پی لیتے ہیں۔

"مجھے افسوس ہے کہ میں مخل ہوا۔" حمید نے کلاوتی کے قریب پہنچ کر کہا۔

"اوہ! نہیں تو.... میرا خیال ہے کہ آپ بے چارے رمیش کے دوستوں میں سے ہیں۔"

"آپ کا خیال درست ہے۔" حمید نے اپنا ملاقاتی کارڈ اُس کی طرف بڑھاتے ہوئے "لیکن میں اس وقت اُس حیثیت سے نہیں ہوں۔"

کارڈ دیکھ کر کلاوتی کی حیرت اور زیادہ بڑھ گئی۔

"تو کیا آپ....!" وہ ہکلائی۔ "آپ شائد حادثے کے وقت بھی تو وہاں موجود تھے؟"

"مجھے افسوس ہے کہ میں اُس کمرے میں نہیں تھا۔"

"ورنہ آپ اُسے بچا لیتے؟" درجن نے ایک بے ہنگم قہقہہ لگایا اور پتلون کی جیب سے شامپین کی بوتل نکال کر چسکیاں لینے لگا۔

"میں خاص طور سے تمہیں چیک کرنا چاہتا ہوں۔" حمید تلخ لہجے میں بولا۔

"تم کون ہوتے ہو مجھے چیک کرنے والے۔" درجن بگڑ گیا۔

"درجن.... پلیز ڈونٹ بی سلی۔" کلاوتی جلدی سے بولی۔ "آپ محکمہ سراغ رسانی کے سرجنٹ حمید ہیں۔"

"اوہو.... بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔" درجن آگے بڑھ کر گرم جوشی سے ہاتھ ملاتا ہوا بولا۔ "مجھے درجن خاں آرتھر سنگھ کہتے ہیں۔"

اس بار اُس نے بوتل میں بچی کھچی بھی حلق میں انڈیل کر بوتل ایک طرف لان پر ڈال دی اور سگریٹ سلگانے لگا۔

"معاف کیجئے گا۔ میں کسی کو سگریٹ آفر نہیں کرتا۔" اُس نے بے ڈھنگے پن سے ہنس کر کہا۔

"تم حادثے کے وقت کہاں تھے؟" حمید نے اُسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"مجھے.... یاد.... نہیں۔" درجن نے ایک ایک لفظ کو گھسیٹتے ہوئے کہا۔ "جہاں کہیں بھی رہا ہوں گا بوتل میرے ہاتھ میں رہی ہوگی۔ آپ کون سی پیتے ہیں۔"

"تم پر شبہ کیا جارہا ہے کہ وہ بم تم نے ہی رکھا تھا۔" حمید اپنا اوپر ہونٹ بھینچ کر بولا۔

"اوہ تو آپ کب تک اس طرح کھڑے رہیں گے۔" کلاوتی نے حمید سے کہا۔

"جب تک مجھ پر شبہ رہے گا۔" درجن نے پھر قہقہہ لگایا اور حمید خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔

"آپ کا زخم اب کیسا ہے؟" حمید نے کلاوتی سے پوچھا۔

"کوئی خاص تکلیف نہیں۔ معمولی خراشیں تھیں۔ عجیب بات ہے۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ کون ہوسکتا ہے۔"

"میرے علاوہ اور کون ہوسکتا ہے۔" درجن نے قہقہہ لگایا۔

"اگر تم خاموش نہیں بیٹھ سکتے تو چلے جاؤ۔" کلاوتی بگڑ کر بولی اور اُس کے نچلے ہونٹ کا دلآویز خم کچھ اور زیادہ حسین ہوگیا۔ حمید نے اپنا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبالیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ

درجن کسی طرح دفع ہی ہو جائے تو اچھا ہے۔

"کلاوتی تم میری توہین کر رہی ہو۔" درجن جھوم کر بولا۔ "توہین۔ درجن خان آرتھر کی توہین بہت گراں پڑے گی۔"

"تم مجھے ایک پولیس آفیسر کے سامنے دھمکا رہے ہو۔" کلاوتی نے تلخ لہجے میں کہا۔

"پولیس آفیسر....!" درجن اپنی چھاتی ٹھونک کر بولا۔ "میں پولیس آفیسر کے باپ سے بھی آنکھیں ملا سکتا ہوں۔ میرا نام درجن خان آرتھر سس..... سس.....!"

قبل اس کے کہ وہ جملہ پورا کرتا حمید نے گریبان پکڑ کر اُسے لان چیئر سے اٹھا دیا۔ درجن کا مکا اُس کے کان کے قریب سے نکل گیا اور پھر دوسرے ہی لمحے میں حمید کا گھونسہ اُس کے جبڑے پر پڑا۔ درجن دونوں ہاتھوں سے اپنی ٹھوڑی تھام کر زمین پر اکڑوں بیٹھ گیا۔

کلاوتی بُری طرح کانپ رہی تھی۔

"ہاں تو میں پوچھنے کے لئے آیا تھا کہ کیا آپ کچھ ایسے لوگوں کے نام بتا سکیں گی جن سے رمیش کی دشمنی رہی ہو؟" حمید نے لان چیئر پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"جی.... ہاں.... جی.... نہیں.... بھلا میں کیا؟" کلاوتی کی نظریں زمین پر بیٹھے ہوئے درجن پر جمی ہوئی تھیں پھر وہ خوفزدہ نظروں سے حمید کی طرف دیکھنے لگی۔

"بیٹھ جائیے۔" حمید نے نرم لہجے میں کہا۔

کلاوتی بیٹھ گئی لیکن اُس کی نظریں اب بھی درجن پر جمی ہوئی تھیں۔ لیکن حمید اُس کی طرف سے اس طرح لاپرواہ نظر آ رہا تھا جیسے کسی دماغ چاٹنے والے بچے کو پیٹ کر بھول گیا ہو۔ درجن نے آہستہ آہستہ اپنے دونوں ہاتھ منہ پر سے ہٹائے اور خون تھوکنے لگا۔ پتہ نہیں دانتوں کے درمیان میں آ کر زبان کٹ گئی تھی یا کوئی دانت ہی ہل گیا تھا۔

وہ پھر کھڑا ہو گیا اور حمید کو اس طرح گھورنے لگا جیسے کچا ہی کھا جائے گا۔ حمید بدستور کلاوتی ہی کی طرف متوجہ رہا۔ کلاوتی بوکھلا گئی تھی۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس وقت اُسے درجن سے ہمدردی کرنی چاہیئے یا بے رخی اختیار کرنی چاہیئے۔

"رمیش سے آپ کے قریبی تعلقات تھے یا یونہی محض شناسائی تھی؟"

"جی....!" وہ چونک کر بولی۔

"میں تمہیں دیکھ لوں گا۔" درجن بڑبڑایا۔

"جاتے ہو یا اب دوسرا طریقہ اختیار کروں؟" حمید اُس کی طرف مڑے بغیر بولا پھر کلاوتی سے کہا۔ "آپ نے میری بات کا جواب نہیں دیا؟"

"جی بات دراصل یہ ہے کہ اس وقت میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔" کلاوتی نے کھوکھلی آواز میں جواب دیا۔ وہ درجن کو پائیں باغ کے پھاٹک سے گذر کر جاتے دیکھ رہی تھی۔

درجن کے جاتے ہی حمید نے یک بیک محسوس کیا جیسے کلاوتی کے چہرے سے سراسیمگی کے آثار غائب ہو گئے ہوں۔

"تو آپ وہی سرجنٹ حمید ہیں انسپکٹر فریدی کے اسسٹنٹ....؟" کلاوتی نے پوچھا۔

"جی ہاں۔ لوگ یہی کہتے ہیں لیکن آپ نے میری بات کا جواب نہیں دیا؟"

"میں رمیش کو بہت عرصے سے جانتی ہوں۔ ہم دونوں کلاس فیلو بھی رہ چکے ہیں اور فلمی دنیا میں میری رسائی اُسی کے ذریعے ہوئی تھی۔" کلاوتی مسکرا کر بولی۔ "اب آپ پوچھیں گے کہ تمہیں رمیش سے محبت تو نہیں تھی۔"

"اس قسم کے سوالات عموماً کیمرے کے سامنے کیے جاتے ہیں۔" حمید بھی جواباً مسکرایا۔

"آپ غلط سمجھے۔" کلاوتی نے کہا۔ "میں نے یہ بات سنجیدگی سے کہی تھی۔ کیا آپ فلمی حلقوں میں گشت کرنے والی افواہوں سے واقف نہیں۔"

"جی نہیں....!"

"اوہ.... کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ وہ شلی کے کسی عاشق کی حرکت تھی اور کچھ کہتے ہیں کہ کسی عورت نے جو رمیش کو چاہتی تھی جھنجھلا کر اُسی کو ختم کر دیا۔"

"لیکن شلی خود بھی غائب ہے؟" حمید نے کہا۔

"اُس کے متعلق یہ کہا جا رہا ہے کہ وہ خوف کی وجہ سے روپوش ہو گئی ہے۔ اس خیال سے فرار ہو گئی ہے کہ پولیس اُسے بھی تنگ کرے گی۔"

"اوہ....!" حمید پُر خیال انداز میں بولا۔ "یہ درجن کیسا آدمی ہے؟"

"درجن....!" کلاوتی کے لہجے میں ہچکچاہٹ تھی۔ "پتہ نہیں۔ میں اُس سے زیادہ واقف نہیں۔ ہماری ملاقات اسی فلم کے کنٹریکٹ کے دوران میں ہوئی تھی۔ البتہ اتنا جانتی ہوں کہ وہ

سیٹھ کے گہرے دوستوں میں سے ہے۔"

"کیا سیٹھ بھی شلی پر دانت لگائے ہوئے تھا۔"

"سیٹھ....!" کلاوتی ہونٹ سکوڑ کر بولی۔ "وہ ہر اُس عورت کے لئے تڑپتا رہتا ہے جو
کے دسترس سے باہر ہو۔"

"شلی کے متعلق بھی کچھ بتا سکیں گی؟" حمید نے پوچھا۔

"اس سے زیادہ نہیں کہ وہ رمیش کے پاس آنے سے پہلے باقاعدہ پیشہ کرتی تھی۔"

دفعتاً حمید کو ایک بات یاد آگئی۔

"کیا آپ اُس شخص سے بھی واقف ہیں جس نے پہلی بار شلی کو پیشہ ورانہ زندگی سے نجات
دلائی تھی؟"

"نہیں۔ میں اُس کے متعلق کچھ نہیں جانتی۔" کلاوتی نے بے توجہی سے کہا۔ وہ کچھ
خاموش رہی اور پھر بولی۔ "آج صبح سے سر میں بڑا شدید درد ہے۔"

"اچھا....!" حمید اٹھتا ہوا بولا۔ "تکلیف دہی کی معافی چاہتا ہوں۔ ویسے مجھے توقع ہے
آپ پولیس کا ہاتھ ضرور بٹائیں گی۔"

"میں....!" کلاوتی چونک کر بولی۔ "بھلا میں کیا ہاتھ بٹا سکتی ہوں۔"

"آپ بہت کچھ کر سکتی ہیں۔ رمیش کو آپ نے قریب سے دیکھا ہے۔"

"بہر حال ویسے مجھے خوشی ہوگی۔ اگر کسی کام آسکوں۔" کلاوتی نے کہا۔

وہاں سے نکل کر حمید سوچ رہا تھا کہ اب کہاں جائے۔ سوچا اسٹوڈیو ہی کی طرف چلنا چاہئے
لیکن پھر خیال آیا کہ رمیش کی موت کے سلسلے میں ایک ہفتے کے لئے کام بند رہے گا۔ حقیقت
ہے کہ کلاوتی سے وہ محض اس لئے ملا تھا کہ اُسے اپنے ساتھ کسی قسم کی تفریح کے لئے
کر سکے گا لیکن وہ ضرورت سے زیادہ بور ثابت ہوئی۔ اُس کے خیالات کی رو بھٹکتے بھٹکتے
رک گئی۔ پھر دفعتاً اُسے اُس لڑکی کا خیال آیا جو اُسے مسٹر کیو[1] والے کیس کے دوران میں
اور وہ اُس کے متعلق سوچنے لگا.... وہ تھی تو اسی شہر میں لیکن حمید کو اس کا پتہ نہیں معلوم
البتہ یہ ضرور سنا تھا کہ اب اُس نے مجرمانہ زندگی سے توبہ کر لی ہے۔

حمید نے کیڈی لاک کا رخ کوتوالی کی طرف موڑ دیا۔ اُسے یقین تھا کہ انسپکٹر جگدیش

[1] مسٹر کیو کے کارناموں کیلئے جاسوسی دنیا کا خاص نمبر "لاشوں کی آبشار" جلد نمبر 9 ملاحظہ فرمائیے

لڑکی کنول کا پتہ ضرور جانتا ہوگا لیکن کوتوالی میں قدم رکھتے ہی اُس کے ذہن کو دوسری طرف
جھکنا پڑا۔ کیونکہ کوتوالی میں انسپکٹر فریدی کی موجودگی کسی اہم ہی معاملے کی بناء پر ہو سکتی تھی....
فریدی اُسے دیکھ کر معنی خیز انداز میں مسکرایا۔

"آپ یہاں.... کوئی خاص بات....؟" حمید نے پوچھا۔

"بات تو وہی ہے لیکن اب خاص ہوگئی ہے۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"اُسی اسٹوڈیو میں دوسرا دھماکہ۔" فریدی سگار سلگاتا ہوا بولا۔ "پیانو کے پرخچے اڑ گئے اور
رمیش کے اسسٹنٹ کا بھی وہی حشر ہوا جو اس کا ہوا تھا۔"

"لیکن آرٹ پروڈکشن والوں نے تو کام بند کر رکھا تھا۔"

"صرف شوٹنگ بند تھی۔" فریدی نے کہا۔ "آج یہ فیصلہ ہوا تھا کہ رمیش کا اسسٹنٹ اُس کی
ترتیب دی ہوئی دھنوں کی مشق کرے۔ خصوصاً اُن دھنوں کی جو ناچوں کیلئے بنائی گئی تھیں۔"

فریدی خاموش ہو کر کچھ سوچتا ہوا پھر بولا۔ "لیکن اب مجھے اپنا خیال بدل دینا پڑا ہے۔ وہ ٹائم
بم نہیں تھے۔"

"پھر....؟"

"معمولی بم.... جو سیفٹی کیچ ہٹنے سے پھٹ سکتے ہیں۔"

اغواء

حمید حیرت سے فریدی کی طرف دیکھتا رہا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اگر وہ ٹائم بم نہیں تھے تو اُن کے
سیفٹی کیچ ہٹے کس طرح.... خود بخود تو ہٹنے سے رہے۔

"تمہیں یہ بات مضحکہ خیز معلوم ہو رہی ہوگی۔" فریدی نے کہا۔

"قطعی.... یہ ناممکن ہے۔"

"لیکن تم اسے محض اتفاق نہیں سمجھ سکتے کہ دونوں بم ایک ہی گیت بجانے کے دوران میں
پھٹے تھے۔" فریدی نے کہا۔

"ایک ہی گیت....؟" حمید نے حیرت سے کہا۔ "لیکن آپ کو اس کا علم کس طرح ہوا۔ پہلے حادثے میں تو یہ بات سامنے نہیں آئی تھی؟"

"ہاں.... آں....!" فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "دوسرے حادثے کے سلسلے میں یہ بات نوٹ کی گئی اور یہی وجہ ہے کہ میں اُسے ٹائم بم نہیں سمجھ سکتا۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ فریدی دوسری طرف متوجہ ہو گیا۔ وہ دراصل پولیس کی پہلے حادثے کی رپورٹ دیکھ رہا تھا۔ حمید سوچ رہا تھا کہ اگر وہ ٹائم بم بھی نہیں تھے تو خود بخود پھٹے کس طرح پھر کیا یہ ضروری تھا کہ وہ ایک مخصوص گیت بجانے ہی کے دوران میں پھٹتے۔

"آپ اب تک تھے کہاں؟" دفعتاً فریدی حمید کی طرف مڑ کر بولا۔

"اوہ.... میں ذرا کلاوتی کو ٹٹول رہا تھا۔"

"کلاوتی کون....؟"

"وہی رقاصہ جس کے رقص کے دوران میں پہلا واقعہ ہوا تھا۔ وہ بھی زخمی ہو گئی تھی۔"

"تو تم اُسے ٹٹول رہے تھے۔" فریدی مسکرا کر بولا۔

"او.... ہم.... یعنی کہ.... محاورہ....!"

"ہوں.... تو پھر....؟"

"وہاں ایک آدمی کی مرمت بھی کرنی پڑی۔"

"کس کی؟"

"درجن کی۔" حمید نے کہا اور واقعات دہرا دیئے۔

"وقت اور انرجی دونوں کی بربادی۔" فریدی آہستہ سے بولا۔ "اگر یہ بات صحیح ہے کہ دونوں حادثے ایک ہی گیت پر پیش آئے تو ہمیں ایک ایسے آدمی کی تلاش جاری رکھنی پڑے گی جو اُس گیت سے بخوبی واقف ہو۔"

"ایک ہی کیوں....؟" حمید نے حیرت سے پوچھا۔

"ظاہر ہے کہ یہ حرکت دس آدمیوں نے نہ کی ہو گی۔"

حمید تھوڑی دیر تک سوالیہ نظروں سے اُسے دیکھتا رہا پھر جھنجھلا کر بولا۔

"فریدی صاحب.... احمقوں کے تاجدار یعنی اس نابکار کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا۔"

"جلدی کی ضرورت نہیں۔" فریدی نے مسکرا کر کہا۔ "ویسے تمہارے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ ایکٹرسوں کو ٹٹولتے رہو۔"

حمید جھنجھلا کر دروازے کی طرف بڑھا۔

"ٹھہرو.... میں بھی چلتا ہوں۔" فریدی نے کہا۔

اُن کی کیڈی لاک ایک بار پھر اسپرنگ کاٹج کی طرف جا رہی تھی۔

"خدا کی قسم بڑی زوردار عورت ہے۔" حمید دانت پر دانت جما کر بولا۔ "خصوصاً اُس کا نچلا ہونٹ۔"

"تو تم نے اُسے اچھی طرح ٹٹول لیا ہے۔" فریدی نے کہا۔ "ویسے فلم کی ہیروئن ریکھا کے متعلق کیا خیال ہے؟"

"وہ آپ کے لئے مناسب رہے گی۔"

"ابے میں اس کے لئے پوچھ رہا ہوں۔" فریدی جھنجھلا کر بولا۔

"پھر....؟" حمید نے بڑی معصومیت سے پوچھا۔

"اُس کے اور رمیش کے تعلقات کیسے تھے؟" فریدی نے پوچھا۔

"تعلقات کے بارے میں نہیں بتا سکتا۔ ویسے یہ ضرور سنا ہے کہ مسعود کو رمیش سے کنٹریکٹ کرنے کی رائے اُسی نے دی تھی۔"

"مسعود کیسا آدمی ہے؟"

"خوبصورت آدمی ہے۔ لڑکیاں اُس پر مر سکتی ہیں۔"

"پھر بکواس شروع کی تم نے۔ چانٹا مار دوں گا۔"

"پھر کیا پوچھا تھا آپ نے؟"

"بکو نہیں۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر حمید بولا۔

"آخر آپ شیلی کو کیوں نظرانداز کر رہے ہیں۔ میرا دعویٰ ہے کہ رمیش محض اُسی کی وجہ سے مارا گیا۔"

"لیکن یہ دوسرا آدمی۔ میں نے تھوڑی ہی دیر میں اُس کے متعلق چھان بین کر لی ہے۔ اُس

کا شلی سے کوئی تعلق نہیں تھا۔" فریدی نے کہا۔

"بہت ممکن ہے کہ یہ ہمارے ناکام ترین کیسوں میں سے ایک ہو۔"

"کیوں....؟"

"مجرم نے وہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ مشکل ہی سے اُس پر ہاتھ پڑ سکے گا۔"

"اس میں تو شک نہیں۔" فریدی بولا۔

کیڈی لاک رک گئی۔ آٹھ بج گئے تھے اور اسپرنگ کاٹج کی کھڑکیوں میں لگے ہوئے رنگ
شیشے روشن نظر آ رہے تھے۔ پائیں باغ میں اندھیرا تھا۔ وہ دونوں اتر کر برآمدے میں آ
برآمدہ بھی تاریک ہی تھا۔ فریدی جیب سے ٹارچ نکال کر گھنٹی کا سوئچ تلاش کرنے لگا۔
اندر سے گھنٹی کی مدھم سی آواز آ رہی تھی۔ دو منٹ گذر گئے لیکن اسپرنگ کاٹج کے مکیر
نے گھنٹی کی طرف دھیان نہ دیا۔

"کیا معاملہ ہے؟" حمید نے آہستہ سے سرگوشی کی۔

فریدی نے دروازے کو دھکا دیا لیکن وہ اندر سے بند تھا۔ انہوں نے کھڑکیوں کی بھی آزما
کی لیکن یا تو وہ اندر سے بند تھیں یا اُن میں لوہے کی سلاخیں لگی ہوئی تھیں۔ اندر جانے کا راہ
تلاش کرتے ہوئے وہ بنگلے کے پشت پر آ گئے اور پھر انہیں ایک دروازہ دکھائی دیا جس کا ایک
کھلا ہوا تھا۔

وہ دونوں اندر پہنچ چکے تھے۔ سناٹے کا یہ عالم تھا جیسے کبھی کوئی اس عمارت میں رہا ہی نہ
روشنی البتہ کئی کمروں میں تھی۔ دونوں نے پھر ایک دوسرے کیطرف معنی خیز نظروں سے دیک
ایک کمرے میں جو غالباً نشست کے لئے تھا انہیں غیر معمولی ابتری دکھائی دی۔ ایک ص
الٹا پڑا تھا۔ چھوٹی گول میز بھی فرش ہی پر نظر آ رہی تھی)۔ سوڈے کا سائیفن وہائٹ ہارس کی
جس کی شراب بہہ گئی تھی۔ ٹوٹے ہوئے گلاس۔ یہ سب بھی زمین پر تھے اور عمارت میں
دونوں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔

فریدی سیٹی بجانے والے انداز میں ہونٹ سکوڑے ہوئے چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔

"اور یہ؟" حمید بے ساختہ بولا۔ جس نے ابھی ابھی الٹا ہوا صوفہ سیدھا کیا تھا۔ اُ
نظریں زنانہ سینڈل پر جمی ہوئی تھیں۔ اُسی کے قریب ایک رومال پڑا ہوا ملا جس پر تازہ خون

دھبے تھے۔

"یہ سینڈل کلاوتی ہی کا ہے۔" حمید تھوک نگل کر بولا۔ "آج شام اُس نے یہی پہن رکھا تھا۔"

"اور وہ تنہا تھی؟" فریدی نے پوچھا۔

"نہیں.... درجن....!"

"میں نوکروں کے متعلق پوچھ رہا تھا۔"

"نوکر.... نہیں مجھے تو کوئی بھی نہیں دکھائی دیا تھا۔" حمید بولا۔ "ہم باہر لان پر تھے۔"

"نوکروں کی عدم موجودگی حیرت انگیز ہے۔" فریدی نے کہا۔ "میرے خیال سے کلاوتی ایک مالدار ایکٹریس تھی۔"

"تھی.... کیا مطلب....؟" حمید چونک کر بولا۔ "کیا آپ کا خیال ہے کہ وہ مار ڈالی گئی؟"

"فی الحال کچھ نہیں کہہ سکتا۔" فریدی نے ڈرائنگ روم سے نکلتے ہوئے کہا۔

وہ دونوں پھر اُسی دروازے میں کھڑے ہوئے تھے جدھر سے بنگلے میں داخل ہوئے تھے۔

فریدی جھک کر ٹارچ کی روشنی میں دروازے کے نیچے کی زمین کا جائزہ لینے لگا۔ پھر کچھ دیر اسی طرح چلتے رہنے کے بعد لوٹ آیا۔

"دو ٹوٹے ہوئے گلاس۔" فریدی پُر خیال انداز میں بڑبڑانے لگا۔ "لیکن نشانات ایک ہی آدمی کے پیروں کے ہیں.... خیر آؤ۔"

وہ پھر ڈرائنگ روم میں واپس آ گئے۔

فریدی گلاس کے ٹکڑوں کو نہایت احتیاط سے اپنے رومال میں اکٹھا کر رہا تھا۔

"کسی تیسرے آدمی کا وجود نہیں ثابت ہوتا۔" اُس نے حمید سے کہا۔ "اس لئے خیال ہوتا ہے کہ کلاوتی کسی اجنبی کے ساتھ نہیں تھی۔ آنے والا کم از کم اُس سے اتنا بے تکلف ضرور تھا کہ دونوں نے ساتھ بیٹھ کر شراب پی اور پھر اُس کے بعد تھوڑی سی جدوجہد ہوئی۔ ہو سکتا ہے کہ اُن دونوں میں سے کسی کے چوٹ بھی آئی ہو۔ کیونکہ اس رومال پر خون کے دھبے...."

فریدی نے ابھی بات پوری نہیں کی تھی کہ مکان کے کسی حصے میں گھنٹی بجنے لگی۔

"کوئی ملاقاتی۔" فریدی بڑبڑایا۔

دونوں صدر دروازے کی طرف بڑھے۔

دوسرے لمحے میں ایک ادھیڑ عمر کا نحیف آدمی اپنی عرق آلود اور بے جان آنکھوں سے انہیں گھور رہا تھا۔

"اوہ.... آپ کو بڑی تکلیف ہوئی۔" وہ مسکرا کر بڑبڑایا۔ "کیا کلاوتی کسی کام میں ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ ہم سنیچر کی شام کو نوکروں کو چھٹی دے دیتے ہیں۔"

"کیا آپ یہیں رہتے ہیں۔" فریدی نے پوچھا۔

"جی.... میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔" بوڑھے کی حیرت بڑھ گئی۔

"بات دراصل یہ ہے کہ یہاں کوئی غیر معمولی واقعہ ہو گیا ہے۔" فریدی نے کہا۔

"براہِ کرم پہیلیاں نہ بجھایئے۔" اُس نے جھنجھلا کر کہا۔ "میں ہارٹ ٹروبل کا مریض ہوں ذرا سی الجھن بھی مجھے موت کے قریب پہنچا دیتی ہے۔"

"کلاوتی کا اغواء۔" فریدی آہستہ سے بولا۔

"کیا؟ آپ کون ہیں؟"

"پولیس....!"

بوڑھا اجنبی جھپٹ کر اندر جانے لگا۔

"ٹھہریئے۔" فریدی اُسکے شانے پر ہاتھ رکھتا ہوا بولا۔ "آپ کا کلاوتی سے کیا تعلق ہے"

"میں.... میں اُس کا چچا ہوں۔"

"یہیں رہتے ہیں آپ....؟"

"جی ہاں.... لیکن.... یہ اغواء.... میری طبیعت بگڑ رہی ہے۔"

حمید اُسے سہارا دے کر ایک دوسرے کمرے میں لے گیا۔

"لیکن.... اغواء....!" وہ ایک آرام کرسی پر گرتا ہوا بڑبڑایا۔

"آپ نے گھر کس وقت چھوڑا تھا؟" فریدی نے پوچھا۔

"آج صبح۔ میں سینٹرل اسٹوڈیو میں ساؤنڈ انجینئر ہوں.... لیکن یہ اغواء۔"

"ہم لوگ اس مسئلے پر زیادہ روشنی نہ ڈال سکیں گے۔" فریدی نے کہا۔

"ہم دراصل رمیش والے کیس کے سلسلے میں یہاں آئے تھے۔ لیکن....!"

"ابھی ابھی میں نے وہاں دوسرے حادثے کے متعلق سنا ہے۔" بوڑھے نے کہا۔

"ٹھیک.... ہمیں تھوڑی معلومات فراہم کرنی تھیں۔ لیکن اس سے پہلے ہی کلاوتی غائب کر دی گئی۔"

بوڑھے کے چہرے پر بے چینی کے آثار تھے اور وہ بار بار اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر رہا تھا۔

"کیا آپ کسی ایسے آدمی کا نام بتا سکتے ہیں جسے اس سلسلہ میں مشتبہ سمجھا جا سکے؟" فریدی نے پوچھا۔

"میں.... نہیں.... کلاوتی کے سارے ملنے والے شریف ہیں اور میں اپنے ملنے والوں میں سے بھی کسی کو ایسا نہیں سمجھتا۔ لیکن ٹھہریئے۔ ایک آدمی۔ مجھے اُس کا یہاں آنا پسند نہیں تھا اور کلاوتی بھی شاید اُسے اخلاقاً ہی برداشت کرتی تھی۔"

"درجن....؟" حمید نے پوچھا۔

"اوہ.... تو آپ جانتے ہیں اُسے.... آپ ٹھیک سمجھے.... درجن.... وہ ایک اوباش اور پرلے سرے کا غنڈا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ کلاوتی اُسے اخلاقاً ہی کیوں برداشت کرتی تھی۔"

"کیا وہ اکثر یہاں آتا رہتا تھا؟" فریدی نے پوچھا۔

"تقریباً روز ہی....!" بوڑھے نے کہا۔ "میں کیا کروں....!"

"رمیش سے کلاوتی کے کیسے تعلقات تھے؟"

"دونوں کبھی کلاس فیلو تھے اور رمیش ایک حد تک اُس کا استاد بھی تھا اور وہ اُسی کے توسط سے فلم لائن میں آئی تھی۔"

"کبھی اُن میں کسی بات پر جھگڑا بھی ہوا تھا؟"

"میری یادداشت میں تو نہیں۔"

"اچھا تو مسٹر.... آر....!" فریدی اٹھتا ہوا بولا۔

"مجھے ستیش ورما کہتے ہیں۔" بوڑھا بے چینی سے بولا۔ "مگر کلاوتی کا کیا ہو گا؟"

"گھبرایئے نہیں۔ پوری کوشش کی جائے گی۔" فریدی نے کہا۔

اُس نے گلاسوں کے ٹکڑے رومال میں لپیٹ کر جیب میں ڈال لئے۔ تھوڑی دیر بعد کیڈی اپرنگ کالج سے لوٹ رہی تھی۔

"میرا خیال ہے کہ یہ درجن ہی کی حرکت ہے۔" حمید نے کہا۔ "آج شام اُس نے کلاوتی کو

دھمکی بھی دی تھی اور میں یہ بھی محسوس کر رہا تھا کہ کلاوتی نے اُس دھمکی سے اثر بھی لیا ہے۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔ کچھ دیر خاموشی رہی۔ پھر حمید نے کہا۔

"وہ اُس سے خائف بھی معلوم ہوتی تھی۔ اُس کے جانے کے بعد اُس نے مجھ سے کچھ باتیں کی تھیں۔"

"ہوں.... میں یہ نہیں کہتا کہ اس اغواء میں درجن ہی کا ہاتھ ہے۔" فریدی بولا۔ "رمیش والے واقعے سے اُس کا کچھ نہ کچھ تعلق ضرور ہے۔ شلی غائب ہوئی۔ وہ رمیش کی تھی۔ رمیش کے اسسٹنٹ کا بھی وہی حشر ہوا جو خود اُس کا ہوا تھا پھر کلاوتی غائب کردی گئی۔ رمیش سے قریبی تعلقات رکھتی تھی۔"

"آخر آپ درجن کو اس طرح کیوں نظرانداز کر رہے ہیں؟" حمید بولا۔

"نظرانداز تو نہیں کر رہا ہوں۔ ہاں ابھی وثوق کے ساتھ کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

"حادثے سے پہلے وہ رمیش سے بھی لڑ گیا تھا۔" حمید نے کہا۔

"لیکن یہ ماننا پڑے گا کہ اُس نے اُس وقت وہ بم پیانو میں نہیں چھپایا تھا کیونکہ لڑائی کے بعد سے مشق شروع ہونے تک وہ کمرہ ایک منٹ کے لئے بھی خالی نہیں رہا تھا۔"

"ہوگا۔" حمید بیزاری سے بولا۔ "مجھے اب اس کیس سے کوئی دلچسپی نہیں رہی۔"

"کیوں....؟"

"بس یونہی۔"

"یہ کہو بیٹے کہ اب دلچسپی کا سامان ہی نہیں رہ گیا۔ تم ہمیشہ ایسے ہی کیسوں میں دلچسپی لیتے ہو جن سے کوئی لڑکی بھی منسلک ہو۔"

"یہی سمجھ لیجئے۔" حمید بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ "اپنا مقدر بھی شاید کھارے پانی کی روشنائی سے لکھا تھا.... آئی اور بس نکل گئی.... پھر سے اڑ گئی.... ہات تیری۔"

حمید باہر پھیلے ہوئے اندھیرے کو گھونسہ دکھا رہا تھا۔

"خدا کے لئے اب تم شادی کر ڈالو۔" فریدی بڑبڑایا۔

"مت بور کیجئے۔"

"پھر کیا چاہتے ہو؟"

"ایک ایسی لڑکی جو بیوی نہ ہو۔"

"چلو میں اُسے شوہر ہی بنا دوں گا۔" فریدی بولا۔

"آپ ہی کر ڈالئے اپنی شادی۔"

"میری شادی سے تمہیں کیا فائدہ پہنچے گا۔"

"فائدہ مجھے ہی تو پہنچے گا۔" حمید اپنی ایک آنکھ دبا کر پھوہڑپن کے ساتھ ہنسا۔

"لونڈے ہو۔"

"ہم کہاں جا رہے ہیں؟" حمید نے پوچھا۔

"کیلاش ہوٹل....!"

"یہ کہاں ہے؟ میرے خیال سے کوئی اچھا ہوٹل نہ ہوگا۔"

"تمہارا خیال درست ہے۔" فریدی نے کہا۔ "وہ ایک گھٹیا سا ہوٹل ہے اور بار بھی ہے۔ درجن اس وقت وہیں مل سکے گا۔"

"تو کیا آپ درجن سے واقف ہیں؟" حمید نے حیرت سے کہا۔

"کیوں نہیں۔ میں اُسکی سات پشتوں سے واقف ہوں۔ کئی بار کا سزا یافتہ ہے۔ اکثر اپنا نام بدلتا رہتا ہے۔ اب سے تین سال قبل جگدیش چترکار کے نام سے مشہور تھا۔ وہ بڑا اچھا مصور بھی ہے۔"

"مگر رمیش نے تو مجھے بتایا تھا کہ وہ سیٹھ جھکومل کو لڑکیاں سپلائی کرتا ہے۔" حمید نے کہا۔

"سبھی کچھ کرتا ہے۔"

کیڈی لاک ایک تنگ و تاریک گلی کے سامنے رک گئی۔

"تم یہیں بیٹھو۔" فریدی نے کہا۔ "درجن تمہیں اچھی طرح پہچانتا ہے۔"

"میں یہاں جھک نہیں ماروں گا۔"

"بیٹھو بیٹے خاں۔" فریدی اُس کا شانہ تھپکتا ہوا بولا۔ "اس ہوٹل میں لڑکیاں نہیں ہیں۔"

حمید پائپ سلگا کر جھنجھنانے لگا۔

گلی بہت زیادہ تاریک تھی۔ اگر فریدی کے پاس ٹارچ نہ ہوتی تو ایک قدم بھی چلنا دشوار ہو جاتا۔ تقریباً سو گز چلنے کے بعد تھوڑی سی جگہ میں روشنی کا ایک دھبہ سا دکھائی دیا۔ شاید یہ روشنی کسی عمارت کے کھلے ہوئے دروازے سے آ رہی تھی۔

فریدی دروازے کے سامنے پہنچ کر رک گیا۔ اندر مختلف قسم کے تمباکوؤں کے دھوئیں
سستی شرابوں کی بو پھیلی ہوئی تھی۔ کمرہ کافی کشادہ تھا۔ تقریباً ڈیڑھ درجن میزیں ضرور
ہوں گی۔ داہنی طرف کاؤنٹر تھا۔ جس پر ایک پستہ قد اور مضبوط جسم والا بارٹنڈر کھڑا شیشے
جگ میں بیئر انڈیل رہا تھا۔

فریدی پر نظر پڑتے ہی جگ والا ہاتھ کانپنے لگا۔ اُس نے مجمع پر ایک گھبرائی ہوئی سی نظر
دوڑائی اور جگ ہاتھ سے رکھ کر بڑے سعادتمندانہ انداز میں فریدی کو سلام کیا۔

فریدی نے اپنے سر کو خفیف سی جنبش دی اور سیدھا اُس کے پاس چلا گیا۔

"میں یہاں ایک ضرورت سے آیا ہوں۔" اُس نے آہستہ سے کہا۔ "اپنا کام جاری رکھو
تمہارے لئے کوئی پریشانی کی بات نہیں۔"

بارٹنڈر معنی خیز انداز میں سر ہلا کر پھر جگ میں شراب انڈیلنے لگا۔

فریدی درجن کو پہلے ہی دیکھ چکا تھا۔ وہ ایک میز پر بیٹھا شطرنج کھیلنے میں مشغول تھا۔ میز پر
شراب کی بوتل اور دو گلاس بھی تھے۔ فریدی اُس کی پشت والی ایک میز پر جم گیا۔

"لم ڈھگ ڈھگ.....!" درجن نے اپنا کوئی مہرہ بڑھایا۔

"لم ڈھگ ڈھگ.... شہہ بچو.... تمہاری ماں کی آنکھ۔" درجن بڑبڑایا۔

"شہہ کی ماں کی آنکھ....!" اُس کا ساتھی چال چل کر بولا۔ "فرزیں بچاؤ۔ لم ڈھگ
ڈھگ....!"

"لم ڈھگ ڈھگ کی ماں کی آنکھ۔ فرزیں بچا۔ بچایا ہے۔ یہ لے بیٹا.... بیٹا کی ماں کی آنکھ۔"

فریدی کچھ دیر یونہی بیٹھا رہا پھر اٹھ کر کاؤنٹر پر چلا آیا۔

"یہ یہاں کس وقت سے بیٹھا ہوا ہے۔" اُس نے بارٹنڈر سے پوچھا۔

"کون....؟"

"درجن....!"

"درجن.... میں نہیں جانتا وہ کون ہے۔"

فریدی نے درجن کی طرف اشارہ کیا۔

"اوہ! جگدیش چترکار۔" بارٹنڈر نے کہا۔ "شاید ساڑھے چھ بجے سے۔"

"یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہو؟"

"جی ہاں۔ میں اس پر خاص طور سے نظر رکھتا ہوں۔"

"کیوں؟"

"ہلڑ بہت مچاتا ہے اور اکثر لوگوں سے لڑ بھی بیٹھتا ہے۔"

فریدی کچھ اور بھی پوچھنے والا تھا کہ ایک آدمی اندر داخل ہوا۔ پہلے اُس نے اِدھر اُدھر
نظریں دوڑائیں اور پھر سیدھا درجن کی طرف چلا گیا۔ اُس نے جھک کر درجن سے کچھ کہا اور
درجن اپنے ہونٹوں پر ایک معنی خیز مسکراہٹ لیے ہوئے کھڑا ہو گیا..... اچانک اُس کی نظر
فریدی پر پڑی اور اُس کا موڈ یک لخت بگڑ گیا۔

وہ آنے والے پر بُری طرح گرجنے لگا تھا۔ "کس نے پوچھا تھا تم سے.... تم کون ہوتے ہو
مشورہ دینے والے۔ پتہ نہیں کیا مزہ آتا ہے سالوں کو۔ اب ہم دونوں کھیل رہے ہیں تم چال
بتانے والے کون۔"

آنے والا گھبرا کر پیچھے ہٹ گیا اور درجن پھر بیٹھ کر کھیل میں مشغول ہو گیا۔

"دیکھ لیا آپ نے؟" بارٹنڈر نے فریدی سے کہا۔

"ہوں....!" فریدی کی نظریں نئے آنے والے پر جمی ہوئی تھیں جو اب بھی اُسی جگہ کھڑا
درجن کو گھور رہا تھا۔ لیکن اس کی آنکھوں میں ندامت یا غصے کی بجائے حیرت تھی۔

"تم اُس سے اس کا تذکرہ نہیں کرو گے۔" فریدی بارٹنڈر کی طرف مڑا۔

"نہیں صاحب.... ایسا ہو سکتا ہے۔"

نیا آنے والا باہر جا رہا تھا۔ اس کے بعد ہی فریدی نے بھی ہوٹل چھوڑ دیا۔ حمید کیڈی لاک
میں پڑا اونگھ رہا تھا۔ فریدی کے جھنجھوڑنے پر سیدھا ہو گیا۔

"آ گئی....؟" وہ بوکھلا کر بولا۔

"کیا بکتے ہو۔"

"لاحول ولا قوۃ.... آپ ہیں۔"

"چلو اُترو جلدی.... تمہیں اُس آدمی کا تعاقب کرنا ہے۔"

"کہاں.... اوہ.... اچھا میں اُس کا قیمہ کر دوں گا تا کہ پھر کبھی تعاقب نہ کرنا پڑے۔ سالی

زندگی ہے یا مصیبت۔ ادھر بھاگو.... اُدھر جاؤ۔ تعاقب.... گولی.... مار دھاڑ.... اپنی زندگی
بھی ناڈیا کی کوئی فلم بن کر رہ گئی ہے۔ کاش آپ ہنٹر والی ہی ہوتے۔"

ایک حماقت

سرجنٹ حمید تھوڑی دیر تک تو اُس کا تعاقب بڑے ٹھنڈے دماغ سے کرتا رہا پھر اچانک
کے اسکریو ڈھیلے ہونے لگے۔ جھنجھلاہٹ میں وہ ہمیشہ اپنی کھوپڑی کی حدود سے تجاوز کر کے
شیخ چلی ہو جاتا تھا۔ پہلے اُس نے سمجھا تھا کہ اگر اس نامعلوم آدمی کو دور جانا ہوگا تو کم از کم ٹیکسی
ضرور کرے گا کیونکہ اُس کی ظاہری وضع یہی ثابت کر رہی تھی کہ وہ کوئی متمول آدمی ہے
بہرحال حمید کو مایوسی ہی ہوئی کیونکہ وہ تقریباً ایک میل پیدل چلنے کے بعد بھی پیدل ہی چلتا رہا

"اچھا بیٹا میں تو پیدل نہیں چل سکتا۔" حمید آہستہ سے بڑبڑایا۔"اور تمہیں بھی ٹیکسی ہی
لے جاؤں گا۔"

کچھ دیر بعد وہ ایک ویران سڑک پر آ گئے جس کے دونوں طرف تھوڑے تھوڑے فاصلے
معمولی قسم کے مکانات تھے۔ حمید نے جھک کر پتھر کا ایک نوکیلا سا ٹکڑا اٹھایا۔

آگے چلنے والے کے سر پر ہیٹ نہیں تھی اس لئے پتھر کا وہ ٹکڑا غیر معمولی طور پر کارآمد
ثابت ہوا۔ اُس کے منہ سے صرف ایک بے ساختہ قسم کی چیخ نکل سکی اور بس۔

حمید شور مچاتا ہوا اُس کے پیچھے دوڑا اور قرب و جوار کے مکانات کی کھڑکیاں کھلنے لگیں۔
تھوڑے دیر میں خاصی بھیڑ اکٹھا ہو گئی۔ چوٹ کھانے والا بے ہوش ہو گیا تھا۔ حمید کو پھر تاؤ
آ گیا۔ لیکن اس بار وہ اپنے مقدر کو کوس رہا تھا۔ اُس نے تو دراصل یہ سوچا تھا کہ وہ چوٹ کھا کر
صرف اس حد تک بے کار ہو جائے گا کہ حمید کو اُسے سہارا دے کر دوسری سڑک پر لے جانا پڑے
گا جہاں وہ ایک ٹیکسی کر کے اُسے اس کے ٹھکانے پر پہنچا دے گا۔ اس طرح اُسے پیدل چلنے سے
نجات بھی ملے گی اور اُس کی جائے رہائش کا پتہ بھی معلوم ہو جائے گا۔

لوگ اُس سے حادثے کے متعلق پوچھنے لگے تھے۔

"میں ذرا فاصلے پر تھا۔" اُس نے بے دلی سے کہا۔"دفعتاً میں نے اس کی چیخ سنی اور بھاگ کر

یہاں پہنچا تو یہ....!"

"ہسپتال لے چلو۔" کسی نے کہا۔

"لیکن یہ چوٹ کیسے آئی؟" دوسرا بولا۔ پھر اُس نے حمید سے پوچھا۔"کوئی تیسرا آدمی بھی تھا؟"

"ممکن ہے رہا ہو۔ میں نے دیکھا نہیں۔" حمید کی جھنجھلاہٹ بڑھ رہی تھی۔

دفعتاً کچھ دور پر کسی کار کی ہیڈ لائیٹس کی روشنی دکھائی دی۔

"چلو یہ بھی اچھا ہوا۔" ایک بولا۔

دو تین آدمیوں نے ہاتھ اٹھا کر کار رکوائی لیکن دوسرے ہی لمحے میں حمید کو مجمعے میں چھپنا
پڑا۔ کیونکہ کار سے اترنے والا درجن تھا۔ لوگ اُس سے زخمی کو کسی ہسپتال تک پہنچا دینے کی
استدعا کر رہے تھے۔ درجن نے ٹارچ کی روشنی میں بے ہوش آدمی کا چہرہ دیکھا اور پھر حمید کو خود
درجن کے چہرے پر ایسے آثار دکھائی دیئے جیسے وہ اُس آدمی کو پہچانتا ہو۔

اُس نے دو تین آدمیوں کی مدد سے اُسکو کار میں ڈالا اور کار فراٹے بھرتی ہوئی آگے نکل گئی۔

حمید کو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ الٹ گیا ہو۔ سر نیچے اور ٹانگیں اوپر.... لیکن کرتا کیا۔
اُس سے یہ حرکت اُسی طرح سرزد ہوئی تھی جیسے کسی بچے کے ہاتھوں نادانستگی میں بندوق چل گئی
ہو۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب کیا کرے۔ مجمع آہستہ آہستہ صاف ہو رہا تھا۔ پھر ایک
دوسری کار کی ہیڈ لائیٹس دکھائی دیں اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ اُس کے قریب سے گذر گئی۔ حمید نے
اندھیرا ہونے کے باوجود بھی اُسے پہچان لیا۔ یہ فریدی کی کیڈی لاک تھی۔

حمید نے اطمینان کا سانس لیا۔ شاید فریدی درجن کا تعاقب کر رہا تھا۔ حمید پتلون کی جیبوں
میں ہاتھ ڈالے اور مدھم سروں میں سیٹی بجاتا ہوا ایک گلی سے گذر کر دوسری سڑک پر نکل آیا۔
وہ سوچ رہا تھا کہ چلو جان بچی۔ فریدی سے کوئی خوب صورت سا جھوٹ بول دیا جائے گا۔ کئی
گھنٹوں کی کوفت سے نجات ملی تھی۔ موسم ذرا خوشگوار تھا۔ اُس نے سوچا کہ کیوں نہ تھوڑی سی
بیئر ہی پی جائے۔ کم از کم ذہنی تھکن تو رفع ہی ہو جائے گی۔ کیفے ڈی کورسیکا سامنے ہی تھا۔ اُسے
قائم ہوئے زیادہ دن نہیں گذرے تھے اور حمید اُس کی تعریف بھی سن چکا تھا۔ لیکن ابھی تک
وہاں جانے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔ اُس نے یہ بھی سنا تھا کہ وہاں کی کاؤنٹر کلرک ایک خوبصورت سی
لڑکی ہے۔

کیفے میں بہت زیادہ بھیڑ نہیں تھی۔ صرف چند خوش پوش جوڑے نظر آرہے تھے۔ حمید نے کاؤنٹر کی طرف دیکھا اور باچھیں کھل گئیں۔ کیونکہ وہ کاؤنٹر کلرک جس کی تعریفیں کر رہا تھا اُس کے لئے اجنبی نہیں تھی۔ یہ وہی لڑکی کنول تھی جس سے مسٹر کیو والے کیس کے دوران میں ملاقات ہوئی تھی۔ حمید بڑی شان سے ٹہلتا ہوا کاؤنٹر تک گیا۔ کنول سر جھکائے کچھ لکھ رہی تھی۔

"اتنی مشغولیت.....!" حمید آہستہ سے بولا اور کنول چونک پڑی۔

"او ہو..... تم ہو۔" کنول ایک بے ساختہ قسم کی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔ اُس کے چہرے پر سرخی دوڑ گئی تھی اور آنکھیں چمکنے لگی تھیں۔

"بڑی بے مروت نکلیں۔" حمید نے ہونٹ سکوڑ لئے۔

"ہوں! بتاتی ہوں ابھی۔" کنول نے کہا اور ایک ویٹر کو آواز دے کر کرسی لانے کو کہا۔

"بتاؤ گی کیا..... اگر مل نہیں سکتی تھیں تو کم از کم فون ہی پر اپنا پتہ تو بتا سکتی تھیں۔"

"بیٹھو.....!" کنول نے قلم ایک طرف رکھتے ہوئے کہا۔ "اِدھر کیسے نکل آئے۔"

"چلا جاؤں۔"

"ارر..... میرا مطلب یہ نہیں۔"

"آج کل کچھ نکھری ہوئی ہو۔"

"شاید آج کوئی نہیں ملی۔" کنول نے مسکرا کر کہا۔

"لڑنے کا ارادہ ہے؟" حمید نے سنجیدگی سے کہا۔ "تم مجھے اتنا آوارہ کیوں سمجھتی ہو۔"

"آوارہ نہیں بلکہ عورت خور۔"

"شکریہ۔" حمید ہونٹ سکوڑ کر اٹھتا ہوا بولا۔ "دوبارہ ملنے کی جرأت نہ کروں گا۔"

"ارے ارے بیٹھو۔ تم آج کل اتنے چڑچڑے کیوں ہو رہے ہو۔"

"ہر بدنصیب آدمی چڑچڑا ہوتا ہے۔" حمید بیٹھتا ہوا بولا۔ "میرا مقدر اُس وقت لکھا گیا تھا جب اُلوؤں، خچروں اور گدھوں کی تقدیر کا مسئلہ درپیش تھا۔"

"آخر بات کیا ہے؟" کنول نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"پھر شادی ہوتے ہوتے رہ گئی۔" حمید گلوگیر آواز میں بولا اور کنول کو ہنسی آ گئی۔

"میں سمجھی تھی شاید پھر بادشاہ بنتے بنتے رہ گئے۔" کنول نے کہا۔ "تمہارا وہ لطیفہ* بھی مجھے زندگی بھر یاد رہے گا۔"

"میں کچھ پینا چاہتا ہوں۔" حمید نے کہا۔

"ٹھنڈا پانی.....؟" کنول نے مسکرا کر پوچھا۔

"کوئی تیز قسم کی شراب.....!"

"شراب؟ یہ تم کب سے پینے لگے۔"

"میں یہ محسوس کر رہا ہوں کہ اب دیوداس ہی بن کر زندہ رہ سکتا ہوں۔" حمید آہ بھر کر بولا۔

"چلو فضول باتیں مت کرو۔ کافی پیو گے؟"

"کافی سے بھی زیادہ۔" حمید اپنے پائپ میں تمباکو بھرتا ہوا بولا۔ "تمہیں یہاں سے چھٹی کب ملتی ہے؟"

"اس وقت میری ڈیوٹی نہیں تھی لیکن دوسرا کلرک ایک گھنٹہ کی چھٹی لے کر گیا تھا اب تک واپس نہیں آیا۔"

حمید چند لمحوں کے لئے خاموش ہو گیا۔ اُس کا ذہن پھر کچھ دیر پہلے کی حماقت کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ آخر فریدی کو کیا جواب دے گا۔ اور اب اپنی وہ حرکت اُسے بھی مضحکہ خیز معلوم ہو رہی تھی۔ حمید سوچتا رہا۔ کنول اُس کے چہرے پر تفکر کے آثار دیکھ کر بولی۔

"کیوں؟ کیا بات ہے۔ آج تم بہت بجھے بجھے سے نظر آرہے ہو؟"

"اوں.....!" حمید چونک پڑا۔ "کوئی خاص بات نہیں۔"

پھر اُس نے ایک ویٹر کو اشارے سے بلا کر آہستہ سے کہا۔ "وہسکی اور سوڈا پٹیالہ پیگ۔"

"کیا واقعی؟" کنول حیرت سے بولی۔

"مجھے حیرت ہے کہ تم ایک سوسائٹی گرل ہو کر اس قسم کے سوالات کرتی ہو۔"

"کیوں؟" کنول تنک کر بولی۔ "ضروری نہیں کہ میں بھی بُری چیزوں کو اچھی سمجھوں۔"

"ختم کرو۔" حمید نے بُرا سا منہ بنایا۔ "میں بھی عادی نہیں۔ کبھی کبھی غم غلط کرنے کے لئے پی لیتا ہوں۔"

"اور فریدی صاحب؟" کنول نے پوچھا۔

* جاسوسی دنیا کا خاص نمبر "لاشوں کا آبشار" جلد نمبر 9 ملاحظہ فرمائیے۔

"میرے شیر کو کوئی غم ہی نہیں، غلط کیا کرے گا۔ پتھر ہے وہ شخص کسی ریگستان کی طرح۔"

"میں ایسے آدمیوں کی بہت عزت کرتی ہوں۔"

"وہ ہوتے ہی اسی لئے ہیں کہ اُن کی عزت کی جائے۔" حمید بولا۔

ویٹر نے گلاس لا کر رکھ دیا۔

"یہاں کاؤنٹر پر نہیں۔" کنول نے کہا۔ "وہیں جاؤ۔"

حمید گلاس لے کر ایک خالی میز پر چلا آیا۔ دو ہی تین گھونٹوں کے بعد کنپٹیاں گرم ہو گئیں پھر گلاس ختم ہونے سے قبل ہی اُس نے ویٹر کو بلا کر دوسرے پیگ کا آرڈر دے دیا۔

بہر حال اُسے تیسرا پیگ زمین سے اٹھا کر آسمان پر لے گیا اور وہ اچھل اچھل کر ستارے پکڑنے کی کوشش کرنے لگا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں اُسے ہنسی آ گئی۔ نشے کی لہر نے اُسے کہاں سے کہاں پہنچا دیا تھا۔ بجلی کے قمقموں کو ستارے سمجھ بیٹھنا غیر شاعرانہ بات تو نہیں تھی لیکن بار میں بیٹھے ہوئے دوسرے لوگ ہنسنے لگے تھے اور کنول بھی جھنجھلا اٹھی تھی۔ حمید اپنی جگہ سے اٹھ کر کاؤنٹر پر آیا۔ شراب کی قیمت ادا کر دینے کے بعد آہستہ سے بولا۔

"اچھا... میری جان! اب میں حج کرنے جا رہا ہوں۔"

"بڑے فضول آدمی ہو۔" کنول ہونٹ سکوڑ کر بولی۔

"ہاہا... فاضل کی جمع فضول... ہاہا...!"

"تم جب نشے میں اپنے آپ کو سنبھال نہیں سکتے تو پیتے ہی کیوں ہو؟"

"کیا؟ میری توہین کر رہی ہو... ہمپ...!"

"کیا تم اس حالت میں گھر پہنچ جاؤ گے؟"

تھوڑی دیر تک دونوں میں تکرار ہوتی رہی۔ حمید کہہ رہا تھا کہ پیدل جاؤں گا لیکن کنول ٹیکسی کے لئے مصر تھی۔ آخر اُس نے دو ویٹروں کی مدد سے حمید کو ایک ٹیکسی میں لاد دیا۔

"کہاں چلوں؟" ڈرائیور نے پوچھا۔

"جہاں... جی چاہے۔" حمید جھوم کر بولا۔

"سومرسٹ اسٹریٹ...!" کنول نے کہا۔

"نائیں... سومرسٹ ماآم... ریزرس ایج... مجھے نروان کے راستے پر لے چلو۔

یا لیلیاں.... فل فلوٹیاں۔"

ٹیکسی چل پڑی۔ ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں کے ساتھ نشہ بھی گہرا ہوتا گیا اور پھر اُسے اپنی کچھ دیر قبل والی حماقت بھی یاد آنے لگی.... زخم.... پتہ نہیں کتنا گہرا ہو۔ ممکن ہے وہ کوئی شریف آدمی رہا ہو.... اُس کی بیوی.... اُس کے بچے.... بچوں کی نانی.... بوڑھی نانی.... بے چاری.... اُس پر حمید کو خود اپنی نانی یاد آ گئی اور اُس کے منہ سے ایسی آواز نکلی جیسے وہ چیخ چیخ کر رونے کی خواہش کو دبانے کی کوشش کر رہا ہو۔

"بھائی ڈرائیور....!" اُس نے گلوگیر آواز میں کہا۔

"جی صاحب....!"

"بھائی ڈرائیور! اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔"

"جی صاحب۔"

"بھائی ڈرائیور مجھے جہنم میں لے چلو.... میں بڑا گنہگار ہوں۔"

ڈرائیور کچھ نہ بولا۔ حمید نے اُسے پھر پکارا۔

"جی صاحب۔"

"تمہاری کتنی بیویاں ہیں؟"

"پانچ....!" ڈرائیور ہنس کر بولا۔

"اور تم ہنستے ہو.... ہائیں.... یعنی خوش ہو.... پانچ بیویاں.... میرے ایک بھی نہیں ہے اور میں خوش نہیں ہوں.... تم پانچ رکھ کر بھی خوش ہو۔"

"تو پھر لے چلوں صاحب۔" ڈرائیور نے پوچھا۔

"کہاں؟"

"جہاں بیویاں ملتی ہیں.... پانچ.... دس.... پندرہ....!"

"پندرہ....!" حمید پُر مسرت لہجے میں چیخا۔ "پیارے ڈرائیور بلکہ ڈرائیور صاحب بہادر.... تم پر خدا کی رحمتیں نازل ہوں ضرور لے چلو۔"

ڈرائیور نے ٹیکسی شہر کے چکلے کی طرف موڑ دی۔

اور یہ بھی ایک دلچسپ اتفاق تھا کہ ٹھیک اُسی وقت فریدی کی کیڈی لاک بھی اُسی بالا خانے

کے نیچے پہنچ گئی جہاں حمید لے جایا جا رہا تھا۔ فریدی خاموشی اور حیرت سے حمید کو ڈرائیور
لیتے ہوئے اوپر جاتے دیکھتا رہا۔

کیا حمید واقعی اتنا ہی ذہین اور کار آمد ہو سکتا ہے؟ وہ سوچتا رہا جس بات کا سراغ اُسے
بعد ملا تھا کیا حمید نے اُسے اتنی جلدی معلوم کر لیا؟

اُس نے سوچا کہ اب اُس کا اوپر جانا فضول ہے۔ حمید بہتیری کام کی باتیں معلوم کر کے
آئے گا۔ لیکن ایک سوال اُس کے ذہن میں پیدا ہوا.... اُس نے تو اُسے ایک آدمی کا تعاقب
کرنے کے لئے کہا تھا اور پھر اُس نے اُسی آدمی کو ورجن کی قیام گاہ پر زخمی حالت میں دیکھا
فریدی چند لمحے اُس معاملے پر غور کرتا رہا۔ پھر سر کی ایک خفیف سی جنبش کے ساتھ
اسٹارٹ کر دی۔ وہ دراصل کئی دنوں سے رمیش والے معاملے میں دلچسپی لے رہا تھا لیکن اُس
یہ بات حمید پر ظاہر نہیں کی تھی اور پھر اُسی اسٹوڈیو میں رونما ہونے والے دوسرے حادثے
اُس کی تمام تر توجہ اپنی طرف مبذول کرا لی تھی۔

اگر حمید کو ذرہ برابر بھی احساس ہو گیا ہوتا کہ فریدی نے اُسے کسی طوائف کے کوٹھے
چڑھتے دیکھ لیا ہے تو اُس کا ہارٹ فیل ہو جانے میں کوئی کسر نہ رہ جاتی۔

ڈرائیور نے اُس سے دوگنے دام وصول کئے اور اپنی راہ لی۔

دوسرے لمحے میں چار عدد نوجوان طوائفیں حمید کو گھیرے ہوئے تھیں۔ حمید نے
طرح اپنی پیشانی پر ہاتھ رکھ لیا جیسے اُسے کچھ سجھائی نہ دے رہا ہو۔

"ایک.... دو.... تین.... چار....!" اُس نے اُن چاروں کو گن کر بلند آواز میں
لگائی۔ "ہائیں پیارے ڈرائیور صاحب.... یہ تو چار ہی ہیں۔"

"تشریف رکھئے۔" ایک بولی۔

"نہیں رکھتے تشریف وشریف.... پندرہ.... پندرہ....!"

"ہائیں! تم پندرہ نہیں جانتیں.... پندرہ.... ففٹین! یعنی پندرہ عدد۔"

"آپ بیٹھئے تو.... اکیلے اکیلے پی آئے۔" ایک شوخ قسم کی طوائف نے حمید کا ہاتھ
بٹھاتے ہوئے کہا۔

"ہاتھ چھوڑو میرا۔" حمید منمنایا۔ "میں بڑا مذہبی آدمی ہوں.... تم نامحرم ہو۔ استغفراللہ"

"اور پیئو گے؟" ایک اُس کا سر سہلا کر بولی۔

"اب کیا پیئیں گے۔" دوسری نے کہا۔ "بہت کمزور معلوم ہوتے ہیں۔"

"کیا....؟" حمید اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ "ارے ہے کوئی۔" اُس نے شہنشاہوں کی طرح تالی
بجائی۔ پھر جیب سے پرس نکال کر ایک ہرا نوٹ کھینچا اور اکڑ کر کہنے لگا۔ "منگاؤ.... جتنی دل
چاہے منگاؤ.... جانتی ہو میں کون ہوں.... مگر نہیں یہ راز کی بات ہے.... ہرگز نہ بتاؤں گا کہ
میں سرجنٹ حمید ہوں۔"

"نہیں پیارے تم راجہ اندر ہو۔" سر سہلانے والی نے سو کا نوٹ اُس کے ہاتھ سے لے لیا۔

"ہاہا.... تم غلط سمجھیں.... میں ہندو نہیں.... برادرانِ اسلام ہوں.... ہاہا.... زندہ باد۔"

انہوں نے بمشکل تمام اُسے کھینچ کھانچ کر بٹھا دیا۔ ورنہ اُس کا دل چاہ رہا تھا کہ برادرانِ اسلام
کو مخاطب کر کے ایک تقریر کر ڈالے۔

"کیا اس شہر میں نئے آئے ہو؟" ایک نے حمید سے پوچھا۔ یہ اب تک بالکل خاموش رہی تھی۔

حمید یک لخت اُس کی طرف متوجہ ہو گیا۔ نشے میں بھی اُسے اُس کی آواز کچھ جانی پہچانی سی
محسوس ہوئی اور پھر جب اُس نے اُس کے خدوخال پر غور کیا تو ایک دوسرا چہرہ یاد آیا۔ شلی کا
چہرہ.... لیکن وہ شلی نہیں تھی۔ ویسے اُس کے چہرے میں کوئی چیز ایسی ضرور تھی جو اُسے شلی کی
یاد دلا رہی تھی اور آواز تو بالکل ویسی ہی تھی۔

"کیا پوچھا تھا تم نے؟" حمید نے اُسے چند لمحے غور سے دیکھتے رہنے کے بعد کہا۔

"کیا تم اس شہر میں اجنبی ہو؟"

"اجنبی.... میں اس شہر کا راجہ ہوں.... ہی! ارے منگاؤ نا.... نشہ اکھڑ رہا ہے۔"

"آتی ہے پیارے۔" سر سہلانے والی نے اس بار اُس کے گال بھی سہلا دیئے.... پھر اُس
نے ایک طوائف کو اشارہ کیا.... وہ اندر چلی گئی۔

"مجھ سے کہا گیا تھا کہ تم پندرہ ہو۔" حمید بولا۔

"ہم میں سے ہر ایک پندرہ ہے۔" سر سہلانے والی نے کہا۔

حمید کچھ دیر تک اُس کے جملے پر غور کرتا رہا۔ پھر یک بیک چیخ اٹھا۔ "ارے باپ! فلسفہ....
تم تو فلسفہ بولنے لگیں.... معلوم ہوتا ہے بور کرو گی.... ارے بابا۔ میں کوئی ادیب ودیب نہیں

ہوں....اور نہ یہاں عبرت پکڑنے آیا ہوں۔"

اتنے میں شراب آ گئی۔ وہ طوائف شاید اسی لئے اندر گئی تھی۔ واپسی پر اُس کے ہاتھ میں دیسی شراب کا ایک گلاس تھا۔ حمید نے بڑی بے صبری سے گلاس پر جھپٹا مارا۔ لیکن ہونٹوں کے قریب لے جاتے ہی اُس کا منہ بگڑ گیا۔

"یہ کون سی ہے بھئی؟"

"وہسکی ہے پیارے۔" سر سہلانے والی نے کہا۔

"کون سی وہسکی....؟"

"بلیک ڈنکی....!" اُس نے جواب دیا۔ "وہائٹ ہارس کے مقابلے کی چیز۔"

حمید نے قہقہہ لگایا۔ "مری گڑیا۔ تم بہت ذہین معلوم ہوتی ہو۔"

پھر اُس نے جلد ہی گلاس خالی کر کے اپنا سینہ پیٹنا اور حلق مسلنا شروع کر دیا۔

"کچھ کھاؤ گے؟" ایک نے پوچھا۔

"اب پوچھتی ہو۔ جب کلیجے کی دھجیاں....اڑ....ہچ....گئیں....ہچ....!"

"چڑھ گئی؟"

"پتہ نہیں....ہچ....ہچ....کسی قاضی....ہچ....قاضی کو بلاؤ۔"

"قاضی! بھلا قاضی کو کیوں؟"

"میں تم....ہچ....آروں....چاروں....کو نک ہچ....نکاح میں لانا....ہچاہتا ہوں"

چاروں نے قہقہہ لگایا۔ حمید بھی ہنسنے لگا۔

"گانا سنو گے؟" ایک نے پوچھا۔

"ضرور سناؤں گا۔ کون سا سنو گی؟....ہچ....!"

"جو دل چاہے۔" سر سہلانے والی اس بار اُس کے دونوں کان سہلا کر بولی۔

حمید نے فلٹ ہیٹ اس طرح چہرے پر جھکا لی جیسے گھونگھٹ نکالا ہو۔

"مارے نجریا..!" اُس نے لچک کر ہانک لگائی۔ "سنوریا رے کاہے مارے بجاریا...مارے نجریا"

اور پھر اُس نے اس قدر ہلڑ مچایا کہ چاروں تنگ آ گئیں۔

اسی دوران میں کسی نے دروازے پر دستک دی۔ ایک نے بڑھ کر دروازہ کھول دیا اور

حمید کے دیوتا کوچ کر گئے۔ سامنے فریدی کھڑا اُسے قہر آلود نظروں سے گھور رہا تھا۔ پہلے تو حمید کو اپنی آنکھوں پر یقین ہی نہیں آیا.... لیکن.... پھر یقین کرنا ہی پڑا۔

ایک خط

حمید آنکھیں پھاڑے اُسے دیکھتا رہا۔ فریدی اُن چاروں کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

"ہم خالی نہیں۔" اُن میں سے ایک نے فریدی سے کہا۔

"خالی نہیں۔" حمید بڑبڑایا۔ "سب حلق تک بھری ہوئی ہیں۔"

"تم میں سے شلی کی بہن کون ہے؟" فریدی نے پوچھا۔

"کیوں؟ آپ کون ہیں؟"

"پولیس....!"

"کیوں....؟ یہاں....کوئی....آپ کسے پوچھ رہے ہیں؟"

"شلی کی بہن۔" حمید نے ہانک لگائی۔ "ہا....یہ ہے شلی کی بہن۔"

حمید نے اُس کی طرف اشارہ کیا جسے دیکھ کر اُسے شلی یاد آ گئی تھی۔ چاروں حیرت سے اُسے دیکھنے لگیں۔

"شلی کہاں ہے؟" فریدی نے اُسے مخاطب کیا۔

"میں نہیں جانتی کہ آپ کس کا تذکرہ کر رہے ہیں۔"

"کیا تم میں سے کوئی اسے پہچان سکتی ہے؟" فریدی نے جیب سے ایک تصویر نکال کر اُن کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

وہ تصویر پر جھک پڑیں۔

"ہاں....یہ تو اُسی کی بہن ہے۔" ایک نے کہا۔

"کیا نام ہے تمہارا....؟" فریدی نے اُسے مخاطب کیا۔

"کملا....!"

"اور اس کا....!" فریدی نے تصویر کی طرف اشارہ کیا۔

"بملا....!"

"شلی نہیں؟"

"جی نہیں۔"

"یہ کہاں ہے؟"

"پتہ نہیں....!"

"مجھ سے سنئے۔" وہ بولی جس نے حمید سے سو روپے کا نوٹ اینٹھا تھا۔ "بملا کو ایک گاہک
عشق ہو گیا تھا۔ اس لئے وہ اُس کے ساتھ چلی گئی.... دو ماہ پہلے کی بات ہے۔"

"اُس گاہک سے واقف ہو....!"

"نہیں....!"

"نام تو جانتی ہی ہو گی؟"

"جی نہیں....!"

فریدی نے کچھ اور تصویریں نکالیں۔

"اسے پہچانتی ہو؟"

"نہیں....!"

اُس نے یکے بعد دیگرے کئی تصویریں دکھائیں لیکن اُن میں سے کوئی کسی کو بھی نہ پہچان سکی
حمید بھی قریب آ گیا تھا۔ اُس کے منہ سے دیسی شراب کے بدبودار بھبکے نکل رہے تھے
فریدی نے اُسے پیچھے دھکیل دیا۔ اور وہ توازن برقرار نہ رکھ سکنے کی بناء پر دیوار سے جا ٹکرایا۔
چاروں طوائفیں کانپنے لگیں۔

"کیا تم دونوں کو کچھ آدمی کہیں سے اغواء کر لائے تھے؟" فریدی نے شلی کی بہن سے پوچھا

"نہیں تو....!"

"یعنی تم دونوں شروع سے یہی پیشہ کرتی رہی ہو؟"

"جی ہاں۔"

"تمہارے والدین....؟"

"ٹھہریئے جناب۔" حمید سے نوٹ اینٹھنے والی ہاتھ اٹھا کر بولی۔ "آپ شاید یہ بھول

رہی کہ ہم کسبیاں ہیں۔"

"مطلب....؟" فریدی اُسے تیز نظروں سے گھورنے لگا۔

"والدین صرف شریفوں میں پائے جاتے ہیں۔" وہ بڑے تلخ لہجے میں بولی۔

"ہائیں.... تم نے پھر فلسفہ شروع کر دیا۔" حمید زور سے بڑبڑایا جو دیوار سے اس طرح چپکا
ہوا کھڑا تھا جیسے وہ اُسے فریدی کی باز پرس سے بچا لے گی۔

"اُس شخص کا حلیہ بتا سکتی ہو جو شلی کو اپنے ساتھ لے گیا تھا۔" فریدی نے پوچھا۔

"حلیہ....!" شلی کی بہن اپنے ذہن پر زور دینے لگی۔ "اچھا خاصا.... آدمی تھا۔ سنجیدہ....
شریف.... حسین.... ماتھا چوڑا تھا.... ناک لمبی جس کی نوک اوپری ہونٹ پر جھکی ہوئی تھی۔
آنکھیں بڑی اور چمکیلی ہونٹ بہت پتلے اور سرخ تھے۔ ٹھوڑی نوکیلی تھی۔"

"اُس کے پیشے کے متعلق بھی کچھ نہیں بتا سکتیں؟"

"نہیں.... وہ ہمیشہ خاموش رہتا تھا۔ آتا.... چپ چاپ بیٹھا رہتا اور جیب میں جو کچھ بھی
ہوتا نکال کر فرش پر ڈال جاتا تھا۔"

"بڑی رقمیں....؟" فریدی نے سوال کیا۔

"جی ہاں۔ دو ڈھائی سو سے کم کبھی نہیں ملا۔"

"اور صرف شلی ہی اُس پر عاشق ہوئی؟"

"آخر بات کیا ہے؟" وہی بولی جس نے حمید کے کان سہلائے تھے۔

"بڑی خاص بات جو بتائی نہیں جا سکتی۔" حمید نے ہانک لگائی۔

"تم خاموش رہو گے یا نیچے پھینک دوں۔" فریدی غرایا۔

حمید سہم کر دیوار سے چپک گیا۔

"بات یہ ہے کہ شلی ایک جرم کے سلسلے میں پولیس کی نظروں میں ہے۔" فریدی نے کہا۔

"جرم....!" شلی کی بہن کانپ گئی۔ "کیسا جرم....؟"

"یہ نہیں بتایا جا سکتا۔" فریدی نے کہا۔ "کیا تمہارے یہاں کبھی ایسے لوگ بھی آتے ہیں
جن کا تعلق فلمی دنیا سے ہو؟"

"کتنے ہی آتے جاتے رہتے ہیں۔"

"اُن میں کوئی خاص آدمی۔"

"اگر کوئی آیا بھی ہوگا تو اُس نے ہم پر یہ نہ ظاہر کیا ہوگا کہ وہ خاص ہے یا عام۔"

"ہوں... اچھا... ہو سکتا ہے کہ تمہیں کوتوالی طلب کیا جائے۔ یہاں اس شہر میں اُس وقت تک تمہاری موجودگی ضروری ہے جب تک پولیس تم پر سے نقل و حرکت کی پابندی نہ ہٹالے۔"

وہ چاروں خوفزدہ نظر آنے لگی تھیں۔ اب فریدی نے حمید کی گردن پکڑی۔

"معاذاللہ۔" حمید کانپ کر بولا۔ "گر گر گردن ٹوٹی۔"

فریدی نے اُسے دروازے کی طرف دھکا دیا۔

اُن چاروں کی حیرت اور زیادہ بڑھ گئی۔

"ذرا ٹھہریئے۔" سر سہلانے والی آہستہ سے بولی۔ فریدی حمید کی گردن تھامے ہوئے مڑا

"کیا یہ آپ کے ساتھ....؟"

"ہاں! یہ میرا ساتھی ہے۔"

طوائف نے بلاؤز کے گریبان سے نوٹ نکال کر فریدی کی طرف بڑھا دیا۔

"کیوں؟"

"یہ ان کا ہے۔"

"اوہ سمجھا۔" فریدی نے اپنا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر کچھ سوچا پھر مسکرا کر بولا

"رکھو.... اور یہی نہیں۔"

اُس کا ہاتھ حمید کے کوٹ کی اندرونی جیب کی طرف گیا۔

"یہ بھی لو۔" اُس نے حمید کا پرس بھی طوائف کی طرف بڑھا دیا اور یہ بھی دیکھنے کی زحمت گوارا نہ کی کہ اس میں اور کتنے روپے ہیں۔ "رکھو.... رکھو.... یہ بڑا مالدار آدمی ہے۔"

"نہیں.... غلط.... غلط.... ظلم....!" حمید منہ اوپر اٹھا کر بڑبڑایا۔

"شٹ اپ....!"

طوائف ہچکچا رہی تھی۔ فریدی نے پرس زمین پر ڈال دیا۔ پھر اُس نے حمید کی کلائی سے گھڑی کھولی۔ ٹائی کا بیش قیمت پن نکالا۔ انگشتریاں اتاریں اور انہیں بھی فرش پر ڈال دیا۔

"مجھے افسوس ہے کہ سردیوں کا زمانہ ہے۔ ورنہ میں اس کے کپڑے تک اتروا دیتا۔" فریدی

نے کہا اور انہیں حیرت زدہ چھوڑ کر حمید کو دھکے دیتا ہوا نیچے اترنے لگا۔

"لٹ گئی دنیا میری.... او دنیا بنانے والے۔"

"خاموش رہو ورنہ مار ہی ڈالوں گا۔" فریدی نے ڈانٹا۔

"نہیں گائیں گے جناب۔" حمید رو پڑا۔ "میرے ہاتھ میں پتھر نہیں.... ورنہ.... آپ کو بھی گھر پہنچا دیتا۔"

فریدی خاموش رہا۔ حمید تھوڑی دیر تک روتا رہا۔ پھر ہنسنے لگا۔

"ہاہا.... شلی کی بہن بلی.... انسپکٹر فریدی.... ہاہاہا.... کہاں سے خریدی....؟"

"خاموش رہو.... ورنہ منہ میں رومال ٹھونس دوں گا۔" فریدی بولا۔

"کیا رومال ٹھونسو گے؟ آؤ ٹھونسو.... گولی مار دوں گا۔ گردن مروڑ دوں گا۔"

"ضرور.... ضرور.... رات بھر ٹھنڈے پانی کے ٹب میں غوطے دوں گا۔"

"ہاہا....!" حمید نے پھر قہقہہ لگایا۔ "کون ہے جو مجھ سے ناکیں ملا سکے.... ہاہا.... انسپکٹر فریدی.... انسپکٹر خریدی.... انسپکٹر ندیدی.... انس....!"

گھر پہنچ کر فریدی نے اُسے تھوڑی سی سزا دینی چاہی لیکن پھر کچھ سوچ کر رک گیا۔

دوسرے دن حمید شرمندگی کی وجہ سے اُس کے سامنے نہیں آیا۔

پچھلی رات کے دھندلے دھندلے واقعات اَب بھی اُس کے ذہن میں تھے۔ اُسے یاد تھا کہ فریدی نے اُسے لوٹ کھسوٹ کر تقریباً ڈیڑھ ہزار کی مالیت کی چیزیں طوائفوں کے حوالے کر دی تھیں۔ پرس، انگشتریاں جن میں قیمتی پتھر تھے۔ گھڑی اور ٹائی کا پن.... اُسے سب کچھ یاد تھا لیکن اُس میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ فریدی سے آنکھیں چار کر سکتا اور خود اُس کا ضمیر اُسے ملامت کر رہا تھا۔

وہ اُس وقت تک ناشتے کی میز پر نہیں گیا جب تک کہ فریدی نے بلوا نہیں بھیجا۔

آج ناشتے کی میز پر فریدی کا دوسرا اسسٹنٹ رمیش بھی موجود تھا۔ نہ جانے کیوں حمید کو اُس کی موجودگی بُری طرح کھل گئی۔ لیکن وہ بولا نہیں۔ اگر کوئی دوسرا موقع ہوتا تو وہ اُسے تنگ کر ڈالتا۔

"تو پھر تمہارا کیا خیال ہے؟" فریدی رمیش سے کہہ رہا تھا۔ "کل رات میں نے درجن کی

قیام گاہ بھی دیکھ لی اور یہی اندازہ لگایا کہ ہمارے پاس فی الحال اُس کے خلاف کوئی ثبوت نہ
ہو سکتا ہے کہ اُس کا ہاتھ کلاوتی کے اغواء میں ہو۔ لیکن ابھی یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ کلا
اغواء بھی میوزک ڈائریکٹر ہی والے کیس سے تعلق رکھتا ہے۔ البتہ شلی کی شخصیت پُر اسرار
اُس نے اپنے متعلق یہ بات مشہور کر رکھی تھی کہ وہ کسی اعلیٰ خاندان کی فرد ہے اور فلم میں
کرنے کا شوق اُس کی بربادی کا باعث بنا تھا لیکن تحقیقات کرنے پر یہ بات بھی غلط ثابت ہوئی
ایک خاندانی طوائف تھی اور نہ کسی نامعلوم آدمی نے اُس سے اُسکا پیشہ ترک کرایا تھا۔ بہر حال
کیس میں شلی کی شخصیت کافی اہمیت رکھتی ہے۔ آخر وہ حادثے کے فوراً بعد ہی غائب کیوں ہو گئی

"لیکن یہ بموں والا معاملہ.....؟" رمیش نے کہا۔ "آپ کہتے ہیں کہ وہ ٹائم بم نہیں تھے
پھر خود وہ پھٹے کس طرح؟ اور آپ یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ دونوں ایک ہی گیت بجانے کے دوران
میں پھٹے تھے۔"

"اوہ..... یہ.....!" فریدی پُر خیال انداز میں بولا۔ "نہایت معمولی بات ہے لیکن اس میں
محنت کافی صرف ہوئی ہوگی اور یہ پلان بنانے والا کافی ذہین رہا ہوگا۔ اُسے پیانو میں ایک اچھی
خاصی مشین فٹ کرنی پڑی ہوگی اور اس کا تعلق اُس سُروں سے رہا ہوگا جن کے ذریعے وہ گت
بجتی رہی ہوگی۔ اُن سُروں کے امتزاج سے اُس مشین میں حرکت پیدا ہوتی رہی ہوگی اور اس
حرکت سے بموں کے سیفٹی کیچ ہٹ جاتے رہے ہوں گے۔"

"میں نہیں سمجھا۔" رمیش نے بے بسی سے سر ہلا دیا۔

"چلو یوں سمجھو۔" فریدی سگار سلگاتا ہوا بولا۔ "ایک ٹائپ رائٹر کی مثال لے لو۔ فرض کرو
تمہیں اے سے لے کر ایف تک کا سلسلہ وار ٹائپ کرنا ہے۔ مجھے اس پر یقین ہے کہ تم کم از کم
ایک بار ضرور اس طرح ٹائپ کرو گے اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تم اس کے علاوہ کچھ اور بھی
ٹائپ کرو گے۔ میں نے اُس ٹائپ رائٹر میں ایک بم رکھ دیا اور اُس کے اندر کچھ ایسی کاروائی کر دی
کہ جب تم اے سے لے کر ایف تک سلسلہ وار ٹائپ کرو تو اُس کا سیفٹی کیچ ہٹ جائے۔ تم نے
ٹائپ کرنا شروع کر دیا۔ جب تک اے سے ایف تک سلسلہ وار ٹائپ نہیں کیا بجتے رہے۔ لیکن
جیسے ہی تم اس ترتیب پر آئے سیفٹی کیچ ہٹ گیا اور ٹائپ رائٹر سمیت تمہارے چیتھڑے
گئے۔"

"سمجھ گیا..... اوہ..... یہ بات کتنی واضح تھی۔" رمیش اپنا جوش دباتا ہوا بولا۔

"ایسے موقع پر ٹائم بم کا استعمال لایعنی ہے کیونکہ وہ وقت کا پابند ہوتا ہے۔ ایک مخصوص
وقت پر اُس کا پھٹنا لازمی ہے۔"

اس گفتگو کے دوران میں فریدی حمید کو اس طرح نظر انداز کیے رہا جیسے وہ وہاں موجود ہی نہ
ہو۔ حمید نے بھی مصلحتاً خاموشی اختیار کر رکھی تھی۔

"جرم کا مقصد ابھی پردہ راز ہی میں ہے۔" فریدی تھوڑی دیر بعد بولا۔

"اور مجرم کی شخصیت..... ہو سکتا ہے کہ وہ بھی سامنے آجائے۔ لیکن شلی کا معاملہ صاف
ہوئے بغیر یہ ناممکن ہے۔ شیشے کے گلاسوں کے وہ ٹکڑے جو کلاوتی کے گھر پر ملے تھے اُن میں
سے کچھ پر صرف کلاوتی کی انگلیوں کے نشانات مل سکے ہیں۔"

رمیش کچھ کہنے ہی والا تھا کہ ایک نوکر ایک ملاقاتی کارڈ لایا۔ فریدی نے کارڈ لے کر دیکھا اور
اُس کی دونوں بھنویں مل گئیں۔

"ڈائریکٹر مسعود۔" وہ آہستہ سے بڑبڑایا۔ "اُسے ڈرائنگ روم میں بٹھاؤ۔"

نوکر چلا گیا۔ پھر ناشتے کے اختتام تک فریدی خاموش ہی رہا۔ ناشتہ ختم کرنے کے بعد وہ اٹھ
کر ڈرائنگ روم کی طرف چلا گیا۔

"کیوں اُستاد؟" سرجنٹ رمیش نے حمید کو مخاطب کیا۔ "آج بہت چپ چپ سے ہو؟"

"بزرگوں کا قول ہے کہ ایک خاموشی ہزار بلائیں ٹالتی ہے۔" حمید بولا۔

"ارے۔ اسی کیس میں رہ گئے۔ کتنی ہی فلم ایکٹریسوں سے گٹھ جوڑ ہو سکتا ہے۔"

"مجھ سے بُری بُری باتیں مت کیا کرو۔" حمید نے کسی اللہ والے کا پوز بنایا۔

"اخاہ..... یہ کب سے حمید صاحب؟" رمیش طنزیہ لہجے میں بولا۔

"بھجامت چاٹو۔"

"معلوم ہوتا ہے کہیں پٹے ہو۔"

"چائے دانی پھوڑ دوں گا تمہارے سر پر۔" حمید بھنا کر کھڑا ہو گیا۔

"ہوش میں ہو یا نہیں۔" رمیش کو بھی تاؤ آگیا۔

حمید ٹال گیا۔ دل تو چاہا تھا کہ الجھ پڑے لیکن پھر کچھ سوچ کر رہ گیا۔ دونوں پندرہ بیس منٹ

تک خاموش بیٹھے رہے۔ پھر فریدی واپس آ گیا۔

"لو بھئی رمیش ایک اور نئی بات۔" فریدی بیٹھتا ہوا بولا۔ "مسعود ایک نیا شوشہ چھو
ہے۔ یہ رہا وہ خط جو اُسے کسی نامعلوم آدمی کی طرف سے موصول ہوا ہے۔"

اُس نے کاغذ کا ایک ٹکڑا میز پر رکھ دیا جس پر انگریزی ٹائپ میں تحریر تھا۔

"مسعود! اس فلم کی شوٹنگ فوراً بند کر دو۔ کہانی، اسکرین پلے اور ڈائیلاگ سب کچھ پھا
پھینک دو۔ ورنہ تم سب کا وہی حشر ہوگا جو رمیش اور اُس کے اسسٹنٹ کا ہوا۔ تم میں سے
کلاوتی کی طرح غائب ہوگا اور کوئی سر عام مارا جائے گا۔ اسے پہلی اور آخری وارننگ سمجھو۔"

رمیش خط پڑھ چکنے کے بعد سوالیہ انداز میں فریدی کی طرف دیکھنے لگا۔

فریدی کے ماتھے پر سلوٹیں ابھری ہوئی تھیں۔

کارگذاری

مطلع ابر آلود تھا۔ خنکی بڑھ گئی تھی۔ رات کو آٹھ ہی بجے تھے لیکن شہر کی بعض سڑکی
ویران ہو چکی تھیں۔

سرجنٹ حمید السٹر کے کالر کھڑے کیے فلٹ ہیٹ کا گوشہ چہرے پر جھکائے تیزی سے راس
طے کر رہا تھا۔ بیڈن روڈ پر پہنچ کر وہ ایک تاریک عمارت کے سامنے رک گیا۔ چند لمحے بے حس
حرکت دیوار سے کھڑا رہا۔ پھر السٹر کی جیب سے لکڑی کی ایک تختی نکالی جس پر تحریر تھا "کرا
کے لئے خالی ہے۔" وہ آہستہ آہستہ اُس جگہ پہنچا جہاں کسی کے نام کی تختی لگی ہوئی تھی اور پ
چند لمحوں کی جدوجہد کے بعد اُس نے نام کی تختی کی جگہ اپنے ساتھ لائی ہوئی تختی لگا دی۔

بیڈن روڈ شہر کی اُن سڑکوں میں سے ہے جن پر زیادہ آمد و رفت نہیں رہتی۔ ایک طرف
چند عمارتیں ہیں اور دوسری طرف پولو گراؤنڈ ہے۔ پولو گراؤنڈ کے آگے دیہی علاقے شرو
ہو جاتے ہیں۔

سرجنٹ حمید نے اس وقت پولو گراؤنڈ ہی والے حصے کی ایک عمارت کے سامنے یہ عجیب
غریب حرکت کی تھی۔ اس کام سے فارغ ہو جانے کے بعد وہ چند لمحے ساکت و سامت کھڑا رہا

ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ کچھ سننے کی کوشش کر رہا ہو۔

پھر وہ عمارت کے عقبی حصے کی طرف چل پڑا۔ اُس کے جانے کے دس پندرہ منٹ بعد ہی
تاریکی میں دو سائے اور دکھائی دیئے جو آہستہ آہستہ عمارت کی طرف بڑھ رہے تھے۔

پھاٹک کے قریب پہنچ کر جہاں حمید نے تختی لگائی تھی وہ رک گئے۔ انہوں نے بھی لمبے
کوٹ پہن رکھے تھے اور اُن کے فلٹ ہیٹ ان کے چہرے پر جھکے ہوئے تھے۔

ان میں سے ایک نے جیب سے ایک چھوٹی سی ٹارچ نکالی اور پھر دوسرے ہی لمحے میں روشنی
کا ننھا سا دائرہ حمید کی لگائی ہوئی تختی پر پڑ رہا تھا۔

"عجیب آدمی ہو۔" پہلا دوسرے کی طرف جھنجھلا کر مڑا۔

"لیکن....!" دوسرا بولا۔ "آج دوپہر کو تو یہاں ڈاکٹر جیر اللہ کے نام کی تختی لگی ہوئی تھی۔"

"عمارت بھی تاریک ہے۔" پہلا کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "تمہیں یقین ہے کہ وہ تمہاری نظروں
ھوکا نہیں تھا۔"

"اب میں کیا عرض کروں۔ ضرور کچھ گڑبڑ ہے۔" دوسرے کی آواز کپکپا رہی تھی۔

"خیر! دیکھتا ہوں۔" پہلے نے آگے بڑھ کر سلاخوں دار پھاٹک کھولنے کی کوشش کی جو اندر
سے بند تھا۔

"تم ٹھیک کہتے ہو۔" وہ دوسرے کی طرف مڑ کر بولا۔

پھر وہ دونوں پھاٹک پر چڑھ کر دوسری طرف اُترتے ہوئے نظر آئے۔

پائیں باغ میں سناٹا تھا۔ پورٹیکو اور برآمدے میں بھی سناٹے اور تاریکی ہی کا راج تھا۔

"اندر کوئی ہے۔" پہلے نے دوسرے سے سرگوشی کی۔ "یہاں اس کھڑکی سے دیکھو۔ وہ
روشنی کی پتلی سی لکیر۔ شاید وہ کسی دروازے کی جھری ہے۔"

برآمدے میں تین دروازے تھے۔ باری باری سے اُن پر زور آزمائی کی گئی لیکن وہ اندر سے
بند تھے۔

"چلو....!" پہلا بولا۔ "دوسری طرف سے دیکھیں۔"

برآمدے سے پورٹیکو میں آتے ہوئے ایک لڑکھڑایا۔ اس سے پہلے کہ دوسرا سہارا دیتا وہ
ایک گملے سمیت نیچے جا پڑا۔ سناٹے میں آواز دور تک پھیلی.... پھر وہ ابھی اٹھنے بھی نہیں پایا تھا

کہ کسی نے عمارت کا دروازہ کھول کر برآمدے کی بجلی جلادی۔

فریدی آنے والے کو گھور رہا تھا اور سرجنٹ رمیش اپنے کپڑے جھاڑ رہا تھا۔

"کیا مطلب....؟" برآمدے میں کھڑا ہوا آدمی بڑبڑایا۔ "آپ لوگ کون ہیں؟"

"پولیس....؟" فریدی کی آواز میں غراہٹ تھی۔

"لیکن.... اس طرح.... میں نہیں سمجھا۔"

"میں بھی کچھ سمجھنا چاہتا ہوں۔" فریدی نے کہا۔ "ایک ایسی عمارت پر جو خالی نہ ہو۔ خا بورڈ لگانے کا کیا مطلب ہو سکتا ہے؟"

"میں پھر نہیں سمجھا۔ یہ ڈاکٹر جیر اللہ کا بنگلہ ہے۔"

"میرے ساتھ آیئے۔" فریدی بولا۔

"کیوں....؟"

"میں آپ کو دکھادوں۔" فریدی نے پھاٹک کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

فریدی اُس آدمی کو اپنے ساتھ پھاٹک تک لایا اور پھر جیسے ہی اُس نے ٹارچ کی روشنی پلیٹ پر ڈالی حواس باختہ ہوگئے۔ کیونکہ "کرائے کے لئے خالی ہے" والی تختی غائب تھی اور اُس کی جگہ ڈاکٹر جیر اللہ کی نیم پلیٹ لٹک رہی تھی۔

"مجھے شبہہ !" اُس آدمی نے سخت لہجے میں کہا۔ "تم لوگ کون ہو؟"

فریدی نے وزیٹنگ کارڈ جیب سے نکال کر اُس کی طرف بڑھادیا۔

"اوہ... لیکن میں... نہیں سمجھ سکتا۔" وہ ٹارچ کی روشنی میں وزیٹنگ کارڈ پڑھ کر بڑبڑایا۔

"میرے پاس یہاں کی تلاشی کا وارنٹ ہے۔" فریدی نے کہا۔

"تلاشی.... یعنی.... آخر کیوں۔ ٹھہریئے۔ میں ڈاکٹر صاحب کو جگادوں۔ وہ بیمار ہیں۔"

وہ آدمی تیز تیز قدم بڑھاتا ہوا پائیں باغ طے کرنے لگا۔ فریدی اور رمیش بھی اُسکے پیچھے تھے۔

فریدی رمیش سے آہستہ آہستہ کہتا جارہا تھا۔ "تم بہت بے تکے گرے۔ سب چوپٹ ہوگیا۔"

"تشریف رکھئے۔" اُس آدمی نے ایک بڑے کمرے میں روشنی کرتے ہوئے کہا۔ "میں ڈا صاحب کو اطلاع کرتا ہوں۔ جگانا پڑے گا۔"

وہ اُن دونوں کو چھوڑ کر چلا گیا۔

سرجنٹ حمید بنگلے کی پشت پر دبکا ہوا تھا۔ نیچے ایک گہرا نالہ تھا جس میں پانی نہیں تھا اور نالے کے دوسرے کنارے پر گھنی جھاڑیوں کا سلسلہ تھا جو دور تک پھیلا ہوا تھا۔ نہ جانے کیوں حمید کو رہ رہ کر ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے ابھی کوئی نہ کوئی واقعہ ضرور پیش آئے گا۔ تختیوں والا لطیفہ بھی کامیاب رہا تھا۔ اُس نے دیوار کی اوٹ سے فریدی کی بوکھلاہٹ دیکھی تھی اور دل ہی دل میں بے ساختہ ہنس پڑا تھا۔ اگر کہیں وہ ہنسی ہونٹوں پر آجاتی تو سارا کھیل ہی بگڑ گیا ہوتا۔

یہ دراصل فریدی کے خلاف ایک انتقامی کاروائی تھی۔ اس دوران میں فریدی نے اُسے لفٹ دینی چھوڑ دی تھی۔ اُس کی جگہ رمیش کا دور دورہ تھا۔ نہ وہ اُس سے کسی کام کے سلسلے میں مشورہ لیتا اور نہ کسی کام کے لئے کہتا۔ حتیٰ کہ اُس کے پاس میوزک ڈائریکٹر والے کیس کے جو کاغذات تھے وہ بھی اُس نے لے لئے تھے۔

حمید کو یہ ساری باتیں بہت گراں گزر رہی تھیں لیکن وہ خاموش ہی رہا اور پھر اُس نے تہیہ کرلیا کہ فریدی کو کوئی کام ڈھنگ سے کرنے کا موقع ہی نہ دے گا اور رمیش کی حجامت بنانے کے متعلق تو وہ کئی دنوں سے سوچ رہا تھا۔

آج شام کو رمیش نے فریدی کو اطلاع دی تھی کہ اُس نے بیڈن روڈ کے ایک بنگلے میں ایک ایسی عورت کو دیکھا ہے جو شیلی کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ اُس نے یہ بھی بتایا تھا کہ وہ بنگلہ رات کو عموماً تاریک ہی رہا کرتا ہے لیکن دن کو اُس میں آدمی دکھائی دیتے ہیں۔ حمید دوسرے کمرے سے اُن کی گفتگو سن رہا تھا۔

بس پھر اُس نے بھی اپنی شرارت کی اسکیم مرتب کرلی۔ کچھ پتہ نہیں فریدی گھر میں اُس کی موجودگی سے واقف تھا یا نہیں۔ بہر حال بھول کر بھی وہ نہیں سوچ سکتا تھا کہ حمید اُس سے بھی ٹکرا جانے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

حمید کو یہ بھی معلوم تھا کہ فریدی یا تو تنہا آئے گا یا صرف رمیش اُس کے ساتھ ہوگا۔ ایسے معاملات میں وہ پہلے بذات خود اچھی طرح چھان بین کرلیتا تھا۔ پھر اُسے مقامی پولیس کے علم میں لاتا تھا۔ شیلی والی بات چونکہ سنی سنائی تھی اس لئے اُس نے آج بھی اپنا اطمینان کئے بغیر پولیس کو مطلع کرنا مناسب نہ سمجھا۔

حمید بنگلے کی عقبی دیوار سے چپکا کھڑا تھا۔ دفعتاً اُسے کچھ دور پر دیوار کے نیچے ہی ہلکی سی

روشنی دکھائی دی اور ایسا معلوم ہوا جیسے دو سائے دیوار سے نکل کر نالے میں اُتر گئے ہوں اور اُس کی مشاق آنکھوں سے اندھیرے میں بھی یہ بات پوشیدہ نہ رہ سکی کہ اُن میں ایک یقیناً عورت تھی۔

حمید کے کانوں میں سیٹیاں سی بجنے لگیں۔ تو کیا واقعی رمیش کی اطلاع درست تھی؟ وہ سینے کے بل رینگتا ہوا نالے میں اُتر گیا۔ پھر اُس نے دیکھا وہ دونوں بھی بالکل اُسی طرح زمین پر رینگتے ہوئے نالے کے دوسرے کنارے کی طرف جا رہے ہیں۔

حمید اُن سے پہلے ہی دوسرے کنارے پر پہنچ گیا۔ پھر وہ آہستہ آہستہ اُس مقام کی طرف رینگتا رہا جہاں اُن دونوں کے پہنچنے کی توقع تھی اور شاید ایک ہی منٹ کے وقفے میں وہ اُن کے قریب کی جھاڑیوں میں چھپا ہوا اُن کی گفتگو سن رہا تھا۔

پھر بھلا یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ حمید اُس عورت کی آواز نہ پہچان لیتا جس کے چکر میں عر[صے] تک رہ چکا تھا۔ وہ یقیناً شلی ہی تھی۔ لیکن مرد کی آواز حمید کے لئے نئی تھی۔

"تم یہیں ٹھہرو۔" مرد اُس سے کہہ رہا تھا۔ "میں ذرا آس پاس دیکھ لوں۔ ممکن ہے انہوں نے محاصرہ کر رکھا ہو۔"

"مجھے ڈر لگ رہا ہے۔" شلی بولی۔

"بس یہیں چپ چاپ کھڑی رہو۔ جھاڑیاں تمہارے قد سے کافی اونچی ہیں۔ ڈرو نہیں۔ کوئی بات نہیں۔"

حمید کا ذہن بڑی تیزی سے کام کر رہا تھا۔ اُس آدمی کے جانے کے بعد بھی وہ تھوڑی دیر تک بے حس و حرکت کھڑا رہا۔ پھر اچانک آگے بڑھ کر اُس نے اپنا ہاتھ شلی کے منہ پر رکھ دیا۔ وہ تڑپی لیکن گرفت مضبوط تھی۔

"چپ... پولیس....!" حمید نے اس انداز میں سرگوشی کی کہ اُس کی آواز پہچانی نہ جا سکے۔ دوسرے لمحے میں وہ اُسے کمر پر لادے اُس طرف بھاگ رہا تھا جہاں اُس نے کار کھڑی کی تھی۔

"تو مجھے چلنے دو نا۔" شلی آہستہ سے بولی۔

"پکڑی جاؤ گی.... خطرہ ہے۔ چپ۔"

پھر شلی بے حس و حرکت ہو گئی۔

کار کی پچھلی سیٹ پر اُسے ڈال کر حمید نے اُس کا گلا گھونٹنا شروع کر دیا۔ بایاں ہاتھ اُس کے

منہ پر تھا۔ شلی جو ابھی تک شاید اُسے اپنے ہی آدمیوں میں سے سمجھتی رہی تھی بُری طرح مچلنے لگی تھی۔ لیکن اُسے بے ہوش ہی ہو جانا پڑا۔ لگی بھی تو تھی ایک ایسے جنونی کے ہاتھ جس پر شرارت اور حماقت کا بھوت سوار تھا۔

حمید نے کھڑکیوں کے پردے کھینچ دیئے اور اُسے لے بھاگا۔

کار شہر میں پہنچ کر کیفے کاسینو کی طرف جا رہی تھی۔ وہیں جہاں کنول کاؤنٹر کلرک تھی۔ حمید سوچ رہا تھا کہ اگر کنول وہاں موجود نہ ہوئی تو کیا ہوگا۔ اُسے یہ بھی یاد نہیں آرہا تھا کہ اُس نے اُس رات کو کنول سے اُس کا پتہ بھی پوچھا تھا یا نہیں.... یہ بھی ضروری نہیں کہ کیفے کا کوئی آدمی اُس کی جائے رہائش سے بھی واقف ہو۔

حمید کی اُلجھن بڑھنے لگی۔ فی الحال اُس کی دانست میں کنول ہی ایسی تھی جو اُسے تھوڑی بہت مدد دے سکتی تھی۔

کیفے کاسینو پہنچ کر وہی ہوا جس کا ڈر تھا۔ کنول موجود نہیں تھی۔ لیکن اُسے بھی حمید کی خوش قسمتی ہی کہنا چاہیئے کہ دوسرا اکاؤنٹر کلرک کنول کی جائے رہائش سے واقف تھا۔

اُس وقت نہ جانے کیوں حمید کی نظر ہر بات کے تاریک ہی پہلو پر تھی۔ اب وہ سوچنے لگا تھا کہ اگر کنول گھر پر بھی نہ ملی تو کیا ہوگا۔ ہو سکتا ہے کہ وہ کہیں اور چلی گئی ہو۔

پتہ سیدھا سادہ تھا۔ لہٰذا حمید کو کنول کا کوارٹر ڈھونڈ لینے میں کوئی دشواری نہ ہوئی۔ کنول گھر پر موجود تھی۔ حمید کے ساتھ ایک خوبصورت اور بے ہوش عورت کو دیکھ کر پہلے تو وہ یہی سمجھی کہ شاید وہ اس وقت بھی پیئے ہوئے ہے۔

"سنیئے جناب حمید صاحب۔" وہ کھرے لہجے میں بولی۔ "میرا گھر عیاشی کا اڈا نہیں بن سکتا۔"

"تم غلط سمجھیں۔" حمید بوکھلا کر بولا۔ "یہ ایک بہت ضروری عورت ہے۔"

"میں جانتی ہوں کہ خوبصورت عورتیں ہر حال میں بہت ضروری ہوتی ہیں۔"

"میں ابھی سب کچھ تم کو سمجھا دوں گا۔" حمید نے کہا اور بے ہوش شلی کو کار سے نکال کر کوارٹر میں پہنچا دیا۔

"عجیب آدمی ہو۔ پاس پڑوس والے کیا کہیں گے؟"

"اُن سے کہہ دینا کہ میرا بہنوئی میری بہن کو بغرض علاج یہاں لایا ہے۔" حمید نے لاپروائی

سے کہا۔

"کیا بکتے ہو؟" کنول جھنجھلا گئی۔

"چلو بیٹھو... نہیں تو گردن مروڑ دوں گا۔" حمید نے اُسے ایک آرام کرسی میں دھکیلا

کنول حیرت سے اُس کی طرف دیکھ رہی تھی۔

"خواہ مخواہ شبہات میں مبتلا ہو۔" حمید اپنے پائپ میں تمباکو بھرتا ہوا بولا۔ "یہ ایک عورت ہے جس کی تلاش میں پورے شہر کی پولیس سرگرداں ہے۔"

"کون....؟"

"شلی.... تم نے فلم آرٹ اسٹوڈیو کے حادثات کے متعلق سنا ہی ہوگا۔"

"اوہ.... تو یہ وہی عورت ہے.... میوزک ڈائریکٹر کی داشتہ....؟"

"خیر چلو.... سمجھ تو گئیں۔" حمید نے پائپ سلگا کر کہا۔

"لیکن اسے یہاں کیوں لائے ہو؟"

"کچھ ایسی ہی بات ہے۔ اگر میری مدد کرنے کا وعدہ کرو تو پوری داستان دہرائی جاسکتی

"میں وعدہ نہیں کرسکتی۔ تم سے خوف محسوس ہوتا ہے۔"

"اوہ.... یہ کنول بول رہی ہے۔" حمید بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ "وہ کنول جس نے مـ راستہ کاٹا تھا۔"

"شاید میں اس وقت مکھن کے سمندر میں غوطے لگا رہی ہوں۔" کنول نے سنجیدگی

حمید کچھ دیر تک خاموش رہا پھر بولا۔

"میں فریدی سے ٹکرا گیا ہوں اور اُن حضرت کو سبق دیئے بغیر نہ مانوں گا۔"

پھر اُس نے پوری داستان دہرادی۔ کنول ہنستی رہی۔

"میں کوئی مدد نہیں کرسکتی۔" آخر کو اُس نے کہا۔

"مجھے جانتی ہو۔ میں کون ہوں۔" حمید بھنویں تان کر بولا۔

"ہاں.... ہاں.... ایک ایسا آدمی جو تین پیگ وہسکی میں اُلو ہو جاتا ہے۔"

"خیر.... دیکھا جائے گا۔" حمید اٹھتا ہوا بولا۔ پھر اُس نے بے ہوش شلی کو اٹھا کوشش کی۔

"ٹھہرو.... یہ ایسے نہیں جاسکتی۔ میں فریدی صاحب کو فون کرتی ہوں۔"

"مار ڈالوں گا۔" حمید دانت پیس کر بولا۔ کنول نے ایک کھنکتا ہوا سا قہقہہ لگایا۔

"میں تمہیں اُلو سمجھتی ہوں۔" کنول بولی۔ "آخر کرنا کیا چاہتے ہو خواہ مخواہ ایک کیس بگاڑ کر رکھ دیا۔ اگر فریدی صاحب اسے اس مکان سے برآمد کرتے تو کئی اور گرفتاریاں بھی عمل میں آسکتی تھیں۔"

"میں فریدی صاحب کو تنگ کر ڈالوں گا۔" حمید نے کہا اور اپنے ہونٹ بھینچ لئے۔

شلی میں ہوش کے آثار پائے جانے لگے تھے۔ اُس کی پلکیں کپکپا رہی تھیں۔ نچلے ہونٹ میں خفیف سی جنبش تھی۔

"سنو....!" حمید نے سرگوشی کی۔ "یہ ہوش میں آرہی ہے۔ تم یہیں بیٹھو میں کمرے میں جارہا ہوں۔"

"کیوں؟"

"میں چھپ کر رد عمل کا مشاہدہ کروں گا۔ تم بالکل خاموش رہنا.... اس کی کسی بات کا جواب نہ دینا۔ سمجھیں۔"

ایک پاگل ایک لاش

فریدی اور رمیش، ڈاکٹر جیر اللہ کی خواب گاہ میں بیٹھے رہے۔ تھوڑی دیر بعد وہ آدمی واپس آگیا۔

"چلئے.... ڈاکٹر صاحب یاد فرمار ہے ہیں۔ وہ بے چارے اٹھ بھی نہیں سکتے۔ اس وقت بھی ایک سو تین بخار ہے۔"

فریدی اور رمیش اُس کے ساتھ ایک چھوٹے سے کمرے میں آئے۔ یہ کسی کی خواب گاہ تھی۔ سامنے ایک پلنگ تھا جس پر ایک آدمی سر سے پیر تک چادر تانے پڑا تھا۔ اُن کی آہٹ پر اُس نے منہ کھول دیا۔ وہ اُسے کوئی غیر ملکی سمجھے ہوئے تھے لیکن اگر اُس کا نام جیر اللہ تھا تو وہ ایک دیسی عیسائی سے زیادہ کچھ نہیں ہو سکتا تھا۔ چہرہ پلپلا، رنگت گندمی، شیو بڑھا ہوا جس میں زیادہ تر سفید ہی

بال تھے۔ آنکھوں سے نقاہت ظاہر ہو رہی تھی۔

"مجھے حیرت ہے جناب۔" وہ دبی دبی سی آواز میں بولا۔ "میں سالہا سال سے باعزت گذار رہا ہوں اور پھر مجھے حیرت ہے کہ آپ ایک ہسپتال کی تلاشی لینے آئے ہیں۔"

"ہسپتال....؟" فریدی نے دہرایا۔

"جی ہاں! میں پندرہ سال سے یہاں پریکٹس کر رہا ہوں۔ لوگ مجھے ذہنی امراض کا اسپیشلسٹ سمجھتے ہیں۔ دو تین کمرے میں نے ایسے مریضوں کے لئے مخصوص کر رکھے ہیں جو باقاعدہ یہاں قیام کر کے اپنا علاج کرا سکیں۔"

"لیکن آپ نے یہاں کوئی ایسا بورڈ نہیں لگایا ہے؟" فریدی نے کہا۔

"ضرورت نہیں سمجھی۔ پریکٹس شہر میں کرتا ہوں۔ بورڈ اس لئے نہیں لگایا کہ ہر کس و نا یہاں قیام کر بھی نہیں سکتا۔ کیونکہ میرا طریقہ علاج بہت مہنگا پڑتا ہے۔ صرف ایک مخ طبقہ ہی اتنے مصارف برداشت کر سکتا ہے۔"

"آج کل آپ کے یہاں کتنے مریض ہیں؟"

"صرف ایک.... ایک عورت جس پر ہسٹریا کے دورے پڑتے ہیں۔"

فریدی چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر اُس نے شلی اور کلاوتی کی تصاویر جیب سے نکالیں۔

"ان میں سے کوئی؟" اُس نے تصویریں اُن کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"اس دوران میں ان میں سے تو کوئی آپ کی مریضہ نہیں رہی؟"

تصویروں پر نظر پڑتے ہی ڈاکٹر چونک پڑا۔ اور اب وہ اٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔ پھر اُس نے تنگ سے فریدی کی طرف دیکھا جو اُسے بغور دیکھ رہا تھا۔

"جی ہاں.... یہی تو ہے.... اس پر ہسٹریا کے دورے پڑتے ہیں۔" اُس نے شلی کی کی طرف دیکھ کر کہا۔

"یہ یہاں کب سے ہے؟"

"تقریباً ایک ہفتہ سے۔"

"کس نے داخل کرایا تھا....؟" فریدی نے پوچھا۔

"اُس کے شوہر نے.... وہ بھی اُسی کے ساتھ مقیم ہے۔"

"یہیں....؟"

"جی ہاں....!" ڈاکٹر نے کہا۔ پھر اُس آدمی کی طرف دیکھ کر بولا جو فریدی کو یہاں تک لایا تھا۔ "غالباً وہ دونوں سو رہے ہوں گے۔"

"پتہ نہیں.... ویسے میں نے آٹھ ہی بجے اُس کمرے کی روشنی گل کرا دی تھی۔" اُس نے جواب دیا۔

"مجھے اُس کمرے تک لے چلئے۔" فریدی اٹھتا ہوا بولا۔

"آخر بات کیا ہے؟" ڈاکٹر نے پریشان لہجے میں پوچھا۔

"پولیس کو اُس عورت کی ضرورت ہے۔" فریدی نے آہستہ سے کہا۔

"جاؤ.... کمرہ دکھا دو....!" ڈاکٹر نے اُس آدمی سے کہا۔

وہ تینوں راہداری سے گذر کر ایک کمرے کے قریب پہنچے جس کا دروازہ بند تھا اور کھڑکیوں میں روشنی نہیں تھی۔

"ساگر صاحب۔" ہمراہی نے دروازے پر دستک دی۔

متواتر کئی بار دستک دینے کے باوجود بھی اندر سے کوئی آواز نہ آئی۔ فریدی آگے بڑھا اُس نے ہینڈل گھما کر دروازے کو دھکا دیا۔ شاید وہ اندر سے بند نہیں تھا۔ کمرے میں تاریکی تھی۔

"ساگر صاحب۔" ہمراہی نے پھر آواز دی۔ مگر جواب ندارد۔ فریدی نے ٹارچ روشن کی۔

کمرہ خالی تھا۔ دو پلنگ تھے جن پر بستر لگے ہوئے تھے۔ ایک بستر شکن آلود تھا لیکن دوسرے پر شاید کوئی بیٹھا بھی نہیں تھا۔

ہمراہی حیرت سے کبھی فریدی کی طرف دیکھتا تھا اور کبھی بستروں کی طرف۔

"آپ کو یقین ہے کہ وہ اس کمرے میں تھے؟" فریدی نے پوچھا۔

"جی ہاں جناب! میں نے خود ہی انہیں بجلی بجھا دینے کی تاکید کی تھی۔"

"کیا وہ اُس وقت مکان کے کسی دوسرے حصے میں بھی ہو سکتے ہیں؟"

"کیا بتاؤں!" وہ پریشان لہجے میں بولا۔ "ہم تو یہی توقع رکھتے ہیں کہ مریض اپنے ہی کمروں میں ہوں گے۔"

"میں.... پورا مکان دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"آیئے.... عجیب بات ہے.... حیرت انگیز۔" ہمراہی مضطربانہ انداز میں بڑبڑا رہا تھا
پوری عمارت پر سناٹا طاری تھا۔ ہمراہی جدھر سے گذرتا بجلی کا بلب روشن کر دیتا۔
ایک گوشہ دیکھتے پھر رہے تھے۔ مکان کے آخری سرے پر پہنچ کر ہمراہی کے منہ سے ایک
سی آواز نکلی۔

"یہ دروازہ....!" وہ ایک کھلے ہوئے دروازے کی طرف اشارہ کر کے بولا۔ "شاید
طرف سے نکل گئے۔"

فریدی نے باہر نظر دوڑائی۔ اندھیرے میں گھنی جھاڑیوں کے سلسلے کے علاوہ اور کچھ
نہیں آرہا تھا۔ پھر وہ کافی دیر تک اُن جھاڑیوں میں جھک مارتے رہے لیکن کچھ بھی ہاتھ نہ آیا۔

البتہ یہ بات فریدی کی سمجھ میں نہیں آرہی تھی کہ اگر وہ ایک ہی آدمی تھا تو اُس نے
وقت دو کام کیسے کیے۔ ظاہر ہے کہ نام کی تختی ہٹا کر "خالی ہے" کا بورڈ لگانے اور پھر انہیں
بدلنے میں کچھ نہ کچھ وقت ضرور صرف ہوا ہوگا۔ کیا مجرم پہلے ہی سے اُنکی آمد سے باخبر ہو گیا تھا

ڈاکٹر کے کمرے میں واپس آکر فریدی کچھ اور معلومات بہم پہنچانے کی کوشش کرنے
ڈاکٹر نے اُسے بتایا کہ مریضہ کے شوہر نے کہا تھا کہ وہ اُس کی شہرت سن کر سعید آباد سے
آیا تھا۔ پھر فریدی نے اُس آدمی کا حلیہ پوچھا۔ ڈاکٹر کے بیان کرنے پر وہ اس کے علاوہ اور
اندازہ نہ لگا سکا کہ شلی کو طوائفانہ زندگی سے نکال کر یہاں اس ہسپتال تک لانے والا ایک ہی
تھا۔ اُن طوائفوں نے بھی یہی حلیہ بتایا تھا۔

واپسی پر فریدی رمیش سے کہہ رہا تھا۔ "تمہارے اس طرح گرنے سے سارا کھیل بگڑ گیا۔"

کچھ دور چلنے کے بعد وہ کیڈی تک پہنچ گئے۔

فریدی کا موڈ بہت زیادہ خراب ہو گیا۔ اور رمیش دل ہی دل میں شرمندہ تھا۔ سوچ رہا تھا
پہلی بار آگے بڑھنے کا موقع ملا تھا وہ اس طرح برباد ہو گیا۔ اُسے خود بھی احساس تھا کہ اگر وہ
ہوتا تو مجرم کسی طرح بھی فرار نہیں ہو سکتے تھے۔ لیکن پھر وہ تختیاں کیسے بدلی گئیں۔
صورت میں تو یہی کہا جا سکتا ہے کہ مجرم پہلے ہی سے ہوشیار تھے اور انہوں نے ہمارا وقت
کرنے کے لئے تختیاں بدلیں۔ پھر اسی دوران میں نکل گئے۔

"آج کل آپ حمید صاحب سے کیوں ناراض ہیں۔" رمیش نے دفعتاً پوچھا۔

"اوں.... کچھ نہیں کوئی خاص بات نہیں۔ وہ آرام کرنا چاہتا ہے۔" فریدی نے کہا اور پھر
خاموش ہو گیا۔

"میں کیا بتاؤں.... مجھے شرمندگی ہے۔ میری وجہ سے۔"

"اوہ.... کوئی بات نہیں.... اتفاق ہی تو ہے۔" فریدی بڑبڑایا۔ "مگر وہ تختیوں والا معاملہ
کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ آخر مجرموں کو ہمارے پروگرام کا علم کیونکر ہوا۔"

"تو کیا یہ ڈاکٹر مشتبہ نہیں ہے؟" رمیش نے پوچھا۔

"نہیں میرا خیال ہے کہ وہ کچھ نہیں جانتا۔ اگر وہ اس سازش میں شریک ہوتا تو ہرگز اس کا
اعتراف نہ کرتا۔ کیونکہ مجرم تو نکل ہی چکے تھے۔"

تھوڑی دیر خاموشی رہی پھر رمیش بولا۔

"آخر کلاوتی کہاں گئی۔ شلی کا پتہ تو لگ ہی گیا۔"

"ضروری نہیں کہ کلاوتی کا تعلق اسی کیس سے ہو۔" فریدی نے کہا۔

"فلمی دنیا میں اس اغواء سے خاصا ہنگامہ برپا ہو گیا ہے۔ ڈائریکٹر رمیش کی موت سے لوگوں
نے اتنا اثر نہیں لیا جتنا کہ اس اغواء سے۔"

فریدی نے کوئی جواب نہ دیا۔ الجھن کے آثار اُس کے چہرے سے مترشح تھے۔

"کیوں نہ ہم اس وقت درجن کو بھی چیک کر لیں۔" اُس نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ "اُس کے
حرکات وسکنات مشتبہ ضرور ہیں لیکن ابھی تک اُس کے خلاف کوئی واضح ثبوت نہیں مل سکا۔"

"خطرناک آدمی ہے....!" رمیش بولا۔

فریدی نے کار گھمائی۔

درجن ایک پرانی وضع کی عمارت میں رہتا تھا۔ عمارت کافی بڑی تھی اور اُس میں دو منزلیں
تھیں۔ نچلی منزل میں تین حصے تھے جن میں کرایہ دار رہتے تھے اور اوپری منزل پر درجن کا قبضہ تھا۔

نیچے ایک چوکیدار بیٹھا اونگھ رہا تھا۔ اُن دونوں کی قدموں کی آہٹ پر چونک پڑا۔

"درجن صاحب ہیں؟" فریدی نے پوچھا۔

چوکیدار اوپر کی طرف دیکھنے لگا۔ پھر بولا۔ "کھڑکیوں میں روشنی تو ہے۔ ضرور ہوں گے۔"

"کیا ابھی یہاں کوئی آیا تھا....؟"

"پتہ نہیں صاحب درجنوں آیا جایا کرتے ہیں۔" چوکیدار جھنجھلا کر بولا۔

وہ کچھ چڑچڑے مزاج کا معلوم ہوتا تھا۔ فریدی نے ایک ہی نظر میں تاڑ لیا کہ وہ افیونی ہے۔

"اُف فوہ! بڑے میاں! تم ناراض ہو گئے۔" فریدی اُس کا شانہ تھپ تھپا کر بولا۔ "کیا بیگم سے ملاقات نہیں ہوئی؟"

"اپنا کام کیجئے۔" بوڑھے نے جھلا کر کہا اور جیب میں ہاتھ ڈال کر بیڑی اور دیا سلائی ٹٹولنے لگا۔

فریدی نے پرس نکال کر پانچ کا ایک نوٹ کھینچا۔ بوڑھا حیرت سے اُس کی طرف دیکھنے لگا۔

"جاؤ.... ابھی ٹھیکے کی دکان کھلی ہو گی۔" فریدی نے اُس کی طرف نوٹ بڑھاتے ہوئے کہا۔ "اپنے لئے افیون اور میرے لئے چرس لیتے آنا۔"

"چرس....!" وہ فریدی کو نیچے سے اوپر تک گھورتا ہوا بولا۔ "آپ چرس پیتے ہیں؟"

"ہاں ابھی حال ہی میں شروع کی ہے۔ اوپر بیٹھ کر پیوں گا۔" فریدی اپنی بائیں آنکھ دبا کر مسکراتا ہوا بولا۔ "اور وہ لونڈیا ہے یا چلی گئی؟"

"درجن بابو کی بہن....؟" بوڑھے نے پوچھا۔

"ہاں! کیوں بڑے میاں۔ زوردار ہے کہ نہیں۔"

"پتہ نہیں صاحب۔" بوڑھا اُس کے ہاتھ سے نوٹ لے کر بولا۔ "کتنی پڑیاں لاؤں؟"

"چار.... تو وہ ہے یا چلی گئی؟"

"پتہ نہیں۔ میں نے دیکھا بھی نہیں۔ سنا تھا کہ وہ بیمار تھی اور بے ہوشی کی حالت میں یہاں لائی گئی تھی۔"

"کب کی بات ہے؟"

"شاید منگل کی رات کو۔"

"ہوں....!" فریدی نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔ "نو بجے کے بعد سے اب تک یہاں کوئی آیا تھا؟"

"نہیں صاحب۔" وہ جلدی سے بولا۔ "کہیں دکان بند نہ ہو جائے۔ کوئی نہیں آیا۔ درجن بابو بھی آج شام سے نیچے نہیں اترے۔"

"ہاں اچھا.... جاؤ جاؤ۔"

بوڑھا تقریباً دوڑتا ہوا احاطے سے نکل گیا۔

"رمیش....!" فریدی بولا۔ "تم یہیں چوکیدار کی پلنگ پر لیٹ جاؤ۔ میں اوپر جاتا ہوں۔ ٹھیکے کی دکان یہاں سے دور ہے کچھ دیر لگے گی۔"

پھر فریدی دبے پاؤں زینے طے کرتا ہوا اوپر جا رہا تھا۔ دروازہ اندر سے بند تھا اور اندر تاریکی تھی۔ شاید اُس دروازے کے بعد کوئی راہداری تھی۔ فریدی کو اس بات کا یقین تو ہو ہی گیا تھا کہ یہاں کوئی عورت بھی ہے۔ ورنہ اُس سے پہلے کی تفتیش کا ماحصل تو یہی تھا کہ درجن وہاں تنہا رہتا ہے مگر اب اُس کی ایک بیمار بہن بھی پیدا ہو گئی تھی۔ منگل کی رات.... اُسی رات کلاوتی کا بھی اغواء ہوا تھا اور اُسی رات سرجنٹ حمید نے درجن کے ایک ساتھی کا سر بھی پھاڑا تھا۔ جو غالباً پلاش ہوٹل میں درجن کے اغواء والی کامیابی کی خبر ہی دینے آیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد فریدی نیچے اتر آیا۔ بوڑھا چوکیدار ابھی تک واپس نہیں آیا تھا اور اُس کی پلنگ پر لیٹا ہوا رمیش سیاہ لباس میں اندھیرے ہی کا ایک جزو معلوم ہو رہا تھا۔

"اوپر....!" فریدی اوپری منزل کی کھڑکیوں کی طرف دیکھتا ہوا آہستہ سے بولا۔ "روشنی تو ہے لیکن زندگی کے آثار نہیں۔ میرا تو خیال ہے کہ کوئی ہے ہی نہیں۔ ویسے دروازہ اندر سے بند ہے۔"

"پھر....؟" رمیش اٹھتا ہوا بولا۔

"تم یہیں رہو۔ بوڑھا اگر آجائے تو اُسے باتوں میں لگائے رکھنا۔ میں دوسری طرف سے دیکھتا ہوں۔"

رمیش چپ چاپ لیٹ گیا اور فریدی چکر کاٹ کر عمارت کی پشت پر پہنچا۔ دوسری طرف سے اوپری منزل پر پہنچنا آسان تو تھا مگر ساتھ ہی خطرناک بھی تھا۔ کیونکہ یہ عمارت ایک گنجان آباد حصے میں تھی۔ اگر وہ پائپ کے سہارے اوپر چڑھنے کی کوشش کرتا تو آس پاس کے لوگوں کی نظریں پڑ سکتی تھیں۔ لیکن چند ہی لمحوں کی چھان بین کی بناء پر یہ مشکل بھی آسان ہو گئی۔

دوسرے لمحے میں وہ ایک ایسے پائپ کے سہارے اوپر چڑھ رہا تھا جو ایک ٹوٹی ہوئی دیوار کی اوٹ میں تھا اور اوپر سے اُسے نیم کی گھنی شاخوں نے چھپا لیا تھا۔ اوپر پہنچ کر البتہ اُسے پھر تھوڑی سی دشواری پیش آئی۔ ایک کھڑکی کھلی ہوئی ضرور تھی لیکن پائپ سے کافی فاصلے پر تھی۔ اُس تک

پہنچنا بظاہر آسان تو تھا لیکن خطرے سے خالی نہیں۔ کارنس پر پیر رکھنے کے بعد صرف تھوڑی پھرتی اُسے کھڑکی تک پہنچا سکتی تھی۔ لیکن عمارت بہت پرانی تھی اور اس میں لکھوری اینٹیں گئی تھیں جنہیں شورا چاٹنے لگا تھا۔ ہو سکتا تھا کہ فریدی کارنس سمیت ہی نیچے آپڑتا۔ شاخیں بھی دور تھیں۔ فریدی کی جھنجھلاہٹ عود کر آئی۔ وہ جھنجھلاہٹ جو اُسے خطرناک خطرناک کام کر ڈالنے پر مجبور کر دیتی تھی۔

اُس نے کارنس پر داہنا پیر رکھ کر جست لگائی۔ کھڑکی کی چوکھٹ پر اُس کے ہاتھ پڑے لیکن ساتھ ہی آنکھوں کے سامنے تارے بھی ناچ گئے۔ کارنس کی اینٹیں اکھڑ کر بھرا بھرا کر نیچے چلی گئیں اور وہ ایک جھٹکے کے ساتھ چوکھٹ میں جھول گیا۔ حاضر دماغی اور قوت ارادی تھی جس نے سہارا دیا ورنہ اُس کا جسم ہڈیوں اور لوتھڑوں کا ڈھیر نظر آتا۔ چوکھٹ پر زور دے کر وہ اچھلا اور پھر وہ دوسری طرف تھا۔ تاریکی اور تعفن اُس کی منتظر تھی۔ سیلن کی بساند اور ابابیلوں کے بیٹ کی بدبو سے اُس کا دم گھٹنے لگا۔

چاروں طرف سناٹا تھا۔ مکان کے عقبی حصے میں تاریکی تھی۔ لیکن اگلے کمروں میں روشنی نظر آرہی تھی۔ فریدی اندھیرے میں سمٹا سمٹا آگے بڑھ رہا تھا۔ کمروں کے قریب پہنچ کر گیا۔ دو تین منٹ گذر گئے لیکن کہیں کوئی ہلکی سی بھی آواز نہ آئی۔ بس ایک کلاک کسی کمرے میں "ٹک ٹک" کیے جا رہا تھا۔

فریدی نے ایک کمرے میں جھانک کر دیکھا۔ روشنی ضرور تھی لیکن کمرہ خالی تھا۔ وہ آگے بڑھا۔ برابر کے دوسرے کمرے کی بھی کھڑکی کھلی ہوئی تھی۔ لیکن اُس کھڑکی سے جھانکتے ہی اس کے منہ سے عجیب سی آواز آواز نکلی اور وہ بے دھڑک کمرے میں گھستا چلا گیا۔

سامنے درجن کی لاش لٹک رہی تھی اور رسی کا دوسرا سرا چھت کی ایک شہتیر کے گرد لپٹا تھا۔ خودکشی کے سارے آثار موجود تھے۔

فریدی اس لاش کو عجیب نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اُس کی آنکھیں اُس پر جم سی گئی تھیں اس کا پورا جسم بے حس و حرکت تھا۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہو رہا تھا جیسے اُس کمرے میں دو لاشیں ہوں۔ ایک وہ جو رسی میں جھول رہی تھی اور دوسری وہ جو زمین پر کھڑی تھی۔

دفعتاً کسی منڈیر پر دو بلیاں رونے لگیں اور فریدی چونک کر اس طرح چاروں طرف دیکھنے لگا جیسے نیند سے چونکا ہو۔

وہ آہستہ آہستہ لاش کی طرف بڑھا۔ چند لمحے نیچے سے اوپر تک اُسے دیکھتا رہا پھر اُس کی جیب کی طرف ہاتھ بڑھایا جس میں ایک تہہ کیا ہوا کاغذ دکھائی دے رہا تھا۔

اُس نے بڑے پرسکون انداز میں کاغذ نکال لیا۔ اُس پر سرخ روشنائی سے کچھ تحریر تھا۔

پھر وہ شاید ایک ہی منٹ بعد دیوانہ وار ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں دوڑتا پھر رہا تھا۔

ایک کمرے کے دروازے میں اُس نے تالا پڑا دیکھا۔ تالے سے کنجی بھی لٹک رہی تھی۔

اور پھر جب دروازہ کھلا تو ایک نئی مصیبت.... کمرے کا بلب روشن تھا اور کلاوتی کمرے کے وسط میں مادر زاد برہنہ کھڑی فریدی کو گھور رہی تھی۔ نہ وہ ذرہ برابر جھجکی اور نہ اُس کے چہرے پر کسی قسم کے تغیر کے آثار پیدا ہوئے۔

دفعتاً اُس کے منہ سے ایک باریک مگر تیز آواز نکلی۔ ایسا معلوم ہوا جیسے کسی ریلوے انجن نے سیٹی دی ہو.... پھر وہ فریدی پر ٹوٹ پڑی۔ اس سے پہلے کہ وہ سنبھلتا کلاوتی کے نوکیلے ناخن اُس کے چہرے کے گوشت میں پیوست ہو گئے۔

اُس نے اُسے دھکا دیا اور وہ فرش پر گر پڑی۔ لیکن پھر اٹھی۔ اس بار فریدی نے اُس کے دونوں ہاتھ پکڑ لئے اور اُسے دوبارہ دھکا دے کر بجلی کی سی تیزی کے ساتھ کمرے سے نکلا اور دروازہ بند کر لیا۔ اندر کلاوتی ریلوے کے انجن کی طرح سیٹیاں بجاتی اور "چھک چھک" کرتی رہی۔

فریدی چپ چاپ کھڑا رہا۔ انتہائی سردی کے باوجود بھی اُس کا چہرہ پسینے سے تر ہو گیا تھا۔ تھوڑی دیر کے لئے اُس کا ذہن برف کی سل کے مانند ہو گیا۔

"ٹو.... او.... او....!" کلاوتی اندر چیخ رہی تھی۔ "چھک.... چھک.... چھک.... ہری جھنڈی.... لال جھنڈی.... ہری جھنڈی.... لال جھنڈی۔"

فریدی تیزی سے زینوں کی طرف جھپٹا اور دروازہ کھول کر نیچے اُتر آیا۔ یہاں بوڑھا چوکیدار افیون کی پینک میں رمیش کو داستان امیر حمزہ سنا رہا تھا۔

"وہاں توں.... جناب.... صاحب قراں کو فوج ظفر موج نے لقاں حرام زادیں کیں۔ لشکر پر چھاپاں ماراں.... بختیار رک دونوں ہاتھوں سے چوں ٹرپیٹ رہاں تھاں۔"

"رمیش....!" فریدی نے اُسے جھنجھوڑا۔ "کوتوالی فون کرو یہاں ایک لاش ہے۔"

"جی کیا....؟" رمیش چونک کر کھڑا ہو گیا۔

"جلدی کرو۔ سول ہسپتال یہاں سے نزدیک ہے۔ فون کر دو۔"

"آنپ کیس چرس....!" بوڑھے نے منہ اوپر اٹھا کر کہا۔

فریدی اُس کی طرف متوجہ ہوئے بغیر پھر اوپر چڑھ گیا۔

موت کی سی خاموشی.... کلاوتی بھی چپ ہو گئی تھی۔

معصوم شکاری

شلی ہوش میں آ گئی تھی لیکن پلکیں جھکائے بغیر چھت کی طرف دیکھے جا رہی تھی۔ دوسرے کمرے میں تھا اور کنول ایک آرام کرسی پر نیم دراز توجہ اور دلچسپی سے شلی کو دیکھ رہی تھی۔ شلی کی پلکیں پھر جھپکنے لگیں۔ ایک پل کے لئے اُس نے آنکھیں بند کر لیں۔ پھر ا... ہاتھوں سے ملنے لگی۔ چند لمحوں بعد وہ تحیر آمیز نظروں سے چاروں طرف دیکھ رہی تھی۔ کنول پر نظر پڑتے ہی بے ساختہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔

"ساگر صاحب کہاں ہیں؟" اُس نے کنول سے پوچھا۔

"ساگر صاحب! اوہ وہ ابھی آ جائیں گے!" کنول پر خلوص انداز میں مسکرائی۔

"تم کون ہو؟"

"ایک دوست....!"

"ساگر صاحب تمہارے کون ہیں؟"

"وہ.... اوہ.... وہ میرے بھائی ہیں۔"

شلی تھوڑی دیر تک سر تھامے اور آنکھیں بند کئے بیٹھی رہی پھر آہستہ سے بڑبڑائی۔

"میں پاگل ہو جاؤں گی۔"

کنول اُس کے قریب آ کر بیٹھ گئی۔

"کیوں؟ کیا بات ہے؟" وہ اُس کی ٹھوڑی پکڑ کر اُس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی بولی۔

"ساگر صاحب نے میرا گلا کیوں گھونٹا تھا۔ اب تو مجھے خوف معلوم ہوتا ہے۔ آخر یہ سب

ہو رہا ہے؟"

"اچھا.... تو وہ عورت تمہیں ہو۔" یک بیک کنول کی بھنویں تن گئیں۔ "تم میرے بھائی کو برباد کر رہی ہو۔"

"میں؟" شلی نے حیرت سے کہا۔ "نہیں.... نہیں.... وہ بہت اچھے آدمی ہیں۔ میرا اُن کا کوئی برا رشتہ نہیں۔ وہ میری مدد کرنا چاہتے تھے۔"

"اور تم انہیں اپنا سگا بھائی سمجھتی ہو؟" کنول کے لہجے میں تلخی تھی۔

"نہیں میں یہ بھی نہیں کہتی۔ کیا یہ ضروری ہے کہ کسی ایسے آدمی کو جس سے کوئی تعلق نہ ہو بھائی ہی سمجھا جائے۔"

"پھر وہ کیوں تمہارے لئے دھکے کھاتے پھر رہے ہیں؟" کنول بولی۔

"بہن ناراض نہ ہو۔ میں بہت بدنصیب عورت ہوں۔"

"ہر آوارہ عورت پکڑ لئے جانے کے بعد یہی کہتی ہے۔"

"تو تم مجھے جانتی ہو۔" شلی نے کہا۔

"اچھی طرح! اور یہ بھی جانتی ہوں کہ تمہارے ہاتھ خون سے رنگے ہوئے ہیں۔"

"نہیں.... نہیں.... یہ جھوٹ ہے.... غلط ہے.... میں کچھ نہیں جانتی۔"

"اور تمہاری بدولت....!" کنول کچھ کہتے کہتے رک گئی۔ وہ غور سے شلی کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔

"میں نے ساگر صاحب کو بہت دفعہ سمجھایا ہے۔" شلی نے جلدی سے کہا۔ "کہ وہ کیوں میری بدولت تکلیفیں اٹھا رہے ہیں۔ میں نے کوئی جرم نہیں کیا کہ پولیس سے چھپتی پھروں۔ میں اپنی بے گناہی ثابت کر دوں گی.... اور پھر یہ کوئی جرم تو تھا نہیں کہ میں رمیش کے ساتھ رہتی تھی۔ کیا یہ ضروری ہے کہ میں اس کی موت کی ذمہ دار قرار پاؤں۔"

"تو وہ تمہیں پولیس سے چھپا رہے ہیں....؟"

"ہاں.... اور میں اب اس زندگی سے تنگ آ گئی ہوں۔ مجھے بتاؤ کہ میں کیا کروں۔"

"مجھے تم سے کوئی ہمدردی نہیں۔" کنول ہونٹ سکوڑ کر بولی۔ "تم نے میرے بھائی کو تباہ کر دیا۔"

دفعتاً شلی اُسے تیز نظروں سے گھورنے لگی۔ اُس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا اور سانس پھول رہی تھی۔

"میں نے نہیں۔ انہوں نے مجھے تباہ کیا ہے۔" وہ چیخ پڑی۔ اس کے آگے بھی اُس نے کہنا چاہا لیکن شاید الفاظ نہیں ملے۔ البتہ وہ بھوکی شیرنی کی طرح کنول کو گھور رہی تھی۔

"مجھے معاف کرنا۔" اچانک وہ خود کو سنبھال کر دھیمے لہجے میں بولی۔ "وہ میرے لئے اب تکلیف اٹھا رہے ہیں۔ لیکن مجھے سمجھاتے کیوں نہیں کہ اس سے کیا فائدہ ہوگا۔ اس طرح وہ خود کو بھی خطرے میں ڈال رہے ہیں۔ میرے اُس طرح غائب ہو جانے پر پولیس کا شبہہ یقین میں تبدیل ہو گیا ہوگا۔ کیا اس طرح انہوں نے اپنی بھی پوزیشن خطرے میں نہیں ڈالی؟"

"ہوں....!" کنول کی ہنسی زہریلی تھی۔ "میں بھی عورت ہوں۔ عورتوں کو خوب سمجھتی ہوں اور پھر طوائف۔"

"خاموش رہو۔" شلی اتنے زور سے چیخی کہ اُس کی آواز پھنس گئی اور پھر وہ تیزی سے اٹھی۔ دروازے کی طرف بڑھنا ہی چاہتی تھی کہ کنول نے اُس کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ لیا۔

"تم اسطرح نہیں جاسکتیں۔" اُس نے کہا۔ "کیا سچ مچ میرے بھائی کو پھنسانے کا ارادہ ہے؟"

شلی رک گئی اور وہ اس طرح کنول کو دیکھ رہی تھی جیسے ابھی ابھی ہوش میں آئی ہو۔

"بیٹھ جاؤ۔" کنول نے اُس کا گال تھپکتے ہوئے نرم لہجے میں کہا۔

شلی بے جان سی ہو کر آرام کرسی میں گر گئی۔

"مجھے پانی دو....!" اُس نے تھوڑی دیر بعد مردہ آواز میں کہا۔ کنول اٹھ کر پانی لائی.... اُسے بغور دیکھتی رہی۔ شلی کے چہرے سے تھکن کے آثار ظاہر ہو رہے تھے۔ انداز سے معلوم ہو رہا تھا جیسے اب وہ کچھ نہیں کہے گی اور اب اُس نے خود کو حالات کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا ہے۔

کنول اُس کے قریب کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی اور آہستہ آہستہ اُس کا شانہ تھپکنے لگی۔

"سنو! شلی....!" وہ اپنی آواز میں نرمی پیدا کر کے بولی۔ "ساگر بے وقوف ہے۔ اُس نے بہت بڑی حماقت کی۔ تمہیں اس طرح نہ چھپانا چاہئے تھا۔ کیا تم جانتی ہو کہ رمیش کا اسسٹنٹ اُسی کا شکار ہو گیا۔"

"میں نہیں سمجھی۔" شلی اُسے حیرت سے دیکھنے لگی۔

"وہ رمیش کی ترتیب دی ہوئی دھنوں کی مشق کر رہا تھا کہ اچانک پیانو ایک دھماکے

ساتھ پھٹ گیا۔"

"اوہ....!" شلی کی آنکھیں پھیل گئیں۔

"اور اب اسی لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ معاملات کو زیادہ نہ الجھایا جائے۔ ورنہ ساگر اپنے ساتھ پورے خاندان پر تباہی لائے گا۔ تم خود سوچو.... میں نے اتنی سی دیر میں اندازہ لگا لیا ہے کہ تم بہت سمجھ دار اور حساس ہو۔"

"تو بتاؤ میں کیا کروں؟" شلی سسکی لے کر بولی اور اُس کے طفلانہ خدوخال کی معصومیت کچھ اور بھی بڑھ گئی۔

"سب کچھ مجھے بتا دو۔ ساگر بے عقل ہے۔ شروع ہی سے ٹیڑھے ترچھے راستے اختیار کرنے کا عادی رہا ہے۔ سیدھی سادی باتوں کو الجھائے بغیر اُسے چین ہی نہیں آتا.... اور پھر وہ ایسی ایسی حماقتیں کرتا ہے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے۔"

"تم میرے متعلق کیا جانتی ہو؟" شلی نے تھوڑی دیر خاموش رہ کر سوال کیا۔

"اتنا ہی جتنا اخبارات میں شائع ہوا ہے۔ اور اس وقت ساگر تمہیں یہاں چھوڑ گیا ہے۔ تمہارا نام بتا کر کہہ گیا ہے کہ تمہیں چھپایا جائے۔"

"اخبارات میں میرے متعلق کیا شائع ہوا ہے؟" شلی نے پوچھا۔

"یہی کہ تم نے لوگوں کو اپنے متعلق دھوکے میں رکھا تھا۔ تم اپنے متعلق پروپیگنڈہ کرتی رہی تھیں کہ تم کسی اعلیٰ خاندان کی فرد ہو۔ لیکن محکمہ سراغرسانی کی اطلاعات کے مطابق حقیقتاً ایک پیشہ ور طوائف تھیں۔"

"ٹھیک ہے۔" شلی نے کہا۔ "یہ سب کچھ ساگر صاحب کی ایماء پر ہوا تھا۔"

"میں یہی پوچھنا چاہتی ہوں کہ یہ سب کیوں اور کس طرح ہوا؟"

"میں سچ مچ ایک پیشہ ور طوائف تھی۔ میری ایک بہن بھی ہے جو اب بھی پیشہ کرتی ہے۔ ہمارے ساتھ کئی اور بھی تھیں۔ اتفاقاً ساگر صاحب ہمارے یہاں آنے لگے لیکن وہ کبھی اس طرح نہ آئے جیسے دوسرے لوگ آتے تھے۔ آتے اور خاموش بیٹھے رہتے اور پھر جاتے وقت پرس میں جو کچھ بھی ہوتا وہیں نکال کر ڈال جایا کرتے تھے۔"

شلی نے خاموش ہو کر گلاس سے دو تین گھونٹ لئے چند لمحے میز پر رکھے ہوئے گلدان پر

نظریں جمائے رہی پھر آہستہ سے بولی۔
"میں اُن کی طرف کھنچنے لگی۔ میں اپنے پیشے سے بیزار تھی اور یہ خواہش تو بچپن ہی سے رکھتی تھی کہ دنیا کے سامنے ایک فنکار کی حیثیت سے آؤں۔ میرے ساتھ کی دوسری لڑکیاں ساگر صاحب کو احمق سمجھتی تھیں۔ لیکن میں اُن کی بڑی عزت کرتی تھی۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا کہ ساگر صاحب دوسری لڑکیوں کی عدم موجودگی میں آئے اور ہم گھنٹوں اِدھر اُدھر کی باتیں کرتے رہتے۔ ساگر صاحب کو میں نے اپنے شوق کے متعلق بتایا۔ انہوں نے فلمی زندگی شروع کرنے کی رائے دی لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ بھی بتایا کہ مجھے اپنی اصلیت چھپانی پڑے گی۔ کیونکہ آج کل پیشہ ور طوائفوں کی فلمی دنیا میں دال نہیں گلتی۔ انہوں نے کہا.... کہ فی الحال اس پیشے کو ترک کر کے فلمی سوسائٹی میں گھسنے کی کوشش کرو۔ لوگوں سے یہ بتاؤ کہ تم ایک اچھے خاندان کی لڑکی ہو۔ فلم کے شوق میں چند بُرے آدمیوں کے ہاتھ لگ گئیں اور انہوں نے تم سے کچھ دن پیشہ بھی کرایا۔ اس طرح تم کسی نہ کسی اچھے آدمی کی ہمدردیاں حاصل کر لو گی۔ اندازِ گفتگو کے معاملے میں ذرا رومانی بنتی رہنا۔"

شلی پھر خاموش ہو گئی۔ کنول توجہ اور دلچسپی سے سن رہی تھی۔ لیکن اُس کی خاموشی پر اُس نے اُسے ٹوکا نہیں شلی کچھ دیر بعد بولی۔

"اس طرح ساگر صاحب مجھے طوائف کے کوٹھے سے اُتار کر اپنے گھر لائے۔ مجھے اپنے ساتھ ہوٹلوں میں لے جاتے رہے۔ خصوصاً اُن ہوٹلوں میں جہاں فلمی دنیا سے تعلق رکھنے والے آیا کرتے تھے ایک رات ایک رقص گاہ میں انہوں نے مجھے دور سے میوزک ڈائریکٹر رمیش کو دکھایا اور بولے۔ یہ ایک شریف آدمی ہے اور فلمی دنیا میں کافی وقعت کی نظروں سے دیکھا جاتا ہے.... اگر یہ کسی طرح تم پر مہربان ہو جائے تو تم ترقی کے اعلیٰ مدارج آسانی سے طے کر سکو گی ساگر صاحب نے مجھے انگریزی اور فرانسیسی طرز کے ناچ بھی سکھائے تھے۔ میں نے وہیں رقص گاہ میں رمیش کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش شروع کر دی اور آخر کار میدان میرے ہاتھ رہا۔ رمیش نے مجھ سے رقص کی درخواست کی اور پھر ہم کئی راؤنڈ ناچے۔ رمیش مجھ سے بُری طرح متاثر نظر آ رہا تھا۔ دوسرے دن اُس نے مجھے اپنے گھر پر مدعو کیا اور میں نے اُسے اپنے حالات بتائے جو ساگر صاحب نے سمجھائے تھے۔ رمیش اور زیادہ متاثر ہوا۔ کہنے لگا کہ تم بچ

دھوکے میں بھی رکھ سکتی تھیں۔ اگر اپنی پیشہ ورانہ زندگی کے متعلق مجھے نہ بتاتیں تو میں نہایت آسانی سے اندھیرے میں رہ سکتا تھا۔ تم سچ مچ شریف اور خاندانی معلوم ہوتی ہو اور اگر اب تم باعزت طور پر زندگی بسر کرنا چاہتی ہو تو میں ہر ممکن مدد دینے کے لئے تیار ہوں۔ کچھ دنوں بعد میں نے اُسے اپنی اور اُس آدمی کی فرضی لڑائی کی داستان سنائی جس نے مجھے طوائفانہ زندگی سے نکالا تھا اور پھر رمیش ہی کے ساتھ رہنے لگی۔ رمیش کا ارادہ تھا کہ وہ اب خود بھی فلمیں پروڈیوس کرے گا اور اُس نے مجھ سے وعدہ کیا کہ اپنی پہلی فلم میں مجھے ہیروئن کا رول دے گا۔

دوسرے کمرے میں سرجنٹ حمید بے چینی سے پہلو بدل رہا تھا۔

شلی بولتی رہی۔ "میں اس کے بعد بھی ساگر صاحب سے ملتی رہی تھی۔ ساگر صاحب مجھ سے کہا کرتے تھے کہ میں چاہتا ہوں کہ رمیش تم سے مرعوب ہو جائے۔ وہ میوزک ڈائریکٹر ہے نا۔ میں چاہتا ہوں کہ تم اُسے موسیقی کا سبق دینے لگو۔ انہوں نے مجھے میوزک سکھانا شروع کر دیا۔ اسی دوران میں رمیش کا مسعود سے کنٹریکٹ ہو گیا۔ رمیش اس فلم کی میوزک کو سال رواں کا بہترین کارنامہ بنانا چاہتا تھا لہٰذا وہ دن رات دھنوں اور گیتوں کی تشکیل میں مصروف رہنے لگا۔ انہیں دنوں ساگر صاحب نے مجھے رقص کی ایک انوکھی گت سکھائی۔ مقصد یہ تھا کہ میں رمیش پر اپنے کمالات کا رعب ڈالوں۔ ساگر صاحب کا اندازہ بالکل درست تھا۔ جب میں نے رمیش کے سامنے وہ گت بجائی تو وہ حیرت زدہ رہ گیا۔ میں نے کہا اگر یہ تمہیں پسند ہے تو اسے تم اپنے لئے استعمال کر سکتے ہو۔"

شلی پھر خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگی۔ حمید کی بے چینی بڑھ گئی تھی۔ اس دوران میں کئی بار اُس کا دل چاہا تھا کہ شلی کے سامنے چلا جائے۔ لیکن .... پھر .... نہ جانے کیوں رک گیا تھا.... وہ سوچ رہا تھا کہ کنول کی اداکاری نے یہ مسئلہ منٹوں میں حل کر دیا۔ ورنہ کتنے ہی پاپڑ بیلنے پڑتے۔

"تو پھر رمیش نے وہ گت اپنالی تھی؟" کنول نے پوچھا۔

"ہاں.... اور دوسروں نے بھی اسے بے حد پسند کیا۔" شلی نے کہا۔

"جس دن پیانو میں دھاکہ ہوا میں اسٹوڈیو کے ریستوران میں ایک پولیس آفیسر کے ساتھ چائے پی رہی تھی۔"

"پولیس آفیسر کے ساتھ؟" کنول نے حیرت سے کہا۔

"وہ ایک منچلا سا پولیس آفیسر ہے نا.... سرجنٹ حمید۔"

"وہ....!" کنول معنی خیز انداز میں سر ہلا کر بولی۔

"پھر اچانک کسی نے ریستوران میں آکر بم پھٹنے کی خبر سنائی اور رمیش کا نام بھی لیا میں ... کر بے تحاشہ اسٹوڈیو کی طرف بھاگی۔ راستے میں ساگر صاحب مل گئے۔ انہوں نے کہا کہ تم... وہاں جانا ٹھیک نہیں۔ اگر پولیس کو تمہارے صحیح حالات کا علم ہو گیا تو وہ تم پر شک کرے گی... مجھے اپنے ساتھ لے گئے اور اس دن سے چھپاتے پھر رہے ہیں۔ میں بیڈن روڈ کے ایک پرائیو... ہسپتال میں ہسٹیریا کی ایک مریض کی حیثیت سے قیام پذیر تھی۔ ساگر صاحب بھی میرے سا... ہی رہتے تھے۔ اُس وقت اچانک کچھ پولیس والے وہاں کی تلاشی لینے کیلئے آپہنچے اور ہمیں بھاگنا پڑا۔"

"تم کبھی سچ مچ ہسٹیریا کی مریض رہی ہو؟" کنول نے پوچھا۔

"نہیں کبھی نہیں۔ لیکن اس دوران یہ ضرور محسوس کرتی رہی ہوں کہ مجھ پر کسی قسم ... دورے ضرور پڑیں گے۔ ویسے مجھے اُس ہسپتال میں کسی ہسٹیریا کے مریض کی ایکٹنگ ضرور کر... پڑتی تھی۔"

"ساگر اس بات سے بھی واقف تھا کہ تم کسی پولیس آفیسر کی بھی دوست ہو؟" کنول نے پوچھ...

"نہیں۔ میں نے اُن سے اس کا تذکرہ نہیں کیا تھا۔ کسی خاص مقصد کے تحت نہیں۔ میں نے اُس کی ضرورت ہی نہیں محسوس کی۔"

کنول تھوڑی دیر خاموش رہی پھر آہستہ سے بولی۔ "ٹھہرو۔ میں تمہیں ایک آدمی سے ... ہوں وہ تمہاری مدد کرے گا۔"

اُس نے حمید کو آواز دی اور جیسے ہی وہ کمرے میں داخل ہوا شلی اچھل کر کھڑی ہو گئی۔ کبھی وہ کنول کی طرف دیکھتی تھی اور کبھی حمید کی طرف۔

"دھوکا....!" وہ آہستہ سے بڑبڑائی۔

"بہت بڑا دھوکا۔" حمید مسکرا کر بولا۔ "اتنا بڑا کہ تم اب بھی ساگر کو اپنا ہمدرد سمجھ رہی..."

شلی سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔ چند لمحے اُسی طرح بیٹھی رہی پھر آہستہ سے بولی۔

"تو وہ تم تھے.... اور یہ ساگر کی بہن۔"

"ساگر....!" حمید نے کہا۔ "نہیں یہ ساگر کی بہن نہیں ہے۔ اگر یہ طریقہ اختیار نہ ک...

تو تم یہ بات کبھی نہ بتاتیں اور تم شاید یہ بھی جانتی ہو کہ رمیش اور اُس کا اسسٹنٹ تمہاری ہی وجہ سے مرے۔"

"میری وجہ سے؟" شلی خوف زدہ آواز میں بولی۔ اُس کے پیر کانپ رہے تھے اور چہرہ زرد پڑ گیا تھا۔

حمید نے فاؤنٹین پن جیب سے نکالا اور کاغذ کے ایک ٹکڑے پر چار متوازی لکیریں کھینچیں اور اُن پر موسیقی کے مخصوص نشانات بنانے لگا۔ پھر وہ کاغذ شلی کی طرف بڑھا دیا۔

"کیا یہی وہ گت تھی جو ساگر نے تمہیں سکھائی تھی؟" اُس نے پوچھا۔

"یہ.... میں یہ سب نہیں جانتی۔" شلی اُس پر نظریں جمائے ہوئے بولی۔ "ان لکیروں کو کوئی ماہر ہی سمجھ سکے گا۔ میں تو بس یونہی الٹے سیدھے دو ایک ساز بجا لیتی ہوں۔"

حمید نے ہونٹ سکوڑے اور سیٹیوں میں وہی گت دہرا دی۔ اُسے وہ گت اچھی طرح یاد ہو گئی تھی کیونکہ فریدی اس دوران میں اُسے کئی بار وائیلن پر بجا چکا تھا۔

"یہی تھی....!" شلی نے کہا۔

"تب تو وہ مارا....!" حمید اچھل کر بولا۔

"آخر یہ سب کیا ہو رہا ہے؟" شلی آہستہ سے بڑبڑائی۔ "میں کچھ نہیں سمجھ سکتی۔"

اُس کے چہرے پر شدید الجھن کے آثار تھے۔

"ایک بہت بڑی سازش۔" حمید نے کہا۔ "اور تم اس میں ایک بے جان مہرے کی طرح کام میں لائی جاتی رہی ہو۔ اسی گت کو بجانے کے دوران میں رمیش مرا تھا اور یہی تھی وہ گت جس نے اُس کے اسسٹنٹ کی جان لی۔"

"میں کچھ نہیں سمجھی۔" شلی بے بسی سے بولی۔

"تمہاری سمجھ میں آنے والی بات نہیں۔" حمید نے کہا۔ "بہتری اسی میں ہے کہ اب تم ساگر کے ہاتھ لگنے کی کوشش نہ کرنا۔" پھر اُس نے سب کچھ شلی کو سمجھا دیا۔

شلی کے چہرے پر ذہنی کشمکش کے آثار تھے۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اُسے حمید کی باتوں پر یقین نہ آیا ہو۔

"میں تمہیں یہاں اس لئے لایا ہوں کہ تم پولیس اور ساگر دونوں کی نظروں سے محفوظ

"رہو۔" حمید پھر بولا۔

"پھر! یہ ایک اور الجھن.... تم مجھے دونوں سے کیوں بچانا چاہتے ہو؟" شلی نے کہا۔

"کیا بتاؤں!" حمید مسکرا کر بولا۔ "بس یہ سمجھ لو کہ سول پولیس کے رنگروٹ ڈھولک بجانے کے ماہرین میں سے تسلیم کیے جاتے ہیں۔ اگر تم ایک دن کے لئے بھی حوالات....!"

"کیا بکنے لگے۔" کنول جھنجھلا کر بولی اور اُس کی انگلیاں حمید کی گردن میں پیوست ہو گئیں۔

"معاف کرنا۔" حمید اپنی گردن چھڑا کر بولا۔ "میں یہ بھول گیا تھا کہ تم بھی عورت ہو۔"

"حمید صاحب۔ میں کیا کروں۔" شلی تھوک نگل کر بولی۔

"چپ چاپ یہیں چھپی رہو اور مجھے ساگر کی قیام گاہ کا پتہ بتاؤ۔ حالانکہ وہ اب وہاں نہ سکے گا۔ مگر پھر بھی مجھے تم سے ہمدردی ہے۔"

خودکشی کیوں؟

آٹھ بجے صبح سرجنٹ حمید گھر پہنچا۔ لائبریری کے قریب سے گذرتے وقت اُس نے محسوس کیا کہ فریدی اندر ٹہل رہا ہے۔ وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھ ہی رہا تھا کہ فریدی نے اُسے آواز دی۔ حمید ایک لمحے کے لئے رکا۔ اپنی گردن اکڑائی اور سینہ تان کر انگلش لارڈوں کی طرح ہندوستانی پہاڑی کوؤں کی چال چلتا ہوا لائبریری میں داخل ہو گیا۔

فریدی آبی فلالین کی پتلون اور چمڑے کی جیکٹ پہنے لائبریری میں ٹہل رہا تھا۔ بال بکھرے اور آنکھیں سرخ تھیں۔ میز پر رکھا ہوا ایش ٹرے سگار کے ٹکڑوں سے بھر گیا تھا۔

"کہاں تھے؟" فریدی نے بڑے نرم لہجے میں پوچھا۔ جس میں پیار کی بھی جھلک تھی۔

حمید کسی آئس کریم کے ڈھیر کی طرح پگھل گیا۔ لیکن دفعتاً اُس کی نظریں لکڑی کی تختیوں پر پڑیں جن پر اُس نے پچھلی رات کو دستِ شفقت پھیرا تھا۔

"شہر ہی میں تھا۔" حمید نے لاپرواہی سے خشک لہجے میں جواب دیا۔

"درجن کی خودکشی کے متعلق معلوم ہوا یا نہیں؟"

"درجن کی خودکشی؟" حمید کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں اُس نے خودکشی کر لی.... اور ساتھ ہی اپنے سارے جرائم کا اعتراف بھی کر لیا یہ دیکھو....!"

فریدی نے میز پر رکھا ہوا کاغذ حمید کی طرف بڑھا دیا جس پر تحریر تھا۔

"میں درجن خاں آرتھر سنگھ۔ بہوش و حواس اس بات کا اعتراف کر رہا ہوں کہ رمیش اور اُس کے اسسٹنٹ کی موت کا ذمہ دار میں ہی ہوں۔ لیکن اب مجھے افسوس ہے۔ کیونکہ اُن کی موت سے مجھے کوئی فائدہ نہ پہنچا۔ نہ تو فلم کی شوٹنگ ہی رکی اور نہ میں کلاوتی ہی کو حاصل کر سکا... اوہ.... میں اب اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ آدمی کو کسی دوسرے کے گوشت پوست یا خد و خال سے محبت نہیں ہوتی بلکہ یہ ایک ذہنی یا روحانی رشتہ ہے۔ کلاوتی پاگل ہو گئی ہے۔ یعنی میری اور اُس کی ذہنی ہم آہنگی ناممکن ہے۔ اس لئے میں خودکشی کر رہا ہوں۔ میں نے یہ سب اسی کے لئے کیا تھا۔ رمیش کو اسی لئے ختم کیا تھا کہ کلاوتی آزاد ہو جائے۔ کلاوتی جو رمیش سے محبت کرتی تھی لیکن وہ کلاوتی.... رمیش کی موت کے بعد پاگل ہو گئی۔ فلم کی شوٹنگ رکوانے میں انتقامی جذبہ کام کر رہا تھا۔ اس فلم کی کہانی میری اپنی تھی جو میرے دوستوں کے ذریعہ ڈائرکٹر مسعود تک پہنچی اور اُس نے اسے اپنا لیا۔ میں جانتا ہوں کہ کہانی بہت مقبول ہو گی۔ لہٰذا مجھ سے یہ برداشت نہ ہو سکا کہ وہ کسی اور کے نام سے منسوب کی جائے۔ میں نے پہلے ہی سے تہیہ کر لیا تھا کہ اس فلم کی شوٹنگ نہ ہونے دوں گا۔ یہ بات بھی مجھے پہلے ہی سے معلوم تھی کہ اس بار مسعود اپنی فلم کی میوزک رمیش سے دلوائے گا۔ میں نے سوچا کہ بس اب کیا ہے ایک تیر سے دو شکار ہوں گے۔ پھر میں نے ایک پروگرام بنایا.... ایک مکمل ترین اسکیم۔ اپنے ایک گرگے کے ذریعہ بلا نامی طوائف کو فلمی دنیا میں بلوایا۔ اُس کی ملاقات رمیش سے کروائی۔ آخر وہ بطور داشتہ رمیش کے ساتھ رہنے لگی۔ لوگ اُسے شلی کے نام سے جانتے تھے۔ میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ زیادہ تفصیل میں جاؤں۔ شلی بیڈن روڈ کے ایک پرائیویٹ ہسپتال میں ہے۔ ڈاکٹر جیرالڈ کا ہسپتال۔ وہ بےچاری بالکل بے قصور ہے۔ اُسے اس سازش کا علم نہیں۔ اُسے یہ نہیں معلوم کہ اُسے جو گت سکھائی گئی وہی رمیش کی موت کا پیغام تھی۔ اُس نے وہ گت رمیش کو سکھائی اور اُدھر میں نے اسٹوڈیو کے پیانو میں کاروائی کر دی۔ اُسی گت کے سروں سے ایک بم کا سیفٹی کیچ اٹیچ تھا۔ کلاوتی کا اغواء محض اس لئے کرنا پڑا کہ وہ اُس موقع پر موجود تھی۔ جب شلی نے رمیش کو وہ

گت بتائی تھی۔ لہٰذا جس دن دوسرا حادثہ ہوا.... میں نے کلاوتی کو غائب کرا دیا لیکن افر
کہ کلاوتی ذہنی طور پر مجھ سے دور ہو گئی۔ اور اب میں یہ سوچتا ہوں کہ میں نے اُس پر ظ
ایک نہیں ایسے سینکڑوں جرائم میری ذات سے وابستہ ہیں اور اب میں زندگی میں اپنے
کشش نہیں محسوس کرتا۔ اس لئے خودکشی کر رہا ہوں اور پھر میں اتنا گیا گزرا بھی نہیں
دوسرے کو اپنے گلے میں پھانسی کا پھندہ ڈالنے کی اجازت دے دوں۔ شلی میرے ایک
ساگر کے ہمراہ ڈاکٹر جیراللہ کے ہسپتال میں مقیم ہے۔ ساگر کو اُس سے محبت ہو گئی ہے
اُسے کہیں دور نکال لے جانا چاہتا ہے۔ ساگر کا بھی صرف اتنا ہی قصور ہے کہ وہ شلی کو پ
تھا اور اُس نے میرے ہی ایماء پر اُسے وہ گت سکھائی تھی۔ ویسے اُن دونوں موتوں کا ذمہ
ہی ہوں۔"

حمید نے خط ختم کر کے ایک طویل سانس لی اور فریدی کی طرف دیکھنے لگا جو نیا سگار
جا رہا تھا۔ ایک ہلکا سا کش لے کر اُس نے حمید کو تیکھی نظروں سے دیکھا پھر مسکرانے لگا۔

"اور تم...!" اُس نے کہا۔ "اس قابل ہو کہ سمجھ دار آدمیوں کی عبرت کے لئے
گھر کے کٹہرے میں بند کر دیئے جاؤ۔"

حمید نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اُس کا ذہن شلی کی بیان کی ہوئی داستان میں الجھا ہوا
سوچ رہا تھا کہ اس داستان میں ایک جگہ درجن کا نام نہیں آیا تھا اور خود درجن بھی اس کا
کرتا ہوا نظر آتا ہے کہ شلی سچ مچ اس سازش سے بے خبر تھی لیکن اُس نے یہ نہیں بتایا تھا
وقت کلاوتی بھی موجود تھی جب اُس نے رمیش کو وہ گت سکھائی تھی۔

"اس قسم کی حرکتیں کرنے سے پہلے۔" فریدی لکڑی کی تختیوں کی طرف اشارہ کر کے
"ہاتھوں میں دستانے ضرور پہننا چاہیئے۔ ورنہ انگلیوں کے نشانات جہنم میں پہنچا دیتے ہیں۔"

حمید کا دل دھڑکنے لگا۔ لیکن فریدی پھر کچھ سوچنے لگا تھا۔ دفعتاً اُس نے سر اٹھا کر کہا۔
تم نے درجن کے ایک ساتھی پر پتھر چلایا تھا اور اب یہ دوسری حماقت کی اگر یہ حرکت
سے بھی سرزد ہوتی تو میں اسے زندگی بھر نہ معاف کرتا۔"

"میں نے غلطی نہیں کی۔" حمید جھنجھلا کر بولا۔ "میں جانتا تھا کہ آپ رمیش کو سا
جا رہے ہیں۔ کوئی نہ کوئی حماقت ضرور کریں گے.... لہٰذا.... میں....!"

نوکر کمرے میں ایک وزیٹنگ کارڈ لے کر داخل ہوا اور حمید جملہ نہ پورا کر سکا۔ فریدی وزیٹنگ کارڈ پڑھ کر ڈرائینگ روم کی طرف چلا گیا۔ اُس کے پیچھے حمید بھی پہنچا۔ یہاں ڈی۔ایس۔پی سٹی دو انسپکٹروں کے ساتھ فریدی کا انتظار کر رہا تھا۔

"آپ خواہ مخواہ اس معاملے کو الجھا رہے ہیں!" ڈی ایس پی نے کہا۔

"خواہ مخواہ الجھا رہا ہوں۔" فریدی کے لہجے میں حیرت تھی۔

"اور کیا.... ایک سیدھی سی بات بھی آپ کے ذہن میں پیچیدگی اختیار کر لیتی ہے۔"

"تو آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں اسے خودکشی ہی سمجھوں؟" فریدی مسکرا کر بولا۔

اب تو حمید کو بھی چونکنا پڑا۔

"انسپکٹر صاحب ضروری نہیں کہ آپ کے ہاتھ میں آیا ہوا ہر کیس پیچیدہ ہو۔" ڈی ایس پی نے کہا۔

"میں کسی غیر پیچیدہ کیس میں ہاتھ ہی نہیں لگاتا۔" فریدی لاپروائی سے بولا۔

"اچھا تو پھر یہی بتایئے نا کہ یہ خودکشی نہیں ہے؟" ڈی ایس پی کے لہجے میں اکتاہٹ تھی۔

"سنیئے۔ سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ لاش کے جیب سے برآمد ہونے والی تحریر سرخ روشنائی میں ہے لیکن اُس گھر میں نہ کوئی ایسی دوات ملی جس میں سرخ روشنائی ہو اور نہ کوئی ایسا فاؤنٹین پن۔"

"کمال کرتے ہیں آپ بھی۔" ڈی ایس پی ہنس کر بولا۔ "ممکن ہے اُس نے وہ خط گھر کے باہر ہی کہیں لکھا ہو۔"

"ٹھیک ہے.... اچھا خیر.... ہمیں ایک بار پھر وہیں چلنا پڑے گا۔ یہاں آپ نہ سمجھ سکیں گے۔"
فریدی کھڑا ہو گیا اور حمید سے بولا۔ "گیراج سے گاڑی نکالو۔"

تھوڑی دیر بعد وہ سب درجن کے گھر کی طرف جا رہے تھے۔

اُس عمارت کے گرد پولیس کا پہرہ تھا اور حادثے والے کمرے کی کوئی چیز اِدھر اُدھر نہیں کی گئی تھی۔ صرف لاش ہٹائی گئی تھی اور پاگل کلاوتی کو ہسپتال روانہ کر دیا گیا تھا۔

فریدی وغیرہ حادثے والے کمرے میں کھڑے تھے۔

"ہاں تو میں یہ کہہ رہا تھا۔" فریدی بولا۔ "یہ خط یہیں اسی عمارت میں لکھا گیا تھا۔ ذرا یہ دیکھئے۔"

فریدی نے فرش پر پڑے ہوئے سرخ رنگ کے ایک دھبے کی طرف اشارہ کیا۔

"یہ بات واضح ہو چکی۔" اُس نے پھر کہنا شروع کیا۔ "کہ اس گھر میں نہ سرخ روشنائی ہے نہ کوئی ایسا فاؤنٹین پن جس میں سرخ روشنائی ہو۔ پھر یہ دھبہ کہاں سے آیا جو پرانا بھی نہ معلوم ہوتا۔ غالباً اس پر ابھی تک کسی کا پیر بھی نہیں پڑا اور اس دھبے کی بناوٹ بھی آپ رہے ہیں۔ ننھی ننھی چھینٹوں سے بنی ہوئی یہ لمبی سی لکیر کسی فاؤنٹین پن ہی کی روشنائی چھڑ نتیجہ ہو سکتی ہے۔"

"چلئے مان لیا اسے۔" ڈی ایس پی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"اچھا اب اس تحریر کو دیکھئے۔" فریدی نے جیب سے درجن کا خط نکالتے ہوئے کہا۔ "آ ان دھبوں کے متعلق کیا کہتے ہیں۔"

"اوہو! کیا یہ کوئی بڑا مشکل سوال ہے؟"

"آسان ہی سہی! لیکن میں اس کا جواب چاہتا ہوں۔" فریدی نے کہا۔

"ظاہر ہے کہ یہ کاغذ تحریر کے خشک ہونے سے پہلے ہی تہہ کر دیا گیا تھا۔ اس لئے یہ د پڑ گئے۔"

"ٹھیک ہے۔ لیکن ذرا غور سے دیکھئے۔" فریدی نے کہا۔ "پوری تحریر خشک ہو گئی تھی لی اوپری لائن کے یہی دو تین الفاظ خشک ہونے سے رہ گئے تھے اور یہ قطعی ناممکن ہے کہ پوری تح کے بعد کے الفاظ تو خشک ہو جائیں اور شروع کے الفاظ گیلے ہی رہیں۔"

"اکثر ایسا بھی ہوتا ہے۔" ڈی ایس پی بولا۔

"لیکن اُسی صورت میں جب روشنائی زیادہ ہو جائے لیکن یہاں اس کے آثار بھی نہیں ہی صریحاً ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے پہلی لائن کے شروع کے یہ الفاظ "میں درجن خان آرتھر سنگھ بعد میں لکھے گئے ہیں اور جلدی میں روشنائی خشک ہونے سے قبل ہی کاغذ تہہ کر دیا گیا ہو اور "بہوش و حواس" سے پہلے کا ایک لفظ کاٹا گیا ہے۔ اس پر لگائے ہوئے نشان کی روشنائی بھی گیل تھی کیونکہ اس کا دھبہ بھی یہ رہا۔"

"پھر.....؟" ڈی ایس پی کی آنکھوں سے الجھن جھانک رہی تھی۔

"جہاں تک میرا خیال ہے یہ تحریر "میں بہوش و حواس" ہی سے شروع کی گئی تھی لیکن

تھا "کاٹ دیا گیا اور اس سے پہلے چھوٹی ہوئی جگہ پر "میں درجن خان آرتھر سنگھ" کا اضافہ کیا

"میں ابھی تک نہیں سمجھ سکا کہ آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔" ڈی۔ ایس۔ پی نے کہا۔

"میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ شروع کے الفاظ جو بعد کو لکھے گئے درجن نے نہیں لکھے تھے۔" یدی نے لاپروائی سے کہا۔

"کمال کرتے ہیں آپ بھی۔ کیا فرق ہے ان میں؟" ڈی۔ ایس۔ پی جھنجھلا کر بولا۔

"شاید آپ کو طرزِ تحریر کے ماہرین کی رپورٹ پر یقین آ جائے۔" فریدی نے خشک لہجے ں کہا۔

چند لمحے خاموشی رہی۔ ڈی۔ ایس۔ پی کے انداز سے ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ اب کچھ یں پوچھے گا۔ البتہ اُس کے چہرے پر جھلاہٹ کے آثار تھے۔

"آپ اس نتیجے پر کس طرح پہنچے؟" حمید نے پوچھا۔ "سرسری طور پر کیا غور سے بھی دیکھنے مجھے اس تحریر میں انداز کا فرق نہیں نظر آیا۔"

"پہلے میں نے بھی فرق نہیں محسوس کیا تھا اور کوتوال صاحب کا یہ کہنا بھی درست ہو سکتا ہے کہ ممکن ہے اُس نے پہلے چند الفاظ بعد ہی میں لکھے ہوں۔ مگر یہاں ایک نشان اور بھی ہے..... یہ رہا ہلکا سا سرخ نشان جو باریک باریک متعدد لکیروں سے بنا ہے۔ یہ اُس آدمی کے انگلی نشان ہے جس نے اس کاغذ کو تہہ کیا تھا۔ اُس کی انگلی میں سرخ روشنائی لگی ہوئی تھی اور وہ غالباً اس وقت لگی تھی جب اُس نے فاؤنٹین پن کو جھٹکا دے کر روشنائی چھڑکی تھی۔ لیکن درجن کی انگلیاں صاف تھیں اُن پر ذرہ برابر بھی سرخی نہیں ملی۔"

"تو اس کا یہ مطلب کہ پوری تحریر درجن کی نہیں ہے؟" ڈی۔ ایس۔ پی نے کہا۔

"نہیں۔ قطعی اُسی کی ہے۔ مجھے تو صرف چند الفاظ پر شبہہ ہے۔ میں اس کی دوسری بعض تحریروں سے بھی اُس کا مقابلہ کر چکا ہوں۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ بعض لوگ اس طرح قلم پکڑتے ہیں کہ اُنگی بیچ کی انگلیوں میں ناخنوں کے قریب تھوڑی سی روشنائی ضرور لگ جاتی ہے اور بعض لوگوں کے ہاتھ بالکل بے داغ رہتے ہیں۔ درجن دوسری ہی قسم کے لوگوں میں سے تھا۔"

"چلئے میں نے سب کچھ تسلیم کر لیا۔" ڈی۔ ایس۔ پی اکتا کر بولا۔ "آخر آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟"

"یہ خودکشی نہیں بلکہ قتل ہے۔" فریدی نے پُرسکون لہجے میں کہا۔ "یہ تحریر کسی نامعلوم
آدمی نے درجن سے لکھوائی تھی اور اُسے یہاں سے شروع کرایا تھا۔ "میں بہوش و حواس
بات کا اعتراف کرتا ہوں اور پھر اُس نے درجن کا گلا گھونٹ دیا۔ اس کے بعد اُس نے اپنے
سے چھوٹی ہوئی جگہ میں درجن خان آرتھر سنگھ کا اضافہ کر دیا۔ اور یہ کوئی مشکل کام نہیں کہ
مردہ آدمی کی گردن رسی کے پھندے میں ڈال دی جائے۔"

"ہو تو سکتا ہے مگر یہ ضروری نہیں کہ یہی ہوا ہو۔ ابھی تک آپ نے جو کچھ کہا ہے وہ محض
قیاس ہے۔ ایسا قیاس جس پر حقیقت کا گمان ہو سکے۔ مگر گمان اور حقیقت میں فرق ہے۔ اگر یہ
بات ثابت ہو جائے کہ موت رسی کے پھندے سے نہیں واقع ہوئی تو اسی صورت میں اسے قتل
سمجھا جا سکتا ہے۔"

فریدی ڈی۔ ایس۔ پی کی بات پر چند لمحے مسکراتا رہا پھر بولا۔

"کوتوال صاحب۔ واقعی آپ کا اعتراف کافی وزن دار ہے۔ ظاہر ہے کہ پوسٹ مارٹم کی
رپورٹ میں یہی ہو گا کہ درجن کی موت دم گھٹنے کی وجہ سے واقع ہوئی اور دم دونوں ہی صورتوں
میں گھٹ جاتا ہے۔ چاہے ہاتھ سے گردن دبائی جائے چاہے رسی کا پھندا موت کا باعث ہو۔ لیکن
کوتوال صاحب مجھے افسوس ہے کہ آپ پچھلی رات کو یہاں موجود نہیں تھے اور نہ آپ نے
رپورٹ ہی اچھی طرح پڑھی ہے جو میں نے آپ کو ہیڈ محرر کو ڈکٹیٹ کرائی تھی؟"

"کیوں؟ کیا مطلب؟" ڈی۔ ایس۔ پی اُسے گھور کر بولا۔

"جلدی میں مجرم ایک بڑی فاش غلطی کر بیٹھا تھا۔ اگر وہ اپنا فاؤنٹین پن بھی یہاں ڈال جاتا
اور ایک دوسری غلطی نہ کرتا تو میرے فرشتے بھی اس نتیجے پر نہ پہنچ سکتے۔"

"کون سی غلطی؟" ڈی۔ ایس۔ پی بولا۔

"دیکھئے بتاتا ہوں۔" فریدی نے چھت سے لٹکتی ہوئی رسی کی طرف دیکھ کر کہا۔ "یہاں پہلے
ایک کرسی پڑی تھی اور لاش رسی میں جھول رہی تھی۔ ظاہر ہے کہ درجن نے اُسی کرسی پر
کھڑے ہو کر رسی کا پھندا گلے میں ڈالا ہو گا اور پھر کرسی کو لات مار کر ہٹا دیا ہو گا۔"

فریدی خاموش ہو گیا۔

"ہاں ہاں۔ میں سمجھ رہا ہوں۔" ڈی۔ ایس۔ پی نے بے چینی سے کہا۔

"اچھا.... اچھا۔ اگر یہ بات تھی تو مرنے والے کے پیر کرسی کی سطح سے نیچے ہونے چاہئے
تھے۔ میں غلط تو نہیں کہہ رہا ہوں؟"

"نہیں صاحب بالکل ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ کہہ بھی چکیئے۔" ڈی۔ ایس۔ پی نے کہا اور فریدی
بے اختیار مسکرا پڑا۔

"لیکن کوتوال صاحب! جب میں نے لاش کے نیچے کرسی سیدھی کی تو درجن کے پیر کرسی
کی سطح سے تقریباً نو انچ اونچے تھے۔"

"کیا؟" ڈی۔ ایس۔ پی چونک پڑا۔ "آپ کو یقین ہے؟"

"اپنے ہیڈ محرر سے پوچھ لیجئے گا۔ میں نے اُس کی توجہ اس چیز کی طرف مبذول کرائی تھی
لیکن شاید وہ سمجھ ہی نہ سکا تھا۔"

"اگر یہ بات تھی تب تو.... آپ ٹھیک ہی کہتے ہیں۔" ڈی۔ ایس۔ پی مضطربانہ انداز میں بولا۔

"جی ہاں۔ مجرم جلدی میں تھا۔" فریدی سگار سلگاتا ہوا بولا۔ "اُس نے درجن کا گلا گھونٹا اور
رسی سے لٹکا دیا۔ پھر فاصلے کا خیال رکھے بغیر ایک کرسی اُسی کے نیچے الٹ دی۔"

ڈی۔ ایس۔ پی کچھ دیر خاموش رہ کر پھر بولا۔

"اور کلاوتی کا پاگل پن۔"

"اُس کے متعلق میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ البتہ اتنا ضرور جانتا ہوں کہ اگر اُس کے پاگل پن کی
وجہ ...یش کی موت تھی تو وہ اغواء سے پہلے ہی پاگل کیوں نہیں ہوئی۔ حالانکہ وہ خود اُسی حادثے
کے نتیجے میں تھوڑی بہت زخمی ہو گئی تھی۔"

"یہ بھی ٹھیک ہے۔" ڈی۔ ایس۔ پی سر ہلا کر بولا۔

"اور بے چارا درجن.... وہ اس بساط پر ایک معمولی مہرے سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا
تھا۔ پتہ نہیں اُس لڑکی شیلی کا کیا انجام ہوا؟"

"وہ میرے جیب میں رکھی ہوئی ہے۔" حمید آہستہ سے بڑبڑایا۔

"کیا؟" فریدی چونک کر اُس کی طرف مڑا۔

"کچھ نہیں۔" حمید نے بڑی معصومیت سے سر ہلا دیا۔

اجنبی دوست

واپسی پر فریدی خیالات میں ڈوبا ہوا کار ڈرائیو کر رہا تھا۔ حمید بھی خاموش تھا اور سوچ
کہ فریدی کو شلی کے متعلق کس طرح بتائے۔

"تو کیا کلاوتی بنی ہوئی پاگل ہے؟" حمید نے پوچھا۔

"تم مت بولو مجھ سے۔ تمہاری بدولت کیس برباد ہو گیا۔"

"ضروری نہیں کہ آپ کی سوچی ہوئی ہر بات درست ہی ہو۔" حمید نے کہا۔ "آپ
ہیں کہ میری وجہ سے کیس بگڑ گیا ہے اور میں یہ کہتا ہوں کہ آپ کو درجن کی خودکشی
ثابت کرنے کے لئے جو آسانیاں بہم پہنچی ہیں اُن کا ذمہ دار میں ہی ہوں۔"

"یعنی تمہارا مطلب یہ ہے کہ یہ ساگر ہی کی حرکت ہے؟"

"سو فیصدی جناب والا۔" حمید نے سنجیدگی سے کہا۔ "ہسپتال سے بھاگ کر وہ سیدھا
کے یہاں آیا اور جلدی میں اُس سے ایسی حماقتیں سرزد ہوئیں کہ قتل خودکشی نہ بن سکا۔
نے کرسی سے لاش کے فاصلے کا تناسب ذہن میں رکھا ہوتا تو اپنا فاؤنٹین پن بھی وہیں چ
ہوتا تو کیا آپ اس نتیجے پر پہنچ سکتے تھے؟"

"قیامت تک نہیں۔" فریدی آہستہ سے بڑبڑایا۔ "خط کے طرز تحریر کے مبہم سے
طرف دھیان بھی نہ دیتا۔"

"بہرحال کہنے کا یہ مطلب کہ...." حمید بولا۔ "اگر اُس نے یہ کام اطمینان سے سرا
ہوتا تو پولیس روپیٹ کر بیٹھ گئی ہوتی اور مجھے کہنے دیجئے کہ اُسے یہ بے اطمینانی میری ہی
نصیب ہوئی۔"

"کیوں.... تمہاری وجہ سے کیوں؟"

"میری ہی وجہ سے جناب۔" حمید اکڑ کر اپنا سینہ پیٹتا ہوا بولا۔

"ابے تو کچھ کہے گا بھی.... یا یونہی....!"

"شلی میرے جیب میں رکھی ہوئی ہے۔"

"یعنی....؟"

"میں نے شلی کو پچھلی رات پکڑ لیا تھا۔"

"کیا....؟ کیوں بکتے ہو۔"

"خدا کی قسم....!"

"کہاں ہے وہ؟"

"کنول کے کوارٹر میں۔"

"کنول کون....؟"

"اوہو.... اتنی جلدی بھول گئے۔ وہی مسٹر کیو والی۔"

"اوہ! لیکن تم نے رات ہی مجھے اس کی اطلاع کیوں نہیں دی؟"

"اگر آپ سیدھے نہ ہو جاتے تو اس وقت بھی نہ بتاتا۔" حمید ہونٹ سکوڑ کر بولا۔

"تو یہ بات ہے۔" فریدی نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "شلی کے پکڑے جانے کی بناء پر ساگر نے بوکھلا کر یہ حرکت کر ڈالی۔ بہرحال یہ ماننا پڑے گا کہ ساگر معمولی ذہانت کا آدمی نہیں۔ وہ شروع ہی سے اس بات پر زور دیتا چلا آرہا ہے کہ اُس نے یہ جرائم محض فلم کی شوٹنگ رکوانے کے لئے کیے ہیں۔ حالانکہ یہ بات نہیں معلوم ہوتی۔ درجن کے خط میں اُس نے درجن اور کلاوتی کے عشق کا قصہ چھیڑا ہے۔ یہ بھی بے سروپا معلوم ہوتا ہے۔ کلاوتی پاگل ضرور ہو گئی ہے لیکن اس کی وجہ صدمہ نہیں معلوم ہوتا۔ اُسے کسی تدبیر سے پاگل بنایا گیا ہے۔"

"میں نے شلی سے ساگر کی مستقل قیام گاہ کا پتہ لے لیا ہے۔ کیوں نہ وہاں بھی دیکھ لیں۔" حمید نے کہا۔

"فضول ہے۔ اُس کا وہاں پایا جانا قطعی غیر فطری ہوگا۔ کیونکہ اُس نے درجن سے اس بات کا اعتراف کرادیا ہے کہ وہ خود بھی اس سازش میں شریک تھا۔ لیکن قتل کا الزام اپنے سر نہیں لیا۔ بہرحال وہ اسی جرم کو چھپانے کے لئے پولیس کی نظروں سے چھپنے کی کوشش ضرور کرے گا۔"

"ایک بات سمجھ میں نہیں آتی کہ درجن نے اُس سے لکھوایا کس طرح ہوگا۔" حمید نے کہا۔

"یہ کوئی مشکل کام نہیں۔ ظاہر ہے کہ درجن بھی اس سازش میں شریک تھا اور تم یہ بھی

جانتے ہو کہ وہ ہر وقت نشے میں رہتا تھا۔ ساگر نے اُس سے کہا ہوگا کہ اب پولیس اُن کے پیچھے پڑنے والی ہے۔ لہٰذا کیوں نہ اُسے غلط راستے پر لگایا جائے۔"

فریدی خاموش ہو گیا۔ حمید بھی تھوڑی دیر تک چپ رہا پھر بے چینی سے بولا۔ "ہاں تو پھر....؟"

"فی الحال اس مسئلے کو الگ ہی رکھو۔" فریدی بولا۔ "ہاں.... شلی نے کیا بتایا تھا؟"

حمید نے مختصراً شلی کا بیان دہرا دیا۔ فریدی کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔

"بہتر یہی ہے کہ اُسے چپ چاپ وہاں سے نکال کر حوالات میں پہنچا دیا جائے اور اس معاملے کو شہرت نہ دی جائے۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دیر بعد وہ کنول کے گھر پر پہنچے۔ کنول نے چھٹی لے رکھی تھی۔ شلی اور وہ دونوں بے خبر سو رہی تھیں۔ اُن کے نداسے چہرے دیکھ کر حمید کو بھی خیال آیا کہ وہ بھی پچھلی رات کو نہیں سویا تھا اور پھر اُس کی پلکیں بھی نیند کے دباؤ سے جھکنے لگیں۔

شلی متحیرانہ انداز میں فریدی کو دیکھ رہی تھی۔

اور پھر جب اُسے یہ معلوم ہوا کہ وہ حوالات کے لئے لے جائی جا رہی ہے تو وہ کسی ننھی سی بچی کی طرح رونے اور سسکنے لگی۔

"کیوں.... اسے یہیں رہنے دیا جائے۔" حمید نے فریدی کو الگ لے جا کر کہا۔

"نہیں.... یہ ناممکن ہے۔ کیس بہت پیچیدہ ہو گیا ہے اور اب میں کوئی رسک لینے کیلئے تیار نہیں۔"

"اس کی معصومیت.... دیکھئے کس طرح رو رہی ہے۔"

"میں شاعر نہیں ہوں حمید صاحب۔"

"آخر حرج ہی کیا ہے؟"

"بہت بڑا حرج۔ اسے میں سمجھ سکتا ہوں۔"

سرجنٹ حمید راستے بھر شلی کو تسلیاں دیتا رہا۔ "تمہیں وہاں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ میں سب ٹھیک کرلوں گا اور تمہیں سرکاری گواہ بنا کر چھوڑ دیا جائے گا۔"

پھر تھوڑی دیر بعد اُس نے شلی سے پوچھا۔

"تم نے رمیش والے حادثے کے دن مجھ سے کہا تھا کہ تمہیں ساگر سے نفرت تھی۔"

لئے کہ اُس نے تم سے اپنے احسانات کا معاوضہ طلب نہیں کیا تھا۔"

شلی نے جواب نہیں دیا۔ اُس نے صرف ایک بار اُس کی طرف دیکھا اور نظریں جھکا لیں۔

حمید کے استفسار پر بولی۔

"مجھے یاد پڑتا ہے کہ میں نے کہا تھا۔"

"لیکن تم نے اس کا تذکرہ ہی کیوں کیا تھا۔" حمید نے کہا۔ لیکن پھر فوراً ہی سنبھل گیا۔ نکہ یہ ایک قطعی غیر ضروری سوال تھا اور اس کا ذمہ دار اُس کا نیند سے دبتا ہوا ذہن تھا۔

"حمید صاحب۔" شلی بولی۔ "اس زمانے کی باتیں چھوڑیئے۔ مجھ پر ہیروئن بننے کا بھوت رتھا اور میں ہر ایک سے رومانی اور ڈرامائی انداز میں گفتگو کیا کرتی تھی۔ وہ بھی ایک بکواس .... لیکن....!"

"لیکن.... کیا....؟"

"مجھے یقین نہیں آتا کہ.... ساگر صاحب کی سازش سے یہ سب کچھ ہوا ہو.... وہ بہت ے آدمی ہیں۔"

فریدی اگلی سیٹ پر تھا۔ شلی کے اس جملے پر مسکرانے لگا۔

"درجن اور ساگر کے تعلقات کیسے تھے؟" اُس نے شلی کو مخاطب کیا۔

"وہ شاید درجن کو جانتے بھی نہ ہوں۔"

"کیا تمہیں معلوم ہے کہ درجن نے خودکشی کرلی؟"

"میں نہیں جانتی.... کب؟" شلی کے لہجے میں حیرت تھی۔

"کبھی اُس سے بھی تمہارے تعلقات رہے ہیں؟" فریدی نے پوچھا۔

"نہیں کبھی نہیں۔"

"کچھ پڑھی لکھی ہو.... اردو آتی ہے تمہیں؟"

"جی ہاں....!"

فریدی نے جیب سے درجن کا خط نکال کر دیتے ہوئے کہا۔ "درجن کی جیب سے یہ خط آمد ہوا ہے۔"

شلی خط پڑھنے لگی۔ حمید اُس کے چہرے کی طرف بغور دیکھ رہا تھا۔ شلی کی آنکھیں آہستہ

آہستہ پھیلتی رہیں اور خط ختم کرتے ہی اُس کا سر پیچھے کی طرف ڈھلک گیا۔

"شلی....!" حمید نے اُس کے ہاتھ سے خط لے کر اُس کا شانہ ہلایا۔

"جی" اُس نے آنکھیں کھول دیں۔ چہرے کی نقاہت اور بڑھ گئی تھی وہ کچھ دیر خاموش پھر اپنی پیشانی رگڑتی ہوئی بڑبڑانے لگی۔ "میں نہیں سمجھ سکتی کہ یہ کیا ہو رہا ہے.... کیوں ہے.... ساگر صاحب۔"

"کیا یہ سچ ہے کہ کلاوتی اُس وقت موجود تھی جب تم نے رمیش کو وہ گت سکھائی تھی" فریدی نے پوچھا۔

"جی ہاں.... مجھے یاد پڑتا ہے کہ وہ موجود تھی۔"

"کیا ساگر دن رات تمہارے ساتھ رہتا تھا؟"

"جی نہیں۔ صرف رات بسر کرتے تھے۔"

"کیا کام کرتے تھے؟"

"یہ کبھی نہیں بتایا۔"

شلی کو حوالات میں دے کر وہ پھر چل پڑے۔ حمید کچھ دل گرفتہ سا ہو گیا تھا۔ شلی اس بھی رونے لگی تھی جب اُسے لوہے کی سلاخوں دار دروازوں کے پیچھے لے جایا جا رہا تھا۔

"مجھے بھی نسوس ہے۔" فریدی نے کہا۔ "لیکن یہ ضروری ہے لڑکی سازش سے باخبر معلوم ہوتی۔"

فریدی خاموشی سے کار ڈرائیور کر رہا تھا اور سرجنٹ حمید کھڑکی سے سر ٹیکے ہوئے سوچا کی کوشش میں مصروف تھا۔ نیند سے بوجھل ذہن پر خوشی اور رنج کے رد عمل کا خیال ہی فضول۔

"ایک بات ابھی تک سمجھ میں نہ آئی۔" دفعتاً فریدی بولا اور حمید چونک کر اُس کی طر دیکھنے لگا۔ وہ اپنی نیند سے بوجھل آنکھوں کو زبردستی پھاڑنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"آخر وہ درجن کے مکان کے اندر پہنچا کیسے؟" فریدی نے کہا۔

"اوپری منزل کافی اونچائی پر ہے۔ صدر دروازہ اندر سے بند تھا۔ اُس کے علاوہ بھی کسی قسم کے امکانات کو نہیں چھوڑا۔ لیکن ابھی تک یہ بات نہ معلوم ہو سکی۔"

"ممکن ہے وہ باقاعدہ طور پر اندر گیا ہو۔" حمید نے کہا۔

"لیکن اُس کی واپسی پر صدر دروازہ اندر سے کس نے بند کیا۔ درجن مر چکا تھا اور کلاوتی اول پاگل تھی اور دوسرے وہ کمرہ مقفل تھا جس میں وہ پائی گئی تھی۔"

"ہیلی کوپٹر کے ذریعہ اُترا ہو گا۔" حمید نے کہا اور پھر آنکھیں بند کر لیں۔

فریدی تھوڑی دیر خاموش رہا پھر بولا۔ "آؤ چلو۔ لگے ہاتھ ساگر کی وہ قیام گاہ بھی دیکھ لیں کا پتہ شلی نے بتایا ہے۔"

"ضرور.... شیکھ.... دیکھ لیجئے۔" حمید آنکھیں بند کیے ہوئے بڑبڑایا۔

کیڈی سڑکوں پر دوڑ رہی تھی۔

"کیا سو گئے؟" فریدی نے حمید کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"شوہر بڑا مظلوم جانور ہے۔" حمید بڑبڑایا۔

"کیا بکتے ہو۔" فریدی بھنا کر بولا۔

"جی...!" حمید نے آنکھیں کھول دیں اور گھبرائی ہوئی نظروں سے چاروں طرف دیکھنے لگا۔

"میں بھی رات بھر جاگا ہوں۔" فریدی نے کہا۔

"ضرور جاگے ہوں گے۔ آپ کا ٹائپ دنیا سے نرالا ہے۔" حمید نے کہا اور پھر اونگھنے لگا۔

پرنس اسکوائر آ گیا تھا۔ فریدی نے کیڈی روک دی۔ حمید آنکھیں ملتا ہوا سیدھا ہو گیا۔

"کہاں پہنچے؟" اُس نے فریدی سے پوچھا۔

"جہنم میں....!" فریدی بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

"کب تک قیام رہے گا؟"

فریدی کوئی جواب دیئے بغیر آگے بڑھ گیا۔

پرنس اسکوائر ایک بہت بڑی عمارت تھی۔ اس میں درجنوں فلیٹ تھے۔ فریدی اور حمید ری منزل پر پہنچ کر داہنے ہاتھ کی طرف مڑ گئے۔ اس لائن کی تیسرے فلیٹ کے دروازے پر ایلیا۔ باسو" کے نام کی تختی لگی ہوئی تھی.... اور دروازہ باہر سے مقفل نہیں تھا۔ فریدی نے ٹی دی۔ اندر بھاری قدموں کی آوازیں سنائی دیں اور پھر دروازہ کھل گیا۔ ایک پستہ قد اور سیاہ آدمی کھلے ہوئے دروازے میں کھڑا انہیں گھور رہا تھا۔

"کیا ساگر صاحب تشریف رکھتے ہیں؟" فریدی نے پوچھا۔

"ساگر صاحب۔ کون ساگر صاحب؟ یہاں کوئی ساگر واگر نہیں رہتا۔"

"آپ کا کیا نام ہے؟" فریدی نے پوچھا۔

"کیوں؟" وہ فریدی کو غصیلی نظروں سے گھورنے لگا۔

فریدی نے جیب سے اپنا وزیٹنگ کارڈ نکال کر اُس کی طرف بڑھا دیا۔

"اوہ بابا.... پولیس....!" وہ آنکھیں پھاڑ کر بولا۔ "نہیں مسٹر! یہاں کوئی ساگر نہیں میں.... مسٹر.... ارے.... بی۔ ایل باسو ہوں۔"

ایک آدمی جو اُدھر سے گذر رہا تھا پولیس کا نام سن کر رک گیا۔ بی۔ ایل۔ باسو نے اُس کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "باجو والے بھائی سے پوچھ لیجئے۔ یہاں کوئی ساگر نہیں رہتا۔"

"نہیں رہتا۔" وہ دانت پیس کر بولا۔ "سالا بھیجا چاٹ گیا۔ تم بولتا ہے نہیں رہتا.... صاحب.... ہم سے بولا تھا۔ ہم باسو صاحب کا دوست ہے۔ سالا رات بھر ستار بجاتا چھوکریاں رکھتا تھا۔ سونے نہیں دیتا تھا.... سالا طبلہ بھی بجاتا تھا۔"

فریدی باسو کو گھورنے لگا۔

"بائی گاڈ.... ایشور کسم.... میں نہیں جانتا۔ ایک مہینے بعد آج ہی آیا ہوں یہاں" نے کہا۔

"تم تو نہیں تھا۔" پڑوسی نے کہا۔ "مگر اُس سالے کو یہاں ٹکا گیا تھا۔"

"میں نے کسی کو نہیں ٹکایا تھا۔ میں کسی ساگر کو نہیں جانتا۔"

"تم کہاں گئے تھے؟" فریدی نے پوچھا۔

"پاور ہاؤس میں اسسٹنٹ انجینئر ہوں۔ ایک مہینے کی چھٹی لے کر مدراس گیا تھا۔"

"اور تم نے اپنے فلیٹ کی کنجی کسی کو نہیں دی تھی؟"

"نہیں صاحب بالکل نہیں۔"

"اور جب تم گھر میں داخل ہوئے تو تمہیں کوئی تبدیلی نہیں محسوس ہوئی؟"

"بالکل نہیں.... جیسے میں چھوڑ گیا تھا ویسا ہی پایا۔"

"ساگر کا حلیہ کیا تھا....؟" فریدی نے باسو کے پڑوسی سے پوچھا۔

اس پر اُس نے وہی حلیہ بتایا جو وہ لوگ اب تک سنتے آئے تھے۔ پھر فریدی نے شلی

کر اُس کے متعلق سوالات کیے اور اُس کے جوابات سے اس بات کی تصدیق ہوگئی کہ شلی بھی اُس کے ساتھ تھی۔

"اس حلیئے کے کسی آدمی سے تمہاری جان پہچان ہے؟" فریدی نے باسو سے پوچھا۔

"نہیں صاحب، میں کسی آدمی کو نہیں جانتا جس کی ناک طوطے کی چونچ جیسی ہو۔"

"میں تمہارا گھر اندر سے دیکھنا چاہتا ہوں۔" فریدی نے کہا۔

"شوق سے آیئے۔ چلے آیئے۔ میں تنہا ہی رہتا ہوں۔"

فریدی اور حمید کافی دیر تک فلیٹ کا گوشہ گوشہ دیکھتے رہے لیکن کہیں کوئی خاص بات نہ معلوم ہوئی۔

اور پھر تھوڑی دیر بعد وہ تھکے ہارے گھر کی طرف جا رہے تھے۔ فریدی کا منہ لٹکا ہوا تھا.... اور حمید وہ ہر بات سے بے پروا بڑے آرٹسٹک انداز میں اونگھ رہا تھا۔ کبھی کبھی چونک کر ذرا سی آنکھیں کھولتا اور اُس کا سر پھر جھکولے لینے لگتا۔

گھر پر رمیش فریدی کا انتظار کر رہا تھا اور اُس نے وہ خبر سنائی کہ فریدی اچھل پڑا اور اس کیس کی گمشدہ کڑیاں بڑی سرعت سے خالی جگہوں کو پُر کرنے لگیں لیکن حمید پر کوئی خاص اثر نہ ہوا۔ وہ کھڑے کھڑے اونگھ رہا تھا۔

یہ کون؟

فریدی نے حمید کو غسل خانے میں دھکیل دیا۔ اُس کی طبیعت بُری طرح جھلائی ہوئی تھی۔ لیکن کرتا ہی کیا۔ بہر حال ٹھنڈے پانی سے غسل کر لینے کے بعد نیند اسی طرح غائب ہوگئی جیسے کبھی اُس کا وجود ہی نہ رہا ہو۔ سردیوں کے دنوں میں ٹھنڈا پانی کچھ ایسا ہی قاتل ہوتا ہے۔

اور پھر جب وہ دونوں گھر سے نکلے تو حمید کافی چاق و چوبند نظر آ رہا تھا۔

"اب کہاں؟" حمید نے پوچھا۔

"کیا تم واقعی اُس وقت سنجیدگی سے اونگھ رہے تھے جب رمیش نے ایک نئی اطلاع دی تھی۔" فریدی نے کہا۔

"میں صدقِ دل سے اونگھ رہا تھا جناب۔" حمید اپنے پائپ میں تمباکو بھرتا ہوا بولا۔

"رمیش نے بتایا ہے کہ پچھلی رات کو درجن کے گھر کے قریب بجلی گھر کا ایک ٹرک آیا تھا اور وہاں کے تاروں کی شاید کوئی خرابی درست کی گئی تھی۔"

"تو پھر.....؟"

"اوہ تم نہیں سمجھے۔ بجلی گھر کے ٹرکوں میں لکڑی کی سیڑھیاں فٹ ہوتی ہیں۔ کیا تم نے خیال نہیں کیا کہ درجن کے گھر کی ایک دیوار میں بجلی کے تاروں کا ایک بریکٹ لگا ہوا ہے۔ اس عمارت کے بوڑھے چوکیدار نے بتایا ہے کہ وہ ٹرک وہاں تقریباً ایک یا ڈیڑھ گھنٹے تک رکا تھا اور ایک آدمی سیڑھی سے دیوار پر چڑھ کر تار ٹھیک کرتا رہا تھا۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ فریدی چند لمحے خاموش رہنے کے بعد کہنے لگا۔

"ساگر بیڈن روڈ والے ہسپتال سے نو بجے فرار ہوا تھا اور تم یہ جانتے ہی ہو کہ پاور ہاؤز بھی گراؤنڈ سے نزدیک ہی ہے۔ اگر وہ وہاں سے ایک ٹرک لے کر درجن کے گھر تک آہستہ آہستہ بھی گیا ہوگا تو اُسے اس کام کیلئے کافی وقت مل گیا ہوگا۔ ہم لوگ وہاں تقریباً گیارہ بجے پہنچے تھے۔"

"تو پاور ہاؤز میں پتہ لگانے سے کیا ہوگا؟" حمید نے کہا۔ "ظاہر ہے کہ وہاں سے ٹرک چرا کر بھاگا ہوگا۔ میرے خیال سے تو ناکامی ہی ہوگی۔"

"شاید تم بھول رہے ہو کہ مسٹر بی۔ ایل باسو بھی پاور ہاؤز میں اسسٹنٹ انجینئر ہیں۔ وہ مسٹر باسو! جن کے فلیٹ پر ایک ماہ تک ایک ایسا آدمی قبضہ کئے رہا جو مسٹر باسو کیلئے بالکل اجنبی تھا۔"

حمید سوچ میں پڑ گیا۔

"حمید صاحب اس کیس میں سچ مچ مزا آرہا ہے۔" فریدی پھر بولا۔

"مجھے بھی مزہ آرہا ہے۔ اگر نمونیہ ہو گیا تو اور مزہ آئے گا۔ اگر مر گیا تو پھر مزہ ہی مزہ۔ قیامت تک چین کروں گا۔ ویسے مجھے اس کا افسوس ہے کہ کلاوتی سے ملاقات نہ کر سکا۔"

"اچھا ہی ہوا کہ تم نہیں تھے۔ ورنہ اڑی ہوئی ہیٹ پکڑنے دوڑتے۔ لیڈی جہانگیر والا یاد ہے نا.....؟"

پاور ہاؤز پہنچ کر وہ سیدھے چیف انجینئر کے کمرے میں چلے گئے۔ فریدی کا ملاقاتی کارڈ دیکھ کر وہ بہت تپاک سے ملا۔

"تشریف رکھئے۔" اُس نے قلم کو قلم دان میں رکھتے ہوئے کہا۔

"میں تھوڑی سی تکلیف دینا چاہتا ہوں۔" فریدی نے کہا۔

"فرمائیے۔"

"یہ معلوم کرنا ہے کہ کل رات کو نو بجے سے گیارہ بجے تک تاروں کی مرمت کرنے والے ٹرک کہاں کہاں گئے تھے۔"

"کوئی خاص بات.....؟" چیف انجینئر نے پوچھا۔

"جی ہاں۔"

"ٹھہریئے۔ میں بتاتا ہوں۔" اُس نے کہا اور میز پر رکھی ہوئی گھنٹی بجائی۔ چپراسی اندر داخل ہوا۔

"ٹرکوں والا رجسٹر لاؤ۔" اُس نے چپراسی سے کہا اور فریدی کی طرف سگرٹوں کا ڈبہ بڑھا دیا۔

"شکریہ...!" فریدی نے ایک سگریٹ نکال کر سلگاتے ہوئے کہا۔ "آج صبح بڑی سردی تھی۔"

"جی ہاں.... تھی تو.... ہوا ہی کرتی ہے۔" چیف انجینئر ہنسنے لگا۔

تھوڑی دیر بعد چپراسی رجسٹر لے کر واپس آگیا۔

چیف انجینئر نے رجسٹر دیکھ کر مایوسانہ انداز میں سر ہلا دیا۔

"نہیں جناب۔ کل رات کو اتفاق سے کہیں بھی کوئی ٹرک نہیں گیا۔"

"مگر مجھے تو اطلاع ملی ہے کہ کل رات کو سیتا بازار کے علاقے میں کوئی ٹرک گیا تھا۔" فریدی نے کہا۔

"مگر یہاں کوئی ریکارڈ نہیں ہے۔" چیف انجینئر بولا۔ "اکثر ڈرائیور اپنی ذاتی ضروریات کے سلسلے میں بھی ٹرک لے جاتے ہیں۔ مگر کوئی اس کا اعتراف نہ کرے گا۔"

"میں اعتراف کرا لوں گا۔" فریدی مسکراتا ہوا بولا۔ "کیا آپ براہِ کرم رات والے ڈیوٹی ڈرائیوروں کے نام لکھوا دیں گے؟ کیا میں یہ کاغذ لے سکتا ہوں؟ شکریہ.....!"

فریدی نے پیپر ویٹ کے نیچے دبے ہوئے کاغذوں میں سے ایک سادہ کاغذ نکال لیا۔ چیف انجینئر رجسٹر میں دیکھ دیکھ کر نام بولتا رہا اور فریدی لکھتا رہا۔ لیکن حمید فریدی میں ایک خاص قسم کی تبدیلی محسوس کر رہا تھا۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ آپے میں نہ ہو۔ اُس نے جلدی جلدی نام لکھے

اور کاغذ کو تہہ کر کے جیب میں رکھتا ہوا کھڑا ہو گیا۔

"اس تکلیف دہی کا بہت بہت شکریہ۔" اُس نے چیف انجینئر سے ہاتھ ملاتے ہوئے کہا
دونوں باہر نکل آئے۔ فریدی کی آنکھوں کی وہ خوفناک چمک بڑھتی جارہی تھی جو ایسے
موقعے پر دکھائی دیتی تھی جب اُس کے شکار تک اُس کا ہاتھ پہنچ چکا ہو۔

فریدی نے ڈرائیوروں سے سرسری طور پر پوچھ گچھ کی اور پھر وہ دونوں وہاں سے
چل پڑے۔ کار کی رفتار بہت تیز تھی۔ تھوڑی ہی دور چلنے کے بعد فریدی نے ایک ریستوران کے
سامنے کار روک دی۔

اور پھر وہ ایک کیبن میں بیٹھے ہوئے حیرت سے ایک دوسرے کی شکلیں دیکھ رہے تھے
حمید کو تو حیرت ہی تھی لیکن فریدی کی آنکھوں میں کچھ اور بھی تھا۔

"کیا سمجھے؟" وہ آہستہ سے بولا۔

"یہ سمجھا کہ ابھی اور دھکے کھانے پڑیں گے۔" حمید جھنجھلا کر بولا۔

"نہیں پیارے مجرم ہاتھ آ گیا۔"

"کہاں....؟" حمید اپنی جیبیں ٹٹولنے لگا۔

"کیا تم نے چیف انجینئر کو غور سے نہیں دیکھا؟" اُس نے جیب سے وہی کاغذ نکالتے ہوئے
کہا جس پر اُس نے ڈرائیوروں کے نام لکھے تھے۔ اُس نے اُسے میز پر رکھ دیا۔ لیکن اُس کی نظریں
ڈرائیوروں کے نام کے بجائے ایک ہلکے سے نیلے نشان پر تھیں۔ پھر اُس نے درجن والا کاغذ
نکالا اور اُس پر پڑے ہوئے سرخ نشان کو دوسرے کاغذ والے نیلے نشان سے ملانے لگا۔

"ٹھیک....!" وہ آہستہ سے بڑبڑایا۔ "اس میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا چیف انجینئر
ہی ہمارا شکار ہے۔"

"کمال کرتے ہیں آپ بھی بھلا کس طرح.... ساگر کا حلیہ!"

"ذرا تصور میں اُس کی ناک کی نوک ہونٹوں پر جھکا دو۔ کیا ساگر کا حلیہ سامنے نہیں آ
کشادہ پیشانی اور پتلے پتلے ہونٹ۔"

"تو کیا میک اپ؟"

"ہاں.... اور صرف ناک کا.... پلاسٹک میک اپ۔ اُسے نوکیلا بنا کر ہونٹوں پر جھکا

دیا اور پھر سب سے اہم بات تو یہ کہ دونوں نشانات مل گئے سر مو فرق نہیں۔"

"کیسے نشانات؟"

"یہ نشان.... درجن کے خط والا۔ روشنائی بھری ہوئی انگلی کا نشان۔ ابھی جب ہم اُس کے
کمرے میں پہنچے تھے تو وہ کچھ لکھ رہا تھا۔ قلم پکڑنے کا وہی انداز تھا جس سے بیچ کی انگلی میں ناخن کے
قریب سیاہی بھر جاتی ہے۔ جب اُس نے قلم رکھا.... تو میں نے دیکھا کہ اُس کی انگلی میں سیاہی بھری
ہوئی تھی اور اُس نے بے خیالی میں وہی انگلی اس سادے کاغذ پر رکھ کر اُس کی سیاہی خشک کرنے کی
کوشش کی تھی۔ لہٰذا میں نے جان بوجھ کر یہی کاغذ پیپر ویٹ کے نیچے سے نکال کر اُس پر نام لکھے۔"

"تب تو وہ مارا۔" حمید اپنی رانیں پیٹنے لگا۔

"بچپنا نہیں....!" فریدی ہونٹ سکوڑ کر بولا۔

انہوں نے جلدی جلدی چائے پی اور پھر پاور ہاؤز کی طرف چل پڑے اور اس بار وہ دروازے
پر دستک دیئے بغیر چیف انجینئر کے کمرے میں گھس گئے۔

"فرمایئے۔" وہ انہیں گھورتا ہوا بولا۔

"کوئی خاص بات نہیں۔" فریدی نے لاپروائی سے کہا۔ "ویسے میں یہ اطلاع دینے آیا ہوں
کہ درجن کی لاش کرسی کی سطح سے نو انچ اونچی تھی۔ اس لئے اُسے خودکشی نہیں کہا جا سکتا۔"

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔" چیف انجینئر کے لہجے میں حیرت تھی۔

"مطلب یہ کہ چالاک سے چالاک مجرم بھی ایک نہ ایک دن ضرور پکڑا جاتا ہے۔"

"اور جرم کی وجہ بھی معلوم کر لی جاتی ہے۔" چیف انجینئر مسکرا کر بولا۔

اُس کے ہاتھ میں ریوالور تھا اور وہ دونوں اس کی زد پر تھے۔ "لیکن پیارے سراغ رساں۔ یہ
تو سوچو کہ میں نے اتنے قتل کیوں کیے ہیں۔"

"وہ بعد کو سوچا جائے گا۔" فریدی لاپروائی سے بولا۔ "ریوالور جیب میں رکھ لو۔ باہر پولیس ہے۔"

"ہونے دو۔ مجھے اب کسی کی پرواہ نہیں.... لیکن وجہ جرم زندگی بھر نہ معلوم کر سکو گے۔
اتنا بتا سکتا ہوں کہ اصل نشانہ رمیش ہی تھا۔"

"کیوں؟ آخر اس کی وجہ۔ رمیش بڑا پیارا آدمی تھا۔" فریدی نے کہا۔ وہ دراصل اُسے باتوں
میں الجھا کر ریوالور چھین لینے کی فکر میں تھا۔

"پیارا آدمی تھا۔" چیف انجینئر نے دانت پیس کر دہرایا اور اُس کی آنکھیں سرخ ہو گئیں۔

"لیکن اُس کے اسسٹنٹ کو کیوں مارا....؟"

"محض یہ ظاہر کرنے کے لئے کہ فلم کی شوٹنگ رکوانا چاہتا تھا۔ میں پھر کہتا ہوں کہ میں نے اتنا ٹیڑھا راستہ اسی لئے اختیار کیا تھا کہ وجہ جرم کبھی منظر عام پر نہ آسکے۔"

"درجن سے وہ تحریر کس طرح لی تھی۔" فریدی نے پوچھا۔ لیکن ریوالور اب بھی اُس کی نظر میں تھا اور ساتھ ہی وہ یہ بھی محسوس کر رہا تھا کہ چیف انجینئر بھی اُس کی طرف سے غافل نہیں ہے۔ چیف انجینئر ہنسنے لگا۔

"میں نے اُسے دھوکا دیا تھا۔ شروع ہی سے وہ میرے لئے کام کر رہا تھا اور شروع ہی سے میری یہ اسکیم تھی کہ رمیش کے بعد اُسے اور شلی کو بھی ٹھکانے لگا دوں گا۔ لیکن بیچ میں کلاوتی آکودی۔ آخر اُسے بھی غائب کرنا پڑا۔ اور میں نے اُس پر اپنا ایک نسخہ آزما کر اُسے پاگل کر دیا۔ شلی پر بھی تجربہ کر رہا تھا۔ لیکن اُس پر اثر نہ ہوا بس اتنا ہی ہوتا تھا کہ جب اُسے ڈوز دیا جاتا تھا ایک ہسٹیریا قسم کا دورہ پڑ جاتا تھا اور وہ پھر ٹھیک ہو جاتی تھی۔"

"لیکن درجن کو دھوکا کس طرح دیا تھا؟" فریدی نے پوچھا۔ حمید بھی اسی تاک میں تھا کہ موقع ملتے ہی ریوالور پر ہاتھ ڈال دے۔

"میں نے جب دیکھا کہ شلی غائب ہو گئی تو یہی مناسب سمجھا کہ اب اس کیس کو فوراً ہی دوسرا ٹرن دے دوں۔ میں نے درجن کو کل حالات بتائے اور اُس سے کہا کہ میں یہ جرم ڈائریکٹر مسعود کے سر تھوپنا چاہتا ہوں اور ڈائریکٹر مسعود کا طرز تحریر اُس کے طرز تحریر سے ملتا جلتا تھا۔ اس کے لئے میں نے اُسے مسعود کی تحریر کا نمونہ دکھایا جو دراصل میں نے ہی لکھا تھا۔ میں شروع ہی سے درجن کے طرز تحریر کی نقل اتارنے کی کوشش کرتا رہا تھا کیونکہ میری اسکیم یہی تھی کہ اس سازش کے سارے مہروں کو ٹھکانے لگا دوں گا۔ لیکن افسوس جلدی میں کچھ حماقتیں کر بیٹھا۔ مگر مجھے کوئی غم نہیں۔ میرا مشن کامیاب ہو گیا۔ آج سے سات سال پہلے جس بات کا بیڑا اٹھایا تھا اُسے پورا کر دکھایا۔"

"لیکن رمیش کو تم ریوالور کا نشانہ بھی بنا سکتے تھے؟" فریدی نے کہا۔

"احتیاط۔ یہ سب کچھ میں نے اسی لئے کیا کہ مجھ پر پولیس کا ہاتھ نہ پڑ سکے۔ مگر اس کا مطلب نہیں کہ میں اپنی زندگی محفوظ رکھنے کے لئے اتنی احتیاط برتنا چاہتا تھا۔ نہیں پیارے سراغ

رساں ایسی بات نہیں۔ میری نظروں میں موت وحیات میں کوئی وقعت نہیں.... میں پولیس کے ہاتھوں میں پڑنے سے اس لئے ڈرتا تھا کہ وجہ جرم ظاہر ہو جائے گی اور وجہ جرم ظاہر ہونے کا نتیجہ یہ ہوتا کہ.... ایک بہت بڑا اور معزز خاندان تباہ ہو جاتا۔"

"لیکن تم نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ تم اس وقت پولیس کی دسترس سے باہر ہو۔" فریدی نے کہا۔

"جب تک میرے ہاتھ میں ریوالور ہے میں یہی سمجھوں گا۔ اچھا اپنے ہاتھ اوپر اٹھاؤ۔" چیف انجینئر نے کہا۔

حمید نے ہاتھ اٹھا دیئے لیکن فریدی بدستور کھڑا رہا۔

"تم بھی اٹھاؤ۔" اُس نے گرج کر کہا.... دفعتاً حمید نے بڑے زور سے چیخ ماری۔ انجینئر جھجک پڑا۔ بس ایک ہی پل کے لئے اُس کی نظریں اٹھیں تھیں کہ فریدی کا ہاتھ اُس کے ریوالور پر پڑ گیا۔ لیکن انجینئر کی گرفت بھی ڈھیلی نہیں تھی۔ وہ میز پر بایاں ہاتھ ٹیک کر اچھلا اور فریدی سمیت دوسری طرف فرش پر جا رہا۔

کمرے کے سامنے خاصی بھیڑ اکٹھا ہو گئی تھی۔ کچھ لوگوں نے اپنے چیف انجینئر کی مدد کے لئے کمرے میں گھسنا چاہا لیکن حمید نے انہیں روک دیا۔ انہیں روکنے کے لئے لفظ پولیس ہی کافی تھا۔ ادھر وہ دونوں فرش پر قلابازیاں کھا رہے تھے۔

دفعتاً ایک فائر ہوا اور فریدی اچھل کر الگ ہٹ گیا۔ گولی انجینئر کے نچلے جبڑے کو توڑتی ہوئی سر سے نکل گئی۔ شاید آدھے منٹ تک اُس کا جسم اینٹھتا رہا۔ پھر ٹھنڈا پڑ گیا۔

اور پھر یہ داستان اس طرح ختم ہوئی کہ آج تک نامکمل ہے۔ فریدی عرصہ تک اسی ادھیڑ بن میں رہا کہ وجہ جرم کیا تھی؟ اُس نے انجینئر کے خاندان والوں کا بھی پتہ لگا لیا۔ رمیش کے اعزہ سے بھی ملا جو ملک کے جنوبی حصے کے باشندے تھے۔ مگر وجہ جرم آج تک نہ ظاہر ہو سکی اور نہ یہی ثابت ہو سکا کہ اُسکے اور رمیش کے خاندانوں میں کبھی کوئی ایک دوسرے سے واقف رہا ہو۔

کلاوتی آج بھی پاگل خانے میں ہے اور شلی وہ اب پھر بملا ہو گئی ہے۔

ختم شد

جاسوسی دنیا نمبر 32

سیاہ پوش لٹیرا

(مکمل ناول)

مسخرہ بھیڑیا

پلازا تھیٹر ہال میں رستم و سہراب کا ڈرامہ ہو رہا تھا۔ ملک کے شمالی حصے کی ایک مشہور تھیٹریکل کمپنی نے جو ملک کا دورہ کر رہی تھی پلازا تھیٹر کا ہال کچھ دنوں کے لئے کرائے پر حاصل کرلیا تھا اور کئی دنوں سے اپنے کمالات کا مظاہرہ کر رہی تھی۔ اس دوران میں اس نے کئی ڈرامے اسٹیج کئے تھے جن میں رستم و سہراب بہت زیادہ مقبول ہوا تھا۔ لہٰذا آج جب کہ وہ اس شہر میں اپنا آخری پروگرام پیش کرنے جا رہی تھی پبلک کے اصرار پر اُسے "رستم و سہراب" ہی اسٹیج کرنا پڑا۔ ہال کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ پبلک آخری ایکٹ کا بے چینی سے انتظار کر رہی تھی۔ آخری ایکٹ جس میں رستم و سہراب کی جنگ تھی۔ باپ بیٹے کی لڑائی.... باپ بیٹے جو نادانستگی میں ایک دوسرے سے لڑ گئے تھے۔ وہ سہراب جو اپنے باپ کی تلاش میں نکلا تھا ایک سازش کا شکار ہو کر اپنے باپ سے لڑ پڑا تھا۔

آخری ایکٹ کے لئے پردہ اٹھا اور ہال تالیوں سے گونجنے لگا۔

میدان جنگ کا منظر تھا۔ اسٹیج کے داہنے سرے سے نوجوان سہراب روشنی میں آیا اور اس کی چنگھاڑتی ہوئی آواز ہال کی محدود فضا میں ارتعاش پیدا کرنے لگی۔

"ایرانیو! ہے کوئی تم میں ایسا جو افراسیاب کے ایک ادنیٰ غلام سے ٹکرا سکے۔ میں وہ ہوں جس نے اژدھوں کے کلے چیر کر رکھ دیئے ہیں۔ میں طوفان سے لڑا ہوں۔ میں نے دیوؤں کی

کھوپڑیاں توڑی ہیں۔ میری ایک ضرب پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کر کے رکھ دیتی ہے۔ آ، ...
سامنے۔ میں کوندے کی لپک ہوں.... میں زلزلہ ہوں.... میں طوفان ہوں.... میری ...
سے شیر اپنے غاروں میں جا چھپتے ہیں۔"

سہراب چنگھاڑتا رہا۔ پھر تماشائیوں کی نظریں رستم کے پر ہیبت چہرے کی طرف اٹھتی ...
اسٹیج کے بائیں گوشے سے آہستہ آہستہ روشنی میں آ رہا تھا۔

اسٹیج پر زہر سے ڈوبا ہوا ایک قہقہہ لہرایا۔

"ننھے بچے....!" رستم کی گھن گرج سنائی دی! بھاگ جا! شاید تیری ماں مر گئی ہے! ورنہ
تجھے ایرانیوں کے مقابلے پر آنے سے روک دیتی۔"

"تو کون ہے؟" سہراب نے حقارت سے پوچھا۔

"شہنشاہ کیکاؤس کا ایک ادنیٰ غلام.... ایران کا ایک معمولی سپاہی۔"

"جا کسی بڑے کو بھیج دے۔" سہراب نے حقارت سے کہا۔ "کسی معمولی آدمی کے بچوں
یتیم کرنے سے مجھے کیا فائدہ ہوگا۔"

"بڑے ہمیشہ بڑوں ہی کے مقابلہ پر آتے ہیں۔" رستم نے کہا۔ "چل حربہ کر! معصوموں
طرح شتر غمزے نہ دکھا۔"

"ہاتھی کو! مچھر کی بھنبھناہٹ پر غصہ نہیں آتا۔" سہراب مسکرا کر بولا۔ "جا میں تجھے معا
کرتا ہوں۔ ایران سے کہہ دے کہ سہراب کے مقابلے کے لئے اپنے رؤیں تنوں کو نکالے۔"

"چھوکرے! اجل تیرے سر پر ناچ رہی ہے۔"

"میں پھر سمجھاتا ہوں کہ میرے مقابلے کے لئے کسی بڑے کو بھیج!" سہراب بولا ورنہ
خود ہی گھس پڑوں گا۔ شہنشاہ افراسیاب کے مور چھل کے لئے مجھے کیکاؤس کی ڈاڑھی اکھاڑنی۔

"خاموش بے ادب" رستم نے تلوار کھینچ لی اور جھنجھلاہٹ میں وار کر بیٹھا.... سہر
اچھل کر ایک طرف ہٹ گیا اور اس نے بھی تلوار کھینچ لی۔

"چھوکریوں کی طرح ناچنے والے سنبھل....!" رستم نے دوسرا وار کیا۔

سہراب نے پھر خالی دے کر ہاتھ مارا۔ رستم نے اُس کی تلوار اپنی تلوار پر روک لی
سہراب کو ریلتا ہوا پیچھے کی طرف لے چلا۔ سہراب ایک جگہ رک کر زور کرنے لگا۔ پھر

جھل دے کر ایک طرف ہٹا.... تو رستم منہ کے بل نیچے چلا آیا۔ تماشائیوں نے قہقہہ لگایا۔

رستم اٹھا تو لیکن سہراب پر دوبارہ جھپٹنے کے بجائے تماشائیوں کی طرف منہ کر کے پلتھی مار
کر فرش پر بیٹھ گیا۔ لوگ ہنستے رہے۔ اچانک رستم نے بھی ہنسنا شروع کر دیا اور اس بُری طرح کہ
بھی پیٹ دباتا تھا اور کبھی پیٹھ۔ تماشائی حیران رہ گئے۔

اس سے پہلے جب یہ ڈرامہ اسٹیج ہوا تھا تو کوئی ایسی بات نہیں ہوئی تھی۔ سہراب الگ
آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اُسے دیکھنے لگا تھا.... پھر عجیب قسم کا ہنگامہ برپا ہو گیا.... تماشائیوں کے شور
میں پرومیٹر کی آواز دب کر رہ گئی جو اسٹیج کے داہنے گوشے سے رستم کو ماں بہن کی گالیاں دے رہا
تھا۔ مگر رستم کی ہنسی کسی طرح نہ رکی۔ پردہ کھینچوانے کی کوشش کی گئی اس وقت اس کمبخت کو بھی
نہ جانے کیا ہو گیا تھا۔ اپنی جگہ سے کھسکا ہی نہیں منتظمین کے ہاتھ پیر پھول گئے۔ ان کی سمجھ میں
نہیں آ رہا تھا کہ یک بیک یہ کیا ہو گیا اور وہ اب کیا کریں۔ رستم مجمع کو گھورتا ہوا کھڑا ہو گیا۔ اس
نے تلوار پھینک دی ایک ہاتھ سر پر رکھا اور دوسرا کمر پر رکھ کر ناچنے لگا۔ پھر اپنی بھاری اور بے
سری آواز میں گانا بھی شروع کر دیا۔

"ارے بلم ہرجائی.... بلم موہے چھیڑو نا.... سجن موہے چھیڑو نا.... آ.... آں۔"

پھر کسی نہ کسی طرح پردہ کھینچا گیا۔ اسٹیج کا ہنگامہ تو فرو ہو گیا۔ لیکن تماشائی ابھی تک شور
مچا رہے تھے۔ تقریباً دو منٹ تک یہی کیفیت رہی۔ پھر ایک پستہ قد آدمی ایک ہاتھ میں مائیک
لٹکائے ہوئے پردے سے باہر آیا۔

"خواتین و حضرات! ہمیں افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے کسی دشمن نے رستم کو
بھنگ پلا دی ہے۔"

قہقہوں سے پورا ہال گونج اٹھا۔ وہ کچھ اور بھی کہتا رہا۔ لیکن اس قدر شور ہو رہا تھا کہ مائیک کی
آواز بھی دب گئی تھی۔ پھر اچانک کسی نے اُس کے منہ پر کیلے کے چھلکے کھینچ مارے۔

"کسی گوشے میں کوئی عورت چیخی۔ اور پورے ہال میں اندھیرا ہو گیا۔ کرسیاں ٹوٹنے لگیں۔
لوگ اندھیرے میں ایک دوسرے پر گر پڑے۔ عورتیں چیختی رہیں۔"

گھونسوں اور تھپڑوں کی آوازیں بھی آ رہی تھیں۔ کئی منٹ تک یہ ہنگامہ جاری رہا۔ پھر کچھ
پولیس والے ٹارچیں روشن کئے ہوئے اندر داخل ہوئے۔

اسی کے ساتھ ہی ہال میں بھی روشنی ہو گئی۔ جو جہاں تھا وہیں تھم گیا نہ جانے کتنی کرسیاں چور ہو گئی تھیں۔ بہتیرے آدمیوں کے چہروں پر خون کی لکیریں تھیں۔ کئی عورتیں بیہوش پڑی ہوئی تھیں۔

دفعتاً باکس میں ایک عورت چیخنے لگی۔ "میرا ہار.... میرا ہار۔"

اور وہ عورتیں جو بیہوش پڑی تھیں انہوں نے بھی ہوش میں آتے ہی اپنے کسی نہ کسی زیور کا نام لے کر چیخنا شروع کیا۔

پولیس نے آناً فاناً سارے دروازے مقفل کرا دیئے۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ آج اس جگر لٹیرے کو پکڑ ہی لے گی جس نے پچھلے ایک ماہ سے سارے شہر میں طوفان بدتمیزی برپا کر رکھا تھا جہاں کوئی انوکھی ڈکیتی ہوتی پولیس کا خیال اُسی حیرت انگیز آدمی کی طرف جاتا۔ اب تک وہ شہر میں کئی بڑی وارداتیں کر چکا تھا۔ لیکن اسکا طریقہ کار ایسا تھا کہ سن کر بے اختیار ہنسی آجاتی تھی۔ شہر کے اخبارات اس کا تذکرہ مسخرے بھیڑیئے کے نام سے کرتے تھے۔ وہ انتہائی پھرتیلا اور چابک دست تھا۔ بات کی بات میں لوگوں کو اُلو بناتا اور اپنا اُلو سیدھا کر کے یہ جا وہ جا۔ نظروں سے غائب۔"

بعض لوگوں نے اس کی صرف جھلکیاں دیکھی تھیں! اُن کے بیان کے مطابق وہ سر سے لے کر پیر تک سیاہ تھا۔ سیاہ پتلون۔ سیاہ جیکٹ اور چہرہ بھی سیاہ۔ کچھ کا کہنا تھا کہ وہ اپنا چہرہ سیاہ نقاب سے چھپائے رہتا ہے اور کچھ کہتے تھے کہ اس کا چہرہ ہی سیاہ تھا اور چہرے کی سیاہی اس کے لباس کی سیاہی سے مختلف نہیں تھی۔

غرضیکہ جتنے منہ اتنی باتیں.... اور بیچاری پولیس.... اُسے تو ایک بار بھی اس کا تعاقب کرنے کا شرف نہیں حاصل ہو سکا تھا۔

اور پھر اُسے پولیس والوں کے لئے "ہوا" بننے میں دیر نہ لگی۔ پتہ کھڑکا اور بندہ بھڑکا والی مثل پولیس والوں پر صادق آگئی تھی۔ انہیں دن دہاڑے اس کے خواب آنے لگے تھے۔

اس وقت انہوں نے رستم کو بھنگ پلا دینے والا واقعہ سنا تو انہیں یہ یقین کر لینے میں دیر نہ لگی کہ یہ حرکت بھی اُس مسخرے بھیڑیئے کی ہے۔ آج سے چار دن قبل اُس نے اس سے بھی زیادہ مضحکہ خیز حرکت کی تھی۔

شہر کے ایک متمول تاجر کی لڑکی کی شادی تھی۔ بارات کی واپسی سے قبل ایک بڑے کمرے

جہیز کا سامان سجا دیا گیا تھا۔ رات کا وقت تھا کمرے میں بہت زیادہ پاور والے بلب روشن تھے۔ مہمانوں کا مجمع جہیز کا دیدار کر ہی رہا تھا کہ اچانک تیس چالیس فاختائیں پر پھڑ پھڑاتی ہوئی مہمانوں پر ٹوٹ پڑیں۔ بھلا بجلی کی روشنی میں چندھیائے ہوئے پرندے یہ کب دیکھتے ہیں کہ ان کا مقابل کوئی سیٹھ ہے یا ساہوکار، بیرسٹر ہے یا پروفیسر، کوئی شریف شہری ہے یا حاکم وقت۔ حال بھگدڑ پڑ گئی بمشکل تمام اُن فاختاؤں کو باہر نکالا گیا اور پھر جب لوگوں کو ہوش آیا تو معلوم ہوا کہ خلیل خاں اپنا کام کر گئے۔ یعنی زیورات کا ڈبہ غائب تھا۔

تفتیش کرنے پر اتنا ہی معلوم ہو سکا کہ ایک آدمی جس نے بجلی گھر کے مستریوں جیسا لباس پہن رکھا تھا اپنے کاندھے پر ایک بہت بڑا تھیلا لادے ہوئے جہیز کے کمرے کی طرف گیا تھا چونکہ شادی کے سلسلے میں پورا گھر بجلی کے رنگین قمقموں سے سجایا گیا تھا اس لئے کسی کو اس پر شبہ نہیں ہوا تھا۔ دیکھنے والے یہی سمجھے کہ وہ الیکٹرک کمپنی کا مستری ہی ہوگا۔ لیکن یہ بات اُن کے فرشتوں کو بھی نہیں سوجھ سکتی تھی کہ اُس کی پیٹھ پر لدے ہوئے تھیلے میں بجلی کے تاروں کی بجائے فاختائیں ہوں گی۔

یہی نہیں.... کئی اور بھی ایسے ہی مضحکہ خیز واقعات شہر میں ظہور پذیر ہوئے تھے۔ ان دنوں ہر سوسائٹی میں وہ دیدہ دلیر مسخرہ موضوع گفتگو بنا رہا تھا۔ اخبارات اس کے متعلق نت نئی کہانیاں تراشتے تھے اور وہ صحیح معنوں میں پبلک کا ہیرو بن کر رہ گیا تھا۔ پبلک کی اُس سے ہمدردی کی ایک وجہ اور بھی تھی وہ یہ کہ اب تک اُس نے کوئی خون نہیں کیا تھا۔ وہ تو چھلاوا تھا چھلاوا ادھر آیا اُدھر گیا۔ لہٰذا لکیر پیٹنے والوں کو کیا ضرر؟

ہاں تو پلازا تھیٹر کے سارے دروازے مقفل کرا دیئے گئے۔ پولیس افسر نے اعلان کر دیا کہ کوئی اپنی جگہ سے نہ ہلے۔ منیجر نے اپنی بہتری اسی میں دیکھی کہ پولیس آفیسر ہی سے اس کا بھی اعلان کرا دے کہ اب بقیہ ڈرامہ نہ پیش کیا جا سکے گا۔ یہ سب کچھ تو ہوا لیکن خود پولیس آفیسر کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس کا دوسرا اقدام کیا ہونا چاہیے۔ ظاہر ہے کہ وہ اتنے بڑے مجمع میں کسے پکڑتا۔ اس حیرت انگیز لٹیرے کی شخصیت ابھی تک راز تھی۔ اگر وہ محض شہرت پائی ہوئی علامات کا سہارا لیتا تو اُسے کم از کم پچاس آدمیوں کو تو ضرور ہی حراست میں لینا پڑتا۔ کیونکہ سردیوں کا زمانہ تھا اس لئے بہتیرے فوجی سیاہ جیکٹوں سیاہ پتلونوں اور سفید دستانوں میں نظر آ رہے تھے۔ رہ

گئی رو سیاہیتو اُس کا دور دور تک پتہ نہیں تھا۔ یوں تو ہال میں سینکڑوں ہی کلوٹے رہے ہوں گے
وہ خاص قسم کی روایتی سیاہی کسی کے چہرے پر نہیں تھی۔ ویسے اگر پولیس ان کلوٹوں کو
شروع کر دیتی تو نہ جانے کتنے مصنف شاعر افسانہ نگار اور آرٹسٹ قسم کے بے ضرر لوگ حوا
میں پہنچ جاتے۔

بڑی دیر بعد یہ بات پولیس آفیسر کی سمجھ میں آئی کہ ہال کا صرف ایک دروازہ کھولا ج
اور لوگ ایک ایک کر کے باہر نکلیں۔ باہر کھڑے ہوئے پولیس کانسٹیبل اُنکی تلاشیاں لیتے جائ
تماشائیوں نے یہ تجویز سنی تو الف ہوگئے۔ لیکن حکم حاکم مرگ مفاجات۔ کان دبان
پڑے۔ اس طرح ہال خالی ہونے میں تقریباً تین گھنٹے گذر گئے۔ لیکن لوٹے ہوئے زیورات
کے پاس سے برآمد نہ ہوئے۔

اس سے فرصت پا کر پولیس آفیسر تھیٹریکل کمپنی کے اداکاروں کی طرف متوجہ ہوا۔ ر
نشہ کم ہو گیا تھا اور وہ اپنی حرکت پر سخت شرمندہ تھا۔ لیکن قصور اس بیچارے کا نہیں تھا۔

"تم نے بھنگ کیوں پی تھی۔" پولیس آفیسر نے ڈپٹ کر پوچھا۔

"جناب والا مجھے علم نہیں تھا کہ میں بھنگ پی رہا ہوں۔ میں تو اُسے کولڈ ڈرنک سمجھ کر پی گیا تھا

"کہاں سے آیا تھا۔"

"منیجر صاحب نے بھجوایا تھا۔"

"میں۔...... نہیں تو۔" پستہ قد منیجر اچھل کر بولا۔ "میں کیا جانوں۔"

"کون لایا تھا۔"

"مس زرینہ....!"

"مس زرینہ کون ہے؟" پولیس آفیسر نے اپنے گرد کھڑے ہوئے اداکاروں کو تیز نظ
سے دیکھ کر پوچھا۔

"جی میں ہوں۔" ایک خوبصورت سی لڑکی آہستہ سے بولی۔

"کیوں....؟"

"مجھ سے یہی کہا گیا تھا کہ وہ مسٹر اشرف کے لئے ہے۔"

"کس نے کہا تھا؟"

"میں اس کا نام نہیں جانتی۔ پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ بہر حال وہ منیجر صاحب کے کمرے ہی
رف سے آیا تھا۔"

"کیسا تھا....اس کا حلیہ؟"

"گھنی ڈاڑھی تھی اور اس نے سیاہ جیکٹ اور سیاہ پتلون پہن رکھی تھی۔ ہاتھوں میں سفید
انے تھے۔"

"اوہ....!" پولیس آفیسر پیر پٹخ کر بولا۔ "پہلے کیوں نہیں بتایا تم نے۔"

"کسی نے پوچھا ہی نہیں۔ میں سمجھی تھی کہ شاید مسٹر اشرف نے خود ہی کولڈ ڈرنک منگوایا تھا۔"

یہ گفتگو اسٹیج کے پیچھے گرین روم میں ہو رہی تھی۔ سارے ایکٹر اور پولیس والے وہیں اکٹھے
۔ دفعتاً ہال میں کسی کی چیخ سنائی دی۔ کوئی متواتر چیخے جا رہا تھا۔ پولیس والے دوڑ پڑے۔ انہیں
یں اپنی ہی برادری کا ایک آدمی دکھائی دیا۔ یعنی ایک کانسٹیبل جو ایک ستون سے چمٹا ہوا بُری
ح چیخ رہا تھا۔ اس کا منہ ستون ہی کی طرف تھا اور ایک لمبی سی چھری اس کی گردن میں چبھی
ئی تھی۔ جس کا دوسرا سرا دو کرسیوں کے درمیان میں پھنسا دیا گیا تھا۔

"یہ کیا حرکت....؟" پولیس آفیسر حلق پھاڑ کر چیخا اور ستون میں چمٹا ہوا کانسٹیبل گھبرا کر
ٹ پڑا۔

"ارے آپ....وہ....وہ....!" کانسٹیبل ہکلایا۔

"کیا بکتے ہو۔"

"جی ہاں....وہ لے گیا۔ سارے زیورات یہاں تھے۔" اس نے کوڑے کرکٹ کے ڈبے کی
رف اشارہ کیا۔ "میں نے چاہا کہ اُسے پکڑلوں لیکن اُس نے پستول نکال لیا۔ مجھ سے کہا کہ ستون سے
ٹ جاؤ۔ پھر میری گردن پر پستول کی نال رکھ دی اور کہا کہ اگر یہاں سے ہٹے تو گولی مار دوں گا۔"

"ابے یہ پستول ہے۔" پولیس آفیسر نے چھری کی طرف دیکھ کر کہا۔

"مگر حضور! اُس نے پستول ہی....!"

"خاموش رہو۔ گدھے کہیں کے۔" پولیس آفیسر گرجا۔ "کدھر گیا وہ۔"

"حضور میری گردن پر تو....!"

"بکواس بند کرو۔" پولیس آفیسر آپے سے باہر ہو گیا۔ پھر اُس نے بقیہ کانسٹیبل کو للکارا۔

"تلاش کرو۔"

کانسٹیبل بے تحاشہ اِدھر اُدھر دوڑنے لگے۔

"تم خود کو معطل سمجھو۔" پولیس آفیسر نے مظلوم کانسٹیبل سے کہا۔

"نہیں.... نہیں.... سرکار میں بے قصور ہوں۔"

"بے قصور کے بچے! وہ محض تیری وجہ سے نکل گیا۔"

"حضور میری پستول پر گردن....!"

"شٹ اپ....!" پولیس آفیسر کی آواز کئی حصوں میں تقسیم ہو گئی۔

نقلی ہیرے

سرجنٹ حمید صبح ہی سے انسپکٹر فریدی کی ناک میں دم کیے ہوئے تھا۔ اتوار کا دن تھا۔ فر
نے ناشتہ کرکے لائبریری کی راہ لی تھی۔ سرجنٹ حمید جسے مطالعہ سے ازلی بیر تھا اس حرکت کو کسی طرح برداشت نہ کر سکا۔ اس نے سوچا کہ جھنجھلانا اور تاؤ کھانا بیکار ہے۔ کیوں نہ وہ بھی آ
مطالعہ شروع کر دے۔ وہ اسی کے پیچھے پیچھے ہی لائبریری میں گھسا۔

فریدی نے اپنی مخصوص آرام کرسی پر لیٹ کر ایک کتاب کھول لی۔ حمید اُس الماری کے قریب آ کر رک گیا جس میں ریاضی کی کتابیں تھیں۔ اُس نے ارتھمیٹک کی ایک کتاب نکالی پر سے سادے کاغذ اٹھائے اور ایک جگہ جم گیا۔ یہ کتاب فریدی کے زمانہ طالب علمی سے رکھتی تھی۔ فریدی نے اس زمانے کی ساری کتابیں بڑی احتیاط سے رکھ چھوڑی تھیں۔ ان
"الف سے اُلو" والی کتاب سے لے کر اُس وقت تک کی کتابیں پائی جاتی تھیں جب وہ ایم
کر لینے کے بعد آکسفورڈ یونیورسٹی میں جرائم پر ریسرچ کر رہا تھا۔

سرجنٹ حمید نے کتاب کھولی اور اس طرح سر ہلا ہلا کر کاغذ پر پنسل گھسنے لگا جیسے سچ مچ مشکل سوال حل کر رہا ہو۔ کبھی کبھی وہ ناک پر پنسل کی نوک رکھ کر کچھ سوچنے لگتا تھا۔ دفعتاً
نے فریدی کو مخاطب کیا۔

"ذرا یہ سوال تو بتائیے گا.... اگر باپ کی عمر بیٹے کی بیوی کی عمر کی چوگنی ہو تو بیٹے کی ع

جبکہ باپ اور بیٹے کی عمر کا تناسب بیوی اور بیٹے کی عمر کے تناسب کے برابر ہو لیکن حقیقتاً ایسا نہ ہو۔"

فریدی اسے چند لمحے گھورتا رہا پھر بولا۔ "نکل جاؤ یہاں سے۔"

حمید بدستور ناک پر پنسل کی نوک رکھے خلا میں نظریں جمائے رہا۔ اُس نے ایک بار بھی فریدی کی طرف دیکھنے کی زحمت گوارا نہ کی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے اُس نے فریدی کا جملہ سنا ہی نہ ہو۔ فریدی بے اختیار مسکرا پڑا۔ وہ اُسے دیکھتا رہا۔

حمید نے پنسل کی نوک ناک پر سے ہٹا کر کان میں ڈالی اور اسے آہستہ آہستہ گھمانے لگا۔ پھر اس نے رافیل کی پینٹنگ پر نظریں جمائے ہوئے پائپ کے تمباکو کے ڈبے سے ایک چٹکی تمباکو نکال کر منہ میں ڈال لی۔ فریدی ہنس پڑا۔ لیکن حمید چونکا تک نہیں۔ اس کی سنجیدگی بدستور قائم تھی۔ تھوڑی دیر بعد اُس نے تمباکو کی کڑواہٹ کی وجہ سے بُرا سا منہ بنایا اور فریدی کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

"کیا میں نے پچھلی رات کو کونین کھائی تھی۔"

"گھونسہ کھاؤ گے اب تم۔ نکل جاؤ یہاں سے۔"

"اچھا دوسرا سوال بتا دیجئے۔" حمید نے سنجیدگی سے کہا۔ "کسی چار ہزار مکعب گز کمرے کا پلاسٹر اکھاڑنے میں کتنا وقت صرف ہو گا جب کہ سترہ مکعب فٹ پلاسٹر اکھاڑنے میں کوئی وقت ہی نہیں صرف ہوتا۔"

"خدا کے لئے مت بور کرو۔"

"مکعب کسے کہتے ہیں۔"

"میں گردن دبا کر مار ڈالوں گا۔" فریدی جھنجھلا گیا۔

"ایک آدمی کی گردن سولہ انچ موٹی ہے اور ایک انچ دبانے میں دو پونڈ قوت صرف ہوتی ہے تو سولہ انچ دبانے میں کتنی قوت صرف ہو گی۔ جواب روپے آنے اور پائی میں نکالو۔"

"آخر چاہتے کیا ہو۔"

"میں چاہتا ہوں کہ آپ کتاب بند کر دیں۔ کتاب سے باہر کی دنیا بڑی حسین ہے۔"

"کیوں جھک مار رہے ہو۔ میں نے تمہیں کسی بات سے تو روکا نہیں۔" فریدی نے جھنجھلا کر کہا۔

"میرے لئے یہی کوفت کیا کم ہے کہ کتابیں آپ کو چاٹے ڈال رہی ہیں۔"

فریدی چند لمحے اُسے گھورتا رہا پھر بولا۔

"لغویت چھوڑو۔ ویسے کیا تمہیں اس وقت فرصت ہے۔"

"کیوں؟"

"میرا ایک کام کردو؟"

"ٹالنا چاہتے ہیں آپ مجھے! یقین رکھئے کہ میں نہیں پڑھنے دوں گا۔"

"خیر میں مجبور نہیں کروں گا۔" فریدی نے بُرا سا منہ بنا کر کہا اور پھر پڑھنے لگا۔

حمید نے کتاب بند کر کے شیلف میں لگا دی اور پائپ میں تمباکو بھرتا ہوا بولا۔ "کیا کام تھا۔"

"کچھ نہیں....!" فریدی نے کتاب پر سے نظریں ہٹائے بغیر کہا۔

"اچھا تو پھر.... آٹھ بارہ، سولہ اور بیس کا عادِ اعظم مشترک نکالئے.... جواب من بر چھٹانک میں چاہیے۔ فری پاس اور کنسیشن بالکل بند رہے گا۔"

فریدی کچھ نہیں بولا۔ لیکن اُس کے چہرے سے جھنجھلاہٹ کے آثار بدستور قائم تھے۔

"تو نہیں بتائیں گے آپ کام....!" حمید نے پوچھا۔

"نہیں....!"

"اچھا تو پھر ایک سوال ہی بتا دیجئے۔"

"بھاگ جاؤ سور!" فریدی جھلا کر کھڑا ہو گیا۔

حمید جھک کر میزوں اور کرسیوں کے نیچے دیکھنے لگا۔ پھر سیدھا کھڑا ہو کر مایوسانہ انداز میں سر ہلاتا ہوا بولا۔ "شائد بھاگ گیا سور۔"

فریدی بڑبڑاتا ہوا لائبریری سے چلا گیا۔ اسی کے ساتھ حمید بھی باہر نکلا۔

فون کی گھنٹی بجی۔ فریدی نے ریسیور اٹھا لیا اور "ہیلو! ہاں! بھئی میں کیا بتاؤں سخت عدیم الفرصت ہوں.... لیکن ٹھہرو۔ میں کسی کو بھیجتا ہوں۔ پولیس میں تو رپورٹ ہو گی ہی.... اچھا.... اچھا.... مجھے کل ہی معلوم ہوا تھا.... لیکن بتایا نا کہ آج کل بہت مشغول ہوں۔"

فریدی ریسیور رکھ کر اپنے کمرے میں چلا گیا۔ لیکن حمید شائد آج پٹنا ہی چاہتا تھا۔ اس کی ناک بھی اُدھر ہی گھوم گئی۔ لیکن خلاف توقع فریدی کا موڈ بدل ہی گیا تھا۔ اُس نے حمید کو بڑے پیار سے مخاطب کر کے کہا۔

"حمید میاں سلمہ! ظاہر ہے کہ میرے بعد میری جائیداد کے وارث تم ہی ہو گے۔"

"بجا ارشاد ہوا قبلہ و کعبہ۔" حمید قدرے جھک کر بولا۔ "کہاں بھیجنے کا ارادہ ہے۔"

"بری جگہ نہیں ہے۔ تم یقیناً پسند کرو گے۔"

"کام کی نوعیت! پیر و مرشد۔"

"رابعہ نکہت کو جانتے ہو۔" فریدی نے پوچھا۔

"وہی نک چڑھی جو تمباکو کے دھوئیں سے نفرت کرتی ہے۔" حمید بولا۔

"مجھے نہیں معلوم۔ میں تو اُس سے صرف ایک ہی بار ملا ہوں۔" فریدی نے کہا۔

"فرگوسن کے جنرل منیجر کی لڑکی ہے۔"

"جی ہاں! میں جانتا ہوں فرمائیے۔"

"وہ کسی معاملے میں میرا مشورہ چاہتی ہے۔" فریدی نے کہا۔

"میں وہ معاملہ بھی جانتا ہوں۔ آپ کو شاید یہ نہیں معلوم کہ آج کل پھر میں باقاعدہ اخبار ...نے لگا ہوں۔"

"ہوں! اچھا کیا سمجھے۔" فریدی سگار سلگاتا ہوا بولا۔

"پلازا تھیٹر والے واقعے میں اُسے بھی چوٹ ہوئی تھی۔ اس کا ہار۔"

"ٹھیک.... وہ بُری طرح سر ہو گئی ہے۔" فریدی نے کہا۔ "ملنے کے لئے وقت مانگ رہی ...کل سے پیچھے پڑی ہوئی ہے۔ میرا خیال ہے کہ تم اُس سے مل لو۔"

"مجھے نک چڑھی لڑکیوں سے کوئی دلچسپی نہیں۔ آپ اُسے ٹال ہی کیوں نہیں دیتے۔"

"اف فوہ! یہ ٹالنا نہیں تو اور کیا ہے۔ میں ایک بار مل کر اس کی رام کہانی سن لوں۔ ظاہر ہے ...اس معاملے میں ہاتھ نہیں ڈالوں گا۔"

"کیوں....؟"

"بھئی مجھے اس لٹیرے کے معاملے میں کوئی الجھاوا نظر نہیں آتا۔ بس ذرا پھرتیلا ہے سول ...آپ سنبھال لے گی۔"

"مگر میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ اس کا کیس ہمارے یہاں آنے ہی والا ہے۔"

"ہو گا....! ایک میں ہی تو نہیں۔ اور بھی ہیں۔"

"بہر حال یہ ماننا پڑے گا کہ ہے بڑا شاطر۔"

"ہے تو۔"

"تو اس سے میں کیا کہوں گا۔" حمید نے پوچھا۔

"موقعے پر جو سوجھ جائے۔"

حمید نے لباس تبدیل کیا۔ گیراج سے کیڈی نکالی اور چل پڑا۔ وہ رابعہ نکہت کی ٹھوڑی متعلق سوچ رہا تھا۔ جس کے درمیانی گڑھے میں بڑی سیکس اپیل تھی اور اُسے اس کے گداز بھی یاد آرہے تھے جس پر سنہرے رنگ کے ننھے ننھے روئیں تھے اور پیروں کے انگوٹھو بناوٹ کا خیال تو اس کی ریڑھ کی ہڈی میں گدگداہٹ سی پیدا کرنے لگا تھا۔

مگر وہ ذرا بد مزاج تھی۔ غصے کی حالت میں اُس کے ہونٹ کھل جاتے تھے اور وہ پہلے بھی زیادہ حسین نظر آنے لگتی تھی۔ حمید نے اُسے اکثر شہر کی مشہور تفریح گاہوں میں دیکھا اُس کے متعلق یہ رائے قائم کی تھی کہ وہ بہت مغرور ہے۔ اپنے ایک مخصوص حلقہ احباب آگے نہیں بڑھتی تھی اور شائد اُن سے بھی اتنی بے تکلف نہیں تھی کہ کوئی اسے "تم" مخاطب کر سکے۔ بہر حال آج وہ اُسے بہت زیادہ قریب سے دیکھنے جا رہا تھا۔

رابعہ نے اس کا استقبال بڑے مایوسانہ انداز میں کیا۔ حمید کو یہ بات بہت کھلی لیکن موقع کا منتظر رہا۔

"کیا فریدی صاحب اتنے ہی مشغول ہیں کہ مجھے پندرہ منٹ بھی نہیں دے سکتے۔" نے کہا۔

"میرے خیال سے ضرور یہی بات ہے۔" حمید بولا۔

"لیکن معاملہ بہت پیچیدہ ہے۔"

"ہو سکتا ہے۔" حمید نے خشک لہجے میں کہا۔ "لیکن میری آمد میں فریدی صاحب کا اع شامل ہے۔"

"اوہو! میرا یہ مطلب نہیں تھا۔" وہ جلدی سے بولی۔

"غالباً معاملہ اسی ہار کا ہے۔" حمید نے کہا۔ "پلازا تھیٹر والی ڈکیتی کا شکار آپ بھی ہوئی تھ"

"جی ہاں۔ آپ نے اخبارات میں پڑھا ہی ہوگا۔ پولیس نے میرا بیان بھی لکھ لیا ہے؟"

"اور میرا خیال ہے کہ اس میں ذرہ برابر بھی پیچیدگی نہیں۔"

"قطعی نہیں۔" رابعہ نے سر ہلا دیا۔

"پھر.....!"

"ٹھہریے! میں وہ ہار لاتی ہوں۔"

"جی.....!" حمید چونک پڑا۔ "کیا مطلب۔"

"ابھی آئی۔"

رابعہ چلی گئی اور حمید سوچ میں پڑ گیا۔ کسی نے اس کا ہار اتار لیا تھا اور وہ ہار لینے گئی ہے۔ یہ س قسم کی پیچیدگی ہو سکتی ہے۔ کیا واقعی کوئی پیچیدگی ہو گئی ہے۔ پہلے تو حمید سمجھا تھا کہ وہ اسی ہانے سے فریدی سے رومان لڑانا چاہتی ہے۔"

رابعہ واپس آگئی اُس کے ہاتھ میں ایک ہار تھا۔ ہیروں کا ہار جس کی چمک آنکھوں میں خیرگی پیدا کر رہی تھی۔

"یہ ہار اس خط سمیت کل واپس آگیا ہے۔" اس نے ہار اور خط حمید کی طرف بڑھا دیئے۔

حمید خط پڑھنے لگا۔

"محترمہ!

بُری بات ہے۔ مجھے تو اس میں کہیں بھی وہ ہیرا نظر نہ آیا جس کے متعلق مشہور تھا کہ وہ تاریخی حیثیت رکھتا ہے۔ وہ کیا اس میں ایک بھی ہیرا نہیں۔ پورا ہار امیٹیشن کا ہے۔ لیکن امیٹیشن اعلیٰ قسم کا ہے۔ کوئی ماہر ہی اسے پرکھ سکے گا۔ بہر حال آپ کا ہار شکریئے کے ساتھ واپس کیا جا رہا ہے۔ اس کی تاریخی اہمیت کا پروپیگنڈہ کر کے دل بہلاتی رہیئے۔ آپ کا مخلص

سیاہ پوش"

حمید نے خط ختم کر کے جواب طلب نظروں سے رابعہ کی طرف دیکھا۔

"اگر یہ امیٹیشن ہے تو ضرور بدلا گیا ہے۔" رابعہ بولی۔ "اب سے تین ماہ قبل یہیں کا ایک مشہور جوہری اسے دیکھنے کے لئے آیا تھا اور اس نے اس بات کی تصدیق کی تھی کہ سارے ہیرے اعلیٰ قسم کے ہیں۔"

"آپ نے کل کے بعد بھی اسے کہیں پرکھوایا۔" حمید نے پوچھا۔

"جی ہاں! اسی جوہری نے اب یہ کہہ دیا ہے کہ یہ سچ مچ امیٹیشن کا ہے۔"

"کون لایا تھا اسے۔"

"ایک لڑکا جس نے اس مردود کی شکل اچھی طرح نہیں دیکھی تھی۔ ویسے اس کا بیان ہے کہ اُس کے چہرے پر گھنی ڈاڑھی تھی۔"

"آپ نے پولیس کو اس واقعے کی بھی اطلاع دی یا نہیں۔"

"جی نہیں۔"

"کیوں؟"

"عجیب الجھن ہے۔ بات یہ ہے کہ ہمارے خاندان والے اس ہار کے متعلق بہت بڑی بڑی باتیں کر چکے ہیں۔ اب اس طرح امیٹیشن ثابت ہو جانا بڑی سبکی کی بات ہوئی۔"

"ہوں! ٹھیک ہے!" حمید کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "یہ بھی تو سوچئے کہ اُس مردود نے اس قسم کی حرکت شائد پہلی بار کی ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ اس نے بدل لیا تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کی ضرورت ہی کیا تھی۔ ہار تو وہ لے ہی گیا تھا۔"

"آپ ٹھیک کہتی ہیں۔" حمید کچھ سوچتا ہوا بولا۔

"ڈیڈی انگلینڈ میں ہیں۔ انہیں شائد ہار کے غائب ہو جانے کا اتنا ملال نہ ہوتا جتنا اس بات پر ہوگا کہ اُسے نقلی قرار دے کر واپس کر دیا گیا۔"

"ہوں.... اور.... ہو سکتا ہے کہ کسی نے یہیں اسے بدل دیا ہو۔"

"یہ بھی ناممکن ہے۔ کیونکہ یہ یا تو میری گردن میں رہتا ہے یا سیف میں.... کنجی میرے ڈیڈی کے پاس رہتی ہے۔"

"دنیا میں شائد ہی کوئی ایسا سیف ہے جسے کنجی کے بغیر نہ کھولا جا سکے۔"

"بہر حال یہی وہ الجھاوا ہے جس کے لئے میں فریدی صاحب کا تھوڑا وقت لینا چاہتی تھی۔"

"اگر میں ہی اس مسئلے کو حل کر دوں تو۔"

"اپنی خوش نصیبی سمجھوں گی۔"

"اچھا تو اسے اپنے ساتھ لئے جا رہا ہوں۔"

"بہتر ہے۔ لیکن میں نہیں چاہتی کہ یہ بات مشہور ہو۔"

"مطمئن رہئے۔ ایسی کوئی بات نہیں ہوگی۔" حمید نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "گھر کے نوکروں کو تو اس کا علم ہو ہی گیا ہوگا۔"

"جی نہیں۔ کسی کو نہیں معلوم۔"

"یہ بہت اچھا ہے۔ میں شام کو آپ سے پھر ملوں گا۔"

"تکلیف کا بہت بہت شکریہ۔"

"کوئی بات نہیں۔"

حمید الجھن میں پڑ گیا تھا۔ واپسی میں اُس نے کیڈی کو کوتوالی کی طرف موڑ دی۔ وہ اس بات کو چیک کرنا چاہتا تھا کہ پلازا تھیٹر میں لٹنے والی عورتوں میں سے کسی اور کو بھی تو انہیں حالات سے دوچار نہیں ہونا پڑا تھا۔ اس کا پتہ لگانا بہت ضروری تھا۔ اگر اس قسم کا کوئی دوسرا واقعہ بھی ہوا ہے تب تو اُس لٹیرے کا طریقہ کار یہی رہا ہوگا۔

چڑچڑا شوہر

کوتوالی سے حمید نے اُن عورتوں کے پتے حاصل کئے جو پلازا تھیٹر والی ڈکیتی کا شکار ہوئی تھیں اور پھر یکے بعد دیگرے اُن سے ملتا پھرا لیکن ان میں سے کسی کے ساتھ بھی یہ واقعہ پیش نہ آیا تھا۔ جس سے رابعہ دوچار تھی۔ لسٹ پر صرف ایک نام اور باقی رہ گیا تھا۔ حمید نے سوچا دردسری فضول ہے۔ لیکن پھر کسی خیال کے تحت چل پڑا۔

نعمان منزل ریلوے اسٹیشن کے قریب واقع تھی اور اُس علاقے کی اُن چند عمارتوں میں سے تھی جنہیں شاندار کہا جا سکتا تھا۔ حمید کیڈیلاک کو پائیں باغ کے اندر لیتا چلا گیا۔ لیکن اُسے پورٹیکو سے اِدھر ہی روک دینا پڑا کیونکہ پورٹیکو میں پہلے ہی سے ایک کار کھڑی ہوئی تھی۔ حمید اندر جانے سے قبل ہی سوچنے لگا کہ وہ کیسی ہوگی۔ نام تو بڑا لچکیلا تھا۔ زہرہ جمال۔ پتہ نہیں کسی جمال کی زہرہ تھی یا زہرہ جیسا حسن رکھتی تھی۔ حمید نے اپنا وزیٹنگ کارڈ اندر بجھوا دیا۔ پھر اُسے تھوڑی دیر ڈرائینگ روم میں انتظار کرنا پڑا۔ یہاں بڑے بڑے فریموں میں کئی دلکش چہرے نظر آرہے تھے۔ انتظار کی اکتاہٹ سے پیچھا چھڑانے کے لئے حمید اندازہ لگانے لگا کہ ان میں سے زہرہ

جمال کون ہو سکتی ہے اور پھر ایک کھرکھراتی ہوئی سی آواز نے اُسے چونکا دیا۔

"فرمائیے۔"

حمید کھڑا ہو گیا۔ ایک دبلا پتلا سا بوڑھا آدمی اُسے گھور رہا تھا۔ ٹھوڑی پر گھنے بالوں والی فر
کٹ ڈاڑھی تھی۔ ایک آنکھ پر شیشہ چڑھائے ہوئے تھا۔ جس کا سیاہ فیتہ اس کی گردن میں تھا
واسکٹ۔ سیاہ پتلون اور سفید قمیض میں وہ ایک خاصا فیشن ایبل بوڑھا معلوم ہو رہا تھا۔

"میں پلازا تھیٹر والے۔"

"جی ہاں....!" اُس نے بڑے تلخ لہجے میں حمید کی بات کاٹ دی۔ "سب یہیں آتے ہیں
میرا خیال ہے کہ اس حادثے کا شکار اکیلی بیگم ہی نہیں ہوئی تھیں۔"

لفظ "بیگم" سن کر حمید نے اپنے اوپر تقریباً سو بار لعنت بھیجی اور سوچنے لگا کہ اس بوڑھے
بیگم کو کیا حق حاصل ہے کہ وہ بڑھاپے میں بھی وہی نام استعمال کرے جو جوانی میں کرتی تھی۔
کھوسٹ کی بیگم.... زہرہ جمال.... لاحول ولا قوۃ.... اُسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اُس نے
چار کچے کریلے چبا لئے ہوں۔ مگر اب چونکہ چلا ہی آیا تھا اس لئے تھوڑی دیر جھک مارنا حق تھا۔

"بات دراصل یہ ہے۔"

"ہر بات دراصل ہی ہوتی ہے۔" بوڑھے نے پھر اُسے جملہ پورا نہ کرنے دیا۔ "درنقل
کوئی بات ہے۔"

حمید کو بڑا تاؤ آیا۔ لیکن صرف مسکرا کر رہ گیا۔

"شاید آپ اس وقت غصے میں ہیں۔" حمید بولا۔

وہ چند لمحے حمید کو گھورتا رہا پھر بولا۔

"مسٹر! خدارا اب آپ لوگ پیچھا بھی چھوڑیئے۔ جو کچھ گیا واپس نہیں آ سکتا۔ لیکن یہ
کا انصاف ہے کہ مردے پر دو لاتیں اور.... زندگی حرام ہو گئی۔ ایک ہی بات کو کہاں تک دہرایا جا

دفعتاً قریب ہی کے کسی کمرے میں ایک بڑی سریلی سی آواز گونج کر رہ گئی۔ حمید
محسوس ہوا جیسے کسی نے اس کے کانوں میں کھٹ مٹھے شربت کی پچکاری مار دی ہو۔

"میرا تعلق محکمہ سراغ رسانی سے ہے اور یہ کیس ابھی تک سول پولیس کے پاس تھا۔"
نے کہا۔

"میں سمجھتا ہوں۔" بوڑھے نے کہا۔ "آپ سرجنٹ ہیں۔ آپ کے بعد کوئی انسپکٹر صاحب
یف لائیں گے۔ ان کے بعد کوئی سپرنٹنڈنٹ پھر ڈی۔ آئی۔ جی صاحب۔ آئی۔ جی صاحب تک
نیمت ہے۔ لیکن اگر کہیں آنریبل ہوم منسٹر بھی اس کیس میں دلچسپی لے بیٹھے تو مجھے گھر
ڑ کر بھاگنا پڑے گا۔"

"اُف فوہ! ڈارلنگ....!" سریلی آواز ڈرائینگ روم میں گونج کر رہ گئی۔ حمید چونک کر مڑا۔
لے دروازے میں ایک جوان العمر عورت کھڑی تھی۔ "کیوں خواہ مخواہ بات کا بتنگڑ بنا رہے ہو۔
فائدہ۔"

"بیگم! بھئی تم کہاں چلی آئیں۔ تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں! آج ٹھنڈک بہت ہے۔" بوڑھا
ملاہٹ میں آگے بڑھتا ہوا بولا۔

حمید نے محسوس کیا جیسے عورت نے اُس کا نوٹس ہی نہ لیا ہو۔ وہ دروازے سے صوفوں کے
ب آ گئی۔

"تشریف رکھئے۔" اُس نے حمید سے کہا۔ حمید بیٹھ گیا۔ سامنے والے صوفے پر وہ خود بھی
گئی۔ بوڑھا منہ کھولے کھڑا رہا۔ حمید اُس عورت کے متعلق سوچنے لگا تھا کہ اتنی سریلی آواز کی
ل ہونے کی بناء پر اُسے کوئل ہی سے تشبیہہ دی جا سکتی ہے حالانکہ وہ خاصی کلوٹی تھی مگر تھی
لُٹ۔ سارا حسن اس کی آنکھوں میں تھا۔ عمر انیس بیس سے زیادہ نہ رہی ہو گی۔ حمید کو سیاہی مائل
للذیذ رس گلے یاد آ گئے۔ رسیلے! لیکن شیرینی کے ساتھ ہی ہلکا سا نمک بھی رکھنے والے۔

"محترمہ زہرہ جمال!" حمید نے آہستہ سے کہا۔

"جی ہاں۔" زہرہ بولی۔ پھر بوڑھے کی طرف پلٹ کر بڑے پیار بھرے لہجے میں کہا۔ "آپ
کافی ٹھنڈی ہو رہی ہے۔"

"آں.... ہاں.... کافی!" بوڑھا جو شائد کچھ اور سوچ رہا تھا چونک پڑا۔ "لیکن تمہاری
بیعت ٹھیک نہیں ٹھنڈک....!"

"میں ابھی آتی ہوں۔" اس نے لاپروائی سے کہا۔

بوڑھا حمید کو گھورتا ہوا چلا گیا۔

"ہاں تو فرمائیے۔" اس نے حمید کو مخاطب کیا۔

"یہ جمال صاحب بہت غصہ دار آدمی معلوم ہوتے ہیں۔" حمید نے کہا۔

"کون جمال صاحب۔"

"یہ آپ کے....!"

"اوہو! آپ کو غلط فہمی ہوئی۔" وہ ہنس کر بولی۔ "میرا نام ہی زہرہ جمال ہے۔ جمال سے یہ
یہ نہیں کہ میرا نام شوہر کے نام سے مرکب ہے۔ اُن کا نام تو صغیر بابر ہے۔"

حمید دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ اگر آپ کا نام زہرہ جمال ہے تو میں سارے ستارو
کو لتار کا پلاسٹر کرادوں گا۔ زہرہ کی مٹی کیوں پلید فرمائی۔ آپ کے والدین نے اگر آسمان ہی پر
پھینکنے کا حوصلہ تھا ویسے پوری رات پڑی ہوئی تھی۔

"خیر بہر حال۔" حمید نے آہستہ سے کہا۔ "بات یہ ہے کہ اب اس معاملے میں محکمہ ر
رسانی بھی دلچسپی لے رہا ہے۔"

"ہاں.... تو پھر....!" وہ حمید کے چہرے پر نظریں جمائے ہوئے بولی۔

"شائد آپ کا نکلس تھا۔"

"جی ہاں.... اور وہ اُس وقت اتارا گیا تھا جب ہال میں روشنی ہوگئی تھی۔"

"روشنی میں۔"

"ہاں.... میں باکس میں تھی۔ پیچھے سے کسی نے مجھے دھکا دے کر نکلس اُتار لیا۔"

"آپ نے اُسے دیکھا نہیں۔"

"صرف ہلکی سی جھلک دیکھی تھی اور اسکے متعلق اتنا ہی بتا سکتی ہوں کہ وہ سیاہ لباس میں تھ

"چہرہ بھی سیاہ تھا۔" حمید نے پوچھا۔

"اتنا نہیں دیکھ سکی۔"

حمید جلد سے جلد پیچھا چھڑانا چاہتا تھا۔ اپنی گھڑی کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔ "اس کے
آپ کچھ اور معلومات بھی فراہم کر سکیں۔"

"میں نہیں سمجھی۔"

دفعتاً ایک خیال حمید کے ذہن کی سطح پر غیر متوقع طور پر ابھر آیا۔

اُس نے جیب میں رکھی ہوئی عورتوں کی فہرست نکالی۔ ان کے نام اور پتے بلند آوا

ہرانے کے بعد بولا۔ "ان میں سے کسی کو آپ جانتی ہیں۔"

"میں ان میں سے سبھی کو جانتی ہوں۔ ان میں سے تین تو میری عزیز ترین دوست ہیں۔"

"کون کون۔"

"رابعہ نکہت، سعیدہ سلطان اور صابرہ زیدی۔"

"رابعہ نکہت صاحبہ کا ہار بہت قیمتی تھا۔" حمید نے کہا۔

"جی ہاں مجھے اس کا افسوس اپنے نکلس سے زیادہ ہے۔"

"بھلا کیوں!" حمید نے بڑی آرٹسٹک قسم کی مسکراہٹ کے ساتھ پوچھا۔

"ظاہر ہے کہ وہ میرے نکلس سے کہیں زیادہ قیمتی تھا اور رابعہ کو میں بہت عزیز رکھتی
ہوں۔ اس ہار کا ایک ہیرا تاریخی اہمیت رکھتا ہے۔"

"بقیہ دوسری عورتوں کو بھی آپ بخوبی جانتی ہوں گی۔"

"جی ہاں۔ بات یہ ہے کہ ہم سب ویمنز کلچر سنٹر کے ممبر ہیں۔"

"اوہ....؟" حمید کچھ سوچ کر رہ گیا۔

"معاف کیجئے گا۔" زہرہ مسکرا کر بولی۔ "میرا خیال ہے کہ شائد پولیس اُس لٹیرے کو پکڑنے
میں ناکام رہے گی۔"

"کیوں؟"

"اتنے دن تو ہوگئے۔ ابھی تک پولیس نے کیا کر لیا۔"

"آپ اور رابعہ ساتھ ہی گئی تھیں۔" حمید نے پوچھا۔

"نہیں۔ مجھے تو دوسرے دن اخبارات سے معلوم ہوا تھا کہ وہ بھی شکاروں میں سے تھی۔"

"آپ تنہا ہی گئی تھیں۔" حمید نے پوچھا۔

"نہیں تو۔ میرے ساتھ وہ ڈاکو بھی تھا۔" زہرہ ہنس کر بولی۔ حمید بھی ہنسنے لگا۔ وہ سوچ رہا
تھا کہ شائد یہ گلاب جامن بے تکلف ہونا چاہتی ہے۔

"ارے بھئی بیگم....!" بوڑھے کی آواز پھر سنائی دی۔

"ڈیئر! میں اب بالکل ٹھیک ہوں۔ تم خواہ مخواہ پریشان ہو رہے ہو۔" زہرہ نے پیار بھرے
لہجے میں کہا۔

بوڑھا آکر اس کے قریب بیٹھ گیا۔ حمید نے بھی سوچا کہ اب بڑے میاں کو تنگ ہی کرنا چاہیے۔

"ہاں تو آپ کتنے دنوں سے ویمنز کلچر سنٹر کی ممبر ہیں۔" حمید نے زہرہ کو مخاطب کیا۔

"یہ سوال قطعی غیر ضروری ہے۔" بوڑھا اپنی کمسن بیوی کے بولنے سے پہلے ہی بول پڑا۔

"بابا صاحب! بالکل ضروری ہے۔" حمید نے کہا۔

"کیا مطلب! بابا صاحب۔" بوڑھا اپنی آواز میں جوانی کی لہر پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہوا بولا۔ "آپ کو شریف آدمیوں سے تخاطب کا بھی سلیقہ نہیں۔"

"معاف کیجئے گا۔ مجھے ندامت ہے۔ عادت سے مجبور ہوں۔ بزرگوں کو اسی طرح مخاطب کرتا ہوں۔"

"تفتیش ختم ہوئی یا نہیں۔" بوڑھا ہتھے سے اکھڑ گیا تھا۔

"جی نہیں دو ایک سوالات اور کروں گا۔"

"ڈارلنگ.... پلیز....!" زہرہ اپنے شوہر کا بازو پکڑ کر اٹھاتی ہوئی منمنائی۔ "سرکاری آدمیوں سے ایسی باتیں نہیں کی جاتیں۔"

"سرکاری آدمی.... ہونہہ.... سرجنٹ!" بوڑھا منہ بگاڑ کر بولا۔ "مسٹر! میں بھی سپرنٹنڈنٹ بس رہ چکا ہوں۔ میں نے ایسی تفتیش آج تک نہ دیکھی نہ سنی۔"

"زمانہ بدل چکا ہے۔ ڈارلنگ....!" زہرہ اُسے دروازے کی طرف کھینچتی ہوئی بولی۔ "تم زیادہ زور سے باتیں کرتے ہو تو میرا دل دھڑکنے لگتا ہے۔ ہٹو بھی ڈیئر اندر چلو....!"

حمید کو ہنسی آرہی تھی لیکن ضبط کئے رہا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اچھا تو یہی وہ حضرت ہیں.... صغیر بابر... ریٹائرڈ ایس۔ پی جنکے متعلق اُس نے سن رکھا تھا کہ وہ قبر میں بھی اپنے ساتھ ایک عورت لے جائیں گے۔ تب تو یہ بیچارہ حق بجانب ہے۔ عیاش لوگ عموماً اپنی بیویوں پر کڑی نظر رکھتے ہیں اور پھر یہاں تو معاملہ ایک ایسے عیاش کا تھا جو بڑھاپے میں بھی ایک نوجوان بیوی رکھتا تھا۔

"اچھا تو میاں صغیر بابر صاحب۔" حمید نے دل میں کہا۔ "میں تمہاری زندگی تلخ کردوں گا۔ تم نے بھی تو آخر جوانی میں بہتوں کی زندگیاں تلخ کی تھیں۔"

حمید کو وہ کہانیاں یاد آنے لگیں جو اس نے صغیر بابر کے متعلق سن رکھی تھیں۔ صغیر بابر

میں جب وہ صرف ایک سب انسپکٹر تھا اپنے علاقے کے لئے عذاب ہوجایا کرتا تھا۔ لوگ اُس
لے کے لئے دعائیں مانگا کرتے تھے۔ اس کے علاقے کے لوگ اپنی جوان بہو بیٹیوں کو
وقت تک کے لئے کہیں باہر بھیج دیتے تھے جب تک اُس کا قیام وہاں رہتا تھا۔ اس نے نہ
کتنی باراتوں سے دلہنیں غائب کرادی تھیں۔ اُس کی رشوت میں عورت ضرور شامل ہوا
تھی اور اب یہی صغیر بابر حمید کو ہنسی آگئی۔

"معاف کیجئے گا۔" زہرہ نے کہا جو اپنے شوہر کو اندر چھوڑ کر واپس آگئی تھی۔ "صغیر صاحب چڑچڑے ہوگئے ہیں۔ ویسے کیا آپ صرف سرجنٹ ہیں؟ آپ کی گاڑی تو بڑی شاندار ہے۔"

"جی ہاں کیڈی لاک ہے۔"

"کیڈی لاک!" اُس نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر کہا۔

"جی ہاں۔ اس میں حیرت کی کیا بات ہے۔" حمید مسکرا کر بولا۔

"اوہ.... کچھ نہیں.... یونہی....!"

"میں یہ پوچھنا چاہتا تھا۔" حمید نے کہا۔ "ویمنز کلچر سینٹر کی ممبر آپ کب سے ہیں۔"

"شائد ڈیڑھ سال سے۔"

"بڑی عجیب بات ہے۔ جن عورتوں کے زیورات غائب ہوئے ہیں وہ سب ہی ویمنز کلچر ٹر کی ممبر تھیں۔"

"جی ہاں.... ہے تو عجیب بات۔" وہ سر ہلا کر بولی۔

"کیا مجھے تمام ممبران خواتین کے پتے مل سکیں گے۔"

"ہاں کیوں نہیں۔ سکریٹری سے ملئے۔"

"لیکن میں یہ نہیں چاہتا کہ یہ بات مشہور ہوجائے۔"

وہ کچھ دیر تک سوچتی رہی پھر بولی۔

"اچھا۔ میں کوشش کروں گی۔ لیکن آپ ملیں گے کہاں۔"

"جب بھی ملنا ہو چار دو چھ پر فون کردیجئے۔"

"بہت بہتر! لیکن ابھی تک آپ نے اپنا تعارف نہیں کرایا۔" زہرہ جمال مسکرا کر بولی۔

"مجھے حمید کہتے ہیں۔"

"سرجنٹ حمید.... اوہ....!" زہرہ جمال چہک کر بولی۔ "فریدی حمید اینڈ کمپنی ... لوگوں کے تو بڑے چرچے رہتے ہیں۔ بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔"

حمید کی نظریں اُس کے سینڈلوں پر جمی ہوئی تھیں جن سے اُس کے پیروں کی سبک اُنگلیاں جھانک رہی تھیں۔ پیروں کی بناوٹ کی دلکش ہے۔ حمید نے سوچا۔

اس کے بعد زہرہ جمال کی زبان کی قینچی جو چلی ہے تو پیچھا چھڑانا ہی محال ہو گیا۔ حمید ... رہا تھا کہ اب اٹھ کر بھاگے۔ اگر کہیں بڑے میاں نے ایک چکر اور لگا لیا تو ستم ہی ہو جائے گا۔ شائد وہ اُسے کوئی بہت بڑا دلاسہ دے کر آئی تھی۔

حمید بار بار گھڑی دیکھ رہا تھا اور زہرہ جمال نے اُس کے مشہور کیسوں کا تذکرہ چھیڑ دیا تھا۔

"ارے بھئی بیگم!" صغیر بابر پھر چڑھ دوڑا۔ "ختم ہوئی انکوائری۔"

حمید نے اطمینان کا سانس لے کر اٹھتے ہوئے کہا۔ "ہاں! تکلیف کا بہت بہت شکریہ۔ ... نہیں معلوم تھا کہ آپ ہی وہ مشہور زمانہ ایس۔ پی صغیر بابر ہیں اسے میں اپنی خوش قسمتی ... ہوں کہ اچانک آج آپ سے پہلے ملاقات ہو گئی اور میں اپنی گستاخیوں کی معافی چاہتے ہوئے ... بار پھر عرض کرتا ہوں کہ آپ ہر معاملے میں میرے بزرگ ہیں۔"

بوڑھے نے اُسے تیکھی نظروں سے دیکھتے ہوئے مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھا دیا۔ پھر مصا... کرتے وقت ح... نے زہرہ جمال کی طرف مڑ کر کہا۔ "شائد میں پھر آپ کو تکلیف دوں۔"

"کیوں؟ اب کیوں؟" بوڑھا بھرائی ہوئی آواز میں چیخا۔ وہ بڑبڑاتا رہا اور حمید مسکراتا ہوا ... نکل گیا۔

لٹیرے کی زبردستی

واپسی پر شام ہو گئی!

نوکر نے اُسے بتایا کہ کوئی صاحبہ اُسے کئی بار فون کر چکی ہے۔ فریدی کے متعلق معلوم ... کہ وہ اس کے جانے کے بعد سے اب تک لائبریری ہی میں ہے۔ حمید کو پھر تاؤ آ گیا۔

"بس اب میں آخری سوال پوچھنا چاہتا ہوں۔" اُس نے لائبریری میں پہنچ کر زور سے کہا۔

"آ گئے تم۔"

"ابھی نہیں آیا۔ سوال یہ ہے کہ ایک آدمی دن میں پچاس مرتبہ بور ہوتا ہے۔ اگر پچاس ... ایک وقت بور ہونا شروع کر دیں تو پاس پڑوس والوں کا کیا حال ہو گا جب کہ ایک میل سترہ ... گز کا ہوتا ہے۔"

فریدی نے کتاب ایک طرف رکھ دی اور اٹھ کر حمید کی پیٹھ ٹھونکتا ہوا بولا۔ "بہت اچھے! ... یہ ہے کہ چلو تفریح کریں گے۔"

"ہائیں۔" حمید اچھل کر بولا۔ "اب اس وقت تفریح جب بولنے کی بھی سکت نہیں رہ گئی۔"

"تو کیا صبح سے اب تک صغیر بابر ہی کے یہاں رہے۔"

"آپ کو کیسے معلوم ہوا؟" حمید آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر فریدی کو دیکھنے لگا۔

"یہ مشکل سوال کیا ہے تم نے۔" فریدی مسکراتا ہوا بولا۔ "مگر یہاں بھی فون ہے اور صغیر ... کے گھر پر بھی ہے۔"

"یعنی....!"

"لا یعنی....! یعنی کہنے کی عادت ترک کر دو۔ صغیر بابر نے فون پر تمہاری شکائت ... کی۔"

"کیا شکائت کی تھی؟"

"یہی کہ تم اُس کا اور اُس کی بیوی کا بھیجا چاٹ رہے ہو؟"

"اب چاٹوں گا۔" حمید اوپری ہونٹ بھینچ کر بولا۔ وہ کچھ اور بھی کہنے جا رہا تھا کہ ایک نوکر ... فون کی اطلاع دی۔

حمید لائبریری سے فریدی کے کمرے میں آیا۔

"ہیلو....!"

"کون صاحب بول رہے ہیں۔" دوسری طرف سے نسوانی آواز آئی۔

"سرجنٹ حمید۔ آپ کون ہیں۔"

"اوہ حمید صاحب۔ میں زہرہ جمال۔ کئی بار فون کر چکی ہوں۔ وہ دیکھئے ایک پتہ تو آپ اسی ... نوٹ کر لیجئے۔"

حمید بے اختیار مسکرا پڑا۔

"ذرا ٹھہریئے۔" وہ تھوڑی دیر کے لئے رکا اور پھر اس طرح "ہاں ہاں" کرنے لگا جیسے
پتہ نوٹ کر رہا ہو۔

"بہت بہت شکریہ۔" اس نے خالص بچکانے لہجے میں کہا۔ "آپ بہت اچھی ہیں۔
دوپہر سے آپ ہی کے متعلق سوچ رہا ہوں۔"

"کیا سوچ رہے ہیں۔"

"یہی کہ آپ بہت اچھی ہیں اور مجھے نہ جانے کیوں ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے ہم
بچپن میں ساتھ کھیلے ہوں۔ میں نے آپ کی گڑیا چھین کر پھاڑ دی ہو۔ آپ نے میرا منہ نوچا
اور میں نے آپ کی چوٹی کھینچی ہو.. اوہ معاف کیجئے گا شائد میں پاگل پن کی باتیں کر رہا ہوں۔

حمید نے دوسری طرف قہقہے کی آواز سنی۔

"آپ بڑی دلچسپ باتیں کرتے ہیں۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"معاف کیجئے گا۔ میں بعض اوقات باتوں کی رو میں یہ بھول جاتا ہوں کہ مخاطب کون۔
حمید دردناک آواز میں بولا۔

"ارے.... کوئی بات نہیں۔"

"اچھا اب فی الحال اجازت چاہتا ہوں۔" حمید نے کہا اور ریسیور رکھ کر جانے کے لئے
فریدی دروازے میں کھڑا اسے گھور رہا تھا۔

"کون تھی۔"

"زہرہ جمال.... کیپٹن بابر کی بیوی۔" حمید مسکرا کر بولا۔

"اور تم اُس سے ایسی باتیں کر رہے تھے۔"

"کیوں! کون سی ایسی بُری باتیں تھیں۔"

"وہ بُرا آدمی ہے۔" فریدی بولا۔

"اور میں ایک شریف آدمی ہوں۔ بہر حال آپ اس چکر میں نہ پڑیئے۔ میں
بڑھاپے کو لالہ زار بنا دوں گا۔"

"دیکھو فرزند!" فریدی اس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرتا ہوا بولا۔ "اس میں خواہ مخواہ
بدنامی ہوتی ہے اور پھر اُس بیچارے کا دل دکھا کر تمہیں کیا ملے گا۔"

"بیچارا کہہ رہے ہیں آپ اُسے۔ سرکار والا اُس نے بھی لاکھوں کا دل دکھایا ہے۔"

"اور مجھے افسوس ہے کہ تمہارے بڑھاپے پر بھی یہی داغ لگنے والا ہے۔"

"جناب مجھے غلط سمجھے ہیں۔" حمید نے ہونٹ سکوڑ کر کہا۔ "میں شریف عورتوں کی عزت
کرتا ہوں۔ میں نے کبھی کسی شریف عورت کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش نہیں کی۔ اور
خدا کی قسم میں نے کمینی عورتوں سے بھی اپنا دامن بچایا ہے.... اور....!"

ٹیلی فون کی گھنٹی پھر بجنے لگی۔ حمید نے ریسیور اٹھا لیا۔

"ہلاؤ....!" وہ گنگنایا۔ "حمید اسپیکنگ۔"

"اوہ.... حمید صاحب.... دیکھئے ایک پتہ اور یاد آ گیا ہے۔ لکھ ہی لیجئے تو بہتر ہے۔"

"اچھا ٹھہریئے۔" حمید نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ "ہاں.... بولئے۔"

وہ سن کر "ہاں ہاں" کرتا رہا۔ پھر اُس نے جلدی سے "شکریہ" کہا اور ریسیور رکھ دیا۔

"دیکھا آپ نے۔" حمید نے فریدی کی طرف مڑ کر کہا۔ "یہ تو میری ہی جان کو آ گئی۔"

"تم نے بُرا کیا حمید صاحب۔" فریدی بولا۔

"نہیں ایسا بُرا بھی نہیں۔ آپکو شاید یہ نہیں معلوم کہ میں اس لٹیرے۔ میں دلچسپی لے رہا ہوں۔"

"ہوں.... اچھا پھر....!"

"بیٹھ جایئے۔" حمید نے کہا۔ "ایک لمبی داستان ہے۔ رابعہ نکہت والا معاملہ یقیناً الجھاوے
دار ہے۔"

فریدی سگار سلگانے لگا۔

حمید اپنی اور رابعہ کی گفتگو دہرا رہا تھا۔ فریدی کی پیشانی پر شکنیں تھیں۔ لیکن ہونٹوں پر
مسکراہٹ بھی تھی۔ پورے واقعات دہرانے کے بعد حمید نے رابعہ والا ہار فریدی کیطرف بڑھا دیا۔

فریدی چند لمحے ہار کو غور سے دیکھتا رہا۔ پھر بولا۔ "واقعی حیرت انگیز نقل ہے۔ عمدہ قسم کا
فیشن ایبل یعنی نقل ہونے کی صورت میں بھی اس کی قیمت ایک ہزار سے کسی طرح کم نہ ہو گی۔"

"میں نے سوچا۔" حمید نے کہا۔ "کہ میں ان ساری عورتوں سے ملوں جو پلازا تھیٹر میں لوٹی
گئی تھیں۔ بہر حال کسی نے ایسی کوئی رپورٹ نہیں دی جو رابعہ کو پیش آئے ہوئے واقعے سے
مطابقت رکھتی۔ انہیں میں زہرہ جمال بھی تھی۔"

"ٹھیک.... لیکن اسی پر کیوں زیادہ زور دے رہے ہو۔"

"پہلی بات تو یہ کہ صغیر بابر کی ضد میں۔ دوسری بات ابھی نہیں بتاؤں گا۔"

"کیوں....!"

"مناسب نہیں سمجھتا۔" حمید نے فریدی کے لہجے کی نقل اتاری۔

"تمہاری مرضی۔"

"لیکن میں ایک مسئلے پر آپ سے ضرور بحث کرنا چاہتا ہوں۔" حمید بولا۔

"کس مسئلے پر۔"

"اسی ہار کے متعلق۔ ظاہر ہے کہ رابعہ نے نقلی ہار نہ پہنا ہوگا۔ لیکن اگر وہ اصلی تھا تو اُ
لٹیرے نے یہ حرکت کیوں کی۔ اور کسی کے ساتھ تو اس نے ایسا نہیں کیا۔"

"سوال زیادہ بحث طلب نہیں معلوم ہوتا۔" فریدی نے لاپروائی سے کہا۔ "ہو سکتا ہے ک
رابعہ نے نقلی ہی ہار پہنا ہو۔"

"اور پھر خواہ مخواہ ہمیں تکلیف دی ہو۔" حمید ہونٹ سکوڑ کر بولا۔

"تم نہیں سمجھے۔ ضروری نہیں کہ رابعہ اس سے واقف ہی رہی ہو کہ وہ نقلی ہار پہنے ہوئے ہ

"تو آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ہار گھر ہی میں کسی نے بدل دیا۔"

"سیدھی سی بات ہے۔" فریدی نے کہا۔ "تم خود سوچو! اگر یہ حرکت اُسی لٹیرے کی ہ
اس کا مقصد کیا ہو سکتا ہے۔ اگر وہ اس سے پہلے بھی اس قسم کی کوئی حرکت کر چکا ہوتا تو بھی س
جاسکتا تھا۔ لہٰذا ایسی صورت میں اس کے علاوہ اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ ہار گھر ہی میں بدلا گیا
رابعہ کو اس کی خبر نہیں ہوئی۔ حتیٰ کہ وہ اُسے استعمال بھی کرتی رہی۔"

"لیکن وہ تو کہتی ہے کہ گھر میں اس کا بدلا جانا ممکن ہی نہیں۔"

"کوئی بات ناممکن نہیں ہوتی۔" فریدی بولا۔ "ویسے تم اس ہار کے متعلق بعض اہم با
نہیں جانتے یہی وجہ ہے کہ....!"

ابھی جملہ پورا بھی نہیں ہوا تھا کہ ٹیلی فون کی گھنٹی پھر بجی۔

"لاحول ولا قوۃ۔" حمید جھنجھلا کر کھڑا ہو گیا۔

"ہیلو....!"

"کون صاحب بول رہے ہیں۔" دوسری طرف سے ایک گھٹی گھٹی سی نسوانی آواز آئی۔

"سرجنٹ حمید....!"

"اوہ۔ حمید صاحب خدا کے لئے جلدی آئیے۔ میں خطرے میں ہوں۔"

"آپ کون ہیں؟"

"رابعہ.... رابعہ نکہت.... جلد آئیے۔"

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا۔

"کیوں! کون تھا۔" فریدی نے پوچھا۔

"رابعہ! کہتی ہے جلد آئیے۔ میں خطرے میں ہوں۔"

"خطرہ! کس قسم کا خطرہ۔"

"یہ نہیں بتلایا۔"

فریدی نے گھڑی کی طرف دیکھا ساڑھے سات بجے تھے۔

"چلے جاؤ۔" فریدی نے کہا۔

"سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ اُس پر اس قدر مہربان کیوں ہو گئے ہیں۔"

"بھئی اس سے تو میں صرف ایک ہی بار ملا ہوں لیکن اس کے باپ سے میرے بڑے اچھے
ات ہیں۔ چلے جاؤ۔ مگر ایک بات کا خیال رکھنا۔"

"کیا....؟"

"یہی کہ میرے اور اُس کے باپ کے بڑے اچھے تعلقات ہیں۔"

"اور آپ میرے باپ ہیں۔" حمید جھلا کر بولا۔ "کہیں آپ کو اس کے باپ سے کوئی استدعا
نا پڑے۔ میرے خیال سے تو آپ ہی تشریف لے جائیے۔"

"چلو بچپنا چھوڑو۔ میں تمہیں کافی شریف سمجھتا ہوں۔"

"سرکار والا۔ وہ ایک الٹرا موڈرن لڑکی ہے۔ میں نہیں جاسکتا۔ اگر اُس نے زبردستی میری
گی برباد کر دی تو کیا ہوگا۔"

"بکواس مت کرو۔ جاؤ۔"

"نہیں جاتا۔" حمید اکڑ کر بولا۔ "آپ اپنے الفاظ واپس لیجئے۔ آپ مجھے اتنا بُرا کیوں سمجھتے

ہیں۔"

"چلو واپس لے لئے۔" فریدی مسکرا کر بولا۔

حمید کو بہت زور سے بھوک لگ رہی تھی۔ مگر چونکہ معاملہ ایک خوبصورت لڑکی کا تھا اس
اس نے یہ بھی نہ سوچا کہ اب رات کا کھانا نصیب بھی ہو گا یا نہیں۔ کوئی دوسرا معاملہ ہوتا تو
ایسی صورت میں فریدی ہی کو کہا جاتا۔ لیکن اس وقت اس نے کھانے کا نام تک نہ لیا۔ رابعہ کی
آواز سے سچ مچ گھبراہٹ مترشح تھی۔ حمید بھی سوچ رہا تھا کہ آخر وہ کس قسم کا خطرہ ہو سکتا ہے
پھر وہ یہ بھی سوچ رہا تھا کہ رابعہ گھر پر تنہا نہیں تھی۔ تین نوکر بھی تھے لہٰذا وہ کوئی بڑا ہی خطرہ
ہو سکتا ہے۔ کیا وہ خطرہ اسی ہار سے متعلق تھا۔ حمید کو فریدی کا ادھورا جملہ بھی یاد آ گیا جو ٹیلی فون
کی گھنٹی کی وجہ سے پورا نہ ہو سکا تھا اس ہار سے کچھ بہت ہی خاص قسم کے واقعات وابستہ ہیں۔ کیا
بھی کسی جاسوسی ناول کے ہار ہی کی طرح کشت و خون کا باعث ہو سکتا ہے۔

کیڈی لاک کولتار کی چکنی سڑک پر پھسلتی رہی اور حمید سوچتا رہا۔ دسمبر کی خنک ترین رات
تھی۔ کچھ دن قبل قریب کے ایک دیہی علاقے میں ژالہ باری ہو چکی تھی اس لئے سردی پہلے
کئی گنا زیادہ بڑھ گئی تھی۔ حمید کے ہاتھ اسٹیئرنگ پر ٹھٹھر رہے تھے۔ وہ جلدی میں دستانے
بھی بھول گیا تھا۔ اُس نے بائیں ہاتھ سے اپنے اوور کوٹ کے کالر کھڑے کر لئے۔

رابعہ کی کوٹھی کے پائیں باغ کا پھاٹک کھلا ہوا تھا۔

پائیں باغ میں سناٹا تھا۔ حمید نے کیڈی پورٹیکو میں کھڑی کر دی اور گھنٹی پر ہاتھ رکھا
متواتر تین بار بٹن دبانے پر اندر قدموں کی آواز سنائی دی۔ دروازہ کھلا سامنے رابعہ کھڑی تھی
اس کے ہونٹ خشک تھے اور چہرہ زرد نظر آ رہا تھا۔ پر غرور انداز میں تنی رہنے والی بھنویں ڈھیلی
پڑ گئی تھیں۔

وہ دروازہ کھول کر پیچھے ہٹ گئی اور سرجنٹ حمید نے السٹر اور فلٹ ہیٹ اُتار کر برآمدے
میں لگی ہوئی کھونٹیوں پر لٹکا دیئے۔

"مجھے افسوس ہے کہ نوکر لاپتہ ہیں۔" رابعہ آہستہ سے بولی۔

"لاپتہ ہیں۔" حمید نے متحیرانہ انداز میں کہا۔

"جی ہاں.... اندر آیئے۔" وہ تھوک نگل کر بولی۔

رابعہ نے حمید کے اندر ہوتے ہی دروازہ بند کر دیا۔ پھر وہ ایک بڑے کمرے میں آئے جہاں
آتش دان میں کوئلے سلگ رہے تھے۔

"وہ آیا تھا۔" رابعہ آہستہ سے بولی۔

"کون؟" حمید نے چونک کر پوچھا۔

"وہی لٹیرا۔"

"کیا....؟"

"جی ہاں! وہی لٹیرا۔ میں نوکروں کیلئے فکر مند ہوں۔ وہ کمبخت نہ جانے کہاں جائیں گے۔"

"لیکن وہ آیا کیسے۔ کیا بات تھی۔"

"اسی ہار کے چکر میں آیا تھا۔ اس نے مجھے ریوالور دکھا کر تجوری کھلوائی۔ اس میں رکھی ہوئی
چیزیں الٹتا پلٹتا رہا۔ اس میں اور بھی زیورات تھے۔ لیکن اس نے کسی میں بھی ہاتھ نہیں لگایا۔ پھر
صندوق بھی کھلوائے۔ بہر حال وہ اچھی طرح تلاشی لے کر گیا ہے۔"

"نوکر کہاں تھے۔"

"جہاں انہیں اس وقت ہونا چاہئے تھا۔ ایک تو باورچی تھا اور دو نوکر رات کے کھانے کے
لئے شائد اس وقت میز ٹھیک کر رہے ہوں۔ میں لائبریری میں تھی۔"

"آپ نے پولیس کو کیوں نہیں فون کیا۔" حمید نے شبہ آمیز لہجے میں پوچھا۔

"میں آپ سے پہلے ہی کہہ چکی ہوں کہ میں اس ہار کے معاملے کو پبلک اسکینڈل نہیں بنانا
چاہتی۔"

"آپ نے نوکروں کو تلاش نہیں کیا۔" حمید نے پوچھا۔

"ہمت ہی نہیں پڑی۔ تب سے آپ کے آنے تک اسی کمرے میں رہی ہوں جہاں وہ مجھے
چھوڑ گیا تھا۔"

"تھا کیسا....؟"

"ویسا ہی جیسا اس کے متعلق مشہور ہے! سیاہ جیکٹ! سیاہ پتلون۔ سفید دستانے اور چہرہ۔ میں
نے ایسی سیاہی آج تک کسی کے چہرے پر نہیں دیکھی۔ وہ سیاہی اس کے کپڑوں کی سیاہی سے مختلف
تھی۔ میں نے افریقہ کے نیگرو لوگوں کو بھی دیکھا ہے مگر وہ بھی اتنے سیاہ نہیں ہوتے۔ ان

کی رنگت بھی جاندار ہوتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ کھال کے نیچے خون موجود ہے۔ مگر اس چہرے
کی رنگت بے جان تھی۔

بندر کا بچہ

"حمید نے نوکروں کو ڈھونڈنے کی مہم شروع کردی۔ اُسے یقین تھا کہ وہ یہیں مکان کے
کسی حصے ہی میں ہوں گے۔"

اُس کا خیال صحیح نکلا جیسے ہی اُس نے ایک چھوٹے سے کمرے کا دروازہ کھولا اسے تینوں نوکر
فرش پر پڑے ہوئے نظر آئے۔ لیکن وہ ایک میٹھی میٹھی سی بو کے احساس کو کسی طرح نہ دبا سکا۔
کمرے میں قدم رکھتے رکھتے وہ یک بیک اس طرح پیچھے ہٹ گیا جیسے اُسے کچھ یاد آگیا ہو۔

"کیا بات ہے!" رابعہ چونک کر بولی۔

"فی الحال یہاں سے دور ہی رہیئے۔" حمید نے کہا اور وہ دونوں دور جا کر کھڑے ہوگئے۔ رابعہ
حیرت سے کبھی فرش پر پڑے ہوئے نوکروں کو دیکھتی تھی اور کبھی حمید کو.... وہ بھی اس طرح
جیسے حمید کوئی عجوبہ ہو۔

"کیا بات ہے۔" اس نے پوچھا۔

"کچھ محسوس کیا آپ نے۔"

"کیا؟ کس چیز کی طرف اشارہ ہے؟ میں نہیں سمجھی۔"

"میٹھی میٹھی سی بو۔"

"ہاں.... آں.... شاید ہے تو کچھ.... لیکن....!"

"ایک خواب آور گیس! جس کی زیادہ مقدار موت بھی لا سکتی ہے۔ سنتھیلک گیس ہے۔"

"اوہو! تو یہ نوکر....!" رابعہ چیخ پڑی۔

"خدا ہی جانے!" حمید مایوسانہ انداز میں سر ہلا کر بولا۔ "جب تک موجود ہے کمرے میں جا
ٹھیک نہیں۔"

وہ تقریباً پندرہ منٹ تک وہاں کھڑے رہے۔ دونوں خاموش تھے اور ان کی نظریں نوکروں

جی ہوئی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد ایک نوکر نے کروٹ لی اور رابعہ اُسے آوازیں دینے لگی۔ دفعتاً وہ
ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ پہلے چندھیائی ہوئی آنکھوں سے چاروں طرف دیکھتا رہا پھر اٹھ کر دروازے کی
طرف بھاگا۔

"نصیر....!" رابعہ نے اُسے پھر آواز دی۔

وہ تیر کی طرح ان کی طرف آیا اور اُن کے قریب کھڑا ہو کر ہانپنے لگا۔

"کیا بات تھی!" حمید نے اُسے گھور کر پوچھا۔

"وہ.... وہ.... سرکار.... بندر کا بچہ....!"

"کیا بکتے ہو۔" رابعہ بولی۔

"حضور! کچھ نہیں معلوم۔ بندر کے بچے کے پیچھے یہاں تک آئے۔ پھر کچھ نہیں معلوم۔"

"بندر کا بچہ! کیا بک رہے ہو۔ صاف صاف بتاؤ۔" حمید نے تیز لہجے میں پوچھا۔

"جی ہاں ڈرائنگ روم میں.... میز ٹھیک کر رہا تھا۔ کھڑکی میں ایک بندر کا بچہ نہ جانے کہاں
سے آگیا۔ صاحب کیا بتاؤں بس آدمی کا بچہ لگ رہا تھا۔ ہم نے اُسے روٹی دکھا کر اندر بلا لیا۔ پھر
پکڑنے کی کوشش کرنے لگے اسے گھیر کر اس کمرے میں لے گئے۔ پھر نہ جانے کیا ہوا۔"

حمید نے زیادہ تفصیل جاننا مناسب نہیں سمجھا۔ ظاہر ہے کہ جو شخص بھرے مجمعے میں
فاختائیں اڑا کر زیورات کا ڈبہ لے سکتا ہو اس کے لئے تین آدمیوں کو بیوقوف بنا دینا بڑی بات
نہیں ہو سکتی۔ تھوڑی دیر کی جدوجہد کے بعد وہ دونوں بھی ہوش میں آگئے۔ لیکن ان کی حالت
ٹھیک نہیں تھی۔ چکر پر چکر آرہے تھے۔ شائد ان دونوں پر گیس کافی اثر انداز ہوئی تھی۔

"کس مصیبت میں پڑ گئی۔" رابعہ بڑبڑا رہی تھی۔ "مجھے معلوم ہوتا تو وہ ہار پہن کر ہی نہ جاتی۔"

"اتفاقات ہی مصیبت لاتے ہیں۔" حمید مسکرا کر بولا۔ "کیا آپ مجھے وہ ساری چیزیں دکھا
سکیں گی جن کی وہ تلاشی لے کر گیا ہے۔"

"چلیئے۔"

"سب سے پہلے اُس نے تجوری دیکھی۔ انگلیوں کے نشانات کے لئے تو سر مارنا ہی فضول
تھا۔ کیونکہ رابعہ کے بیان کے مطابق اُس نے دستانے پہن رکھے تھے۔ حمید کا خیال تھا ممکن ہے وہ
کوئی اور چیز چھوڑ گیا ہو۔ کوئی ایسی چیز جس سے اُس کی شخصیت پر روشنی پڑ سکے!

وہ زمین پر ایک گھٹنا ٹیکے تجوری کا نچلا خانہ دیکھ رہا تھا کہ اُس کی نظر رابعہ کے پیروں پر
پڑ گئی۔ وہ اس کے قریب ہی کھڑی ہوئی تھی اور اس نے دو پٹیوں والے سیاہ مخملی چپل پہن رکھے
تھے۔ مرمر سے تراشے ہوئے سبک پیر جن کا فاصلہ حمید کے چہرے سے ایک فٹ سے زیادہ نہ رہا
ہو گا.... پیروں کے انگوٹھوں کا درمیانی ابھار.... حمید کا سر چکرانے لگا۔ اس کا ایک بہت پرانا
کومپلیکس ذہن کے تاریک گوشے میں کلبلانے لگا تھا۔

"میرے خیال سے یہ فضول رہے گا۔" وہ اٹھتا ہوا بڑبڑایا۔ "سوچنے کے لئے بیس منٹ! کیا
یہاں تنہائی مل سکے گی۔"

رابعہ اُسے ایک کمرے میں لے آئی۔

"آپ کو بہت تکلیف ہوئی... کیا بتاؤں۔" اس نے کہا۔ چند لمحے کھڑی رہی اور پھر چلی گئی۔

حمید ایک صوفے میں ڈھیر ہو گیا۔

کوئی یقین کرے یا نہ کرے۔ ایک مخصوص بناوٹ کے زنانے پیر اس کی بہت بڑی اور پرانی
کمزوری تھے۔ اُس وقت اس کی سانسیں اس طرح چڑھی ہوئی تھیں وہ کسی پہاڑ کی چوٹی سر کرنے
کے بعد تھک کر گر پڑا ہو۔ بہتوں کو یقین نہ آئے گا۔ لیکن یہ حقیقت تھی کہ وہ طالب علمی کے
زمانے میں محض ایک لڑکی کے پیروں کی خاطر ڈیڑھ سو میل کا سفر کیا کرتا تھا۔ یہ اُس کے ایک
قریبی عزیز کی لڑکی تھی اور بے حد حسین پیر رکھتی تھی۔ حمید کو ہر دوسرے تیسرے ماہ محض اُس
کے پیروں کے دیدار کے لئے ایک لمبے سفر کی صعوبتیں برداشت کرنی پڑتی تھیں۔ خواہ حمید کے
چاہنے والوں کو قے ہی کیوں نہ ہو جائے لیکن یہ بات بھی بتانی ہی پڑے گی کہ اس نے ایک بار اُس
لڑکی کے پیر کا انگوٹھا چوسا بھی تھا اور عرصہ تک اس کے پیر کی بو کسی نفیس قسم کی شراب کے نشے
کی طرح اس کے ذہن پر مسلط رہی تھی۔ وہ بس اُس کے پیر دیکھا کرتا تھا۔ انگوٹھوں کی بناوٹ تو
اسے پاگل ہی کر دیتی تھی۔ اس کی سب سے بڑی خواہش تھی کہ وہ اُس کے پیر کا انگوٹھا چوس
ڈالے۔ اور یہ خواہش ایک دن اچھے خاصے پاگل پن میں تبدیل ہو گئی۔ وہ بچپن ہی سے ذہین اور
فتنہ پرداز تھا۔ آخر اُسے ایک تدبیر سوجھ ہی گئی۔ گرمیوں کے دن تھے۔ گھر کے لوگ دوپہر کا کھانا
کھا کر مگر مچھوں کی طرح اونگھنے لگے تھے۔ انہیں میں وہ لڑکی بھی تھی حمید نے اُس کے پیر کے
انگوٹھے میں ایک پن اس صفائی سے چبھائی کہ وہ چیخ مار کر جاگ تو پڑی لیکن یہ نہ سمجھ سکی کہ بات

ی۔ حمید "سانپ سانپ" کا غل مچاتا ہوا ایک طرف دوڑتا چلا گیا۔ پھر بدحواسی کی نہایت عمدہ
کرتا ہوا واپس آیا۔ گھر میں کہرام پڑ گیا۔ دیہات کے سیدھے سادھے لوگ تھے۔ گھرانا
داروں کا تھا۔ اگر معاملہ کسی کسان یا نچلے طبقے کے آدمی کا ہوتا تو لڑکی کے انگوٹھے پر خون کی
ی بوند دیکھ کر فوراً بتا دیتا کہ وہ کم از کم سانپ کے دانت کا نشان تو ہرگز نہیں ہو سکتا۔

بہر حال گھر میں ہنگامہ برپا ہو گیا۔ حمید نے لڑکی کا پیر پکڑ کر پنڈلی کو ایک پتلی سی ڈور سے
یا اور پھر اُس کا انگوٹھا چوسنے لگا۔ کئی لوگوں نے اس پر حیرت ظاہر کی لیکن حمید نے کہا کہ وہ
چوس رہا ہے اور اس نے انہیں تھوک کر بھی دکھایا۔ تھوک ہلکے نیلے رنگ کا تھا۔ لوگ چکرا
کسی نے چیخ کر کہا کہ تم اپنی جان کیوں دے رہے ہو۔ اس پر اس نے انہیں بتایا کہ وہ کالج میں
نا ہے اور کالج میں سب کچھ سکھایا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ مردہ مینڈک میں جان بھی ڈال دی جاتی
بہر حال وہ چوس چوس کر نیلے رنگ کا جھاگ تھوکتا رہا اور لڑکی بلبلا بلبلا کر روتی رہی۔ ایسا
م ہو رہا تھا جیسے وہ بیہوش ہو جائے گی۔ جب حمید کا دل بھر گیا تو اس نے پُر اطمینان انداز میں
لا کر انگوٹھا چھوڑ دیا اور پھر باہر جا کر اُس نے اپنے منہ سے نیلی روشنائی کی ٹکیہ نکالی جو آدھی
زیادہ گھل گئی تھی۔

اور پھر جب ایک گھنٹہ گذر جانے کے بعد بھی لڑکی نہ مری تو حمید کی شہرت جنگل کی آگ
طرح سارے گاؤں میں پھیل گئی۔ گھر والے تو گویا اُسے سر پر بٹھائے پھر رہے تھے۔

حمید نے احتیاطاً اتنی زمین ہی کھود ڈالی جتنے حصے میں اس نے نیلی روشنائی تھوکی تھی۔ رات
کھانے پر اُسے اپنا منہ پیٹنا پڑا۔ بھلا زہر کی تیزی کی وجہ سے اس کی زبان کیوں نہ کٹتی اور کٹی
ئی زبان پر نمک اور مرچ کا مزہ وہی جانے جس پر بیتی ہو۔ لڑکی اب بھی زندہ ہے اور اب اُسے
ئی لڑکی نہیں کہتا۔ البتہ کئی چھوٹے چھوٹے بچے اُسے "اماں" ضرور کہتے ہیں۔ وہ اب بھی حمید کی
سان مند ہے لیکن اُس کے پیر بھدے ہو چکے ہیں۔

پندرہ منٹ گذر گئے۔ حمید چپ چاپ صوفے پر پڑا رہا۔ وہ رابعہ کے پیر بھول جانا چاہتا تھا۔
نا لہا سال کی دبی ہوئی خواہش ایک بار پھر جاگ اٹھی تھی۔ انگوٹھا.... اس کا ضدی ذہن
انگوٹھا.... انگوٹھا" کی تکرار کئے جا رہا تھا۔ اُس نے جھنجھلا کر اپنے گال پر تھپڑ مار لیا۔ ٹھیک اُسی وقت
بعہ کمرے میں داخل ہوئی۔ وہ ٹھٹک گئی۔ شائد اس نے حمید کو اپنے گال پر تھپڑ مارتے دیکھ لیا تھا۔

"بڑے مچھر ہیں یہاں....!" حمید کھسیانی ہنسی کے ساتھ بولا۔

"نہیں.... تو.... ممکن ہے ایک آدھ بھولا بھٹکا کہیں رہ گیا ہو۔ ورنہ یہاں تو روز [illegible]
چھڑکا جاتا ہے۔"

"ممکن ہے! میرا خیال ہو!" حمید اٹھتا ہوا بولا۔ "اچھا تو پھر اب اجازت ہے۔"

"جائیے۔" رابعہ بے چینی سے بولی۔

"ویسے میں جانے سے پہلے آپ کا تھوڑا سا وقت ضرور لوں گا۔" حمید نے کہا اور ذہن [illegible]
آواز دی۔ "انگوٹھا" لیکن حمید نے اس کے پیروں کی طرف دیکھنے کی جرأت نہ کی۔

"اگر آج رات یہیں ٹھہریں تو کیا حرج ہے۔" رابعہ نے دبی زبان سے کہا۔

"نوکروں کا حال تو آپ دیکھ ہی چکے۔"

"اوہ....!" حمید ہنس پڑا۔ "مجھے یقین ہے کہ وہ اب نہیں آئے گا۔"

"میں فریدی صاحب سے اجازت لئے لیتی ہوں۔" رابعہ نے کہا۔

"اوہو.... دیکھئے نا.... بات دراصل یہ ہے کہ.... میں.... اب کیا بتاؤں۔"

"میرا خیال ہے کہ میری بات فریدی صاحب نہیں ٹالیں گے۔ ڈیڈی کے گہرے دو[illegible]
میں سے ہیں۔"

"وہ تو ٹھیک ہے۔ لیکن شائد آپ کو مجھے گھر ہی سے نکال دینا پڑے۔" حمید نے
معصومیت سے کہا۔

"کیوں....؟"

"مجھے اکثر سوتے سوتے فرنجک ہو جاتی ہے۔ ابھی پرسوں کی رات کی بات ہے کہ
فرنجک ہو گئی اور جب مجھے ہوش آیا تو میں نے محسوس کیا کہ فریدی صاحب کے پیر کا انگوٹھا
رہا ہوں اور وہ میرے سر پر طبلہ بجا رہے ہیں۔"

رابعہ ہنس پڑی۔

"حمید صاحب میں نے سنا ہے کہ آپ بڑے لطیفہ گو ہیں چلئے آج رات بھر لطیفے ہی [illegible]

"اوہ.... لطیفے.... خیر.... مگر میں.... اچھا میں ابھی واپس آجاؤں گا۔"

"کوئی خاص کام....!"

"میں نے ابھی کھانا نہیں کھایا۔"

"اور اس کے لئے آپ اتنی دور جائیں گے۔ میں نے بھی کھانا نہیں کھایا۔" [illegible]

"بات دراصل یہ ہے....!" حمید کی نظریں پھر اُس کے پیروں پر پڑ گئیں اور ذہن میں جھٹکا
سا پیدا ہوا۔ [illegible] اور پھر کرسی میں گر گیا۔

"کیا بات ہے۔" رابعہ نے پوچھا۔ [illegible]

"اوہ! کوئی خاص بات نہیں۔"

حمید اُس کے ساتھ کھانے کی میز پر آیا اور پھر اُس ہار کے متعلق گفتگو چھڑ گئی۔

"آپ زہرہ جمال صاحبہ کو جانتی ہیں۔" حمید نے پوچھا۔

"زہرہ جمال۔ شاید آپ صغیر بابر کی بیوی کے متعلق پوچھ رہے ہیں۔"

"جی ہاں.... وہی....!" [illegible] کہ آپ خود بھی ممبر نہ ہو جائیں۔"

"میں اُسے خود سے کبھی جاننے کی کوشش نہ کرتی۔ لیکن وہ خود ہی....!" رابعہ کچھ کہتے کہتے
رک گئی۔

"اونچے طبقے کی عورتوں میں گھستی ہے۔" حمید نے جملہ پورا کر دیا۔

"آں.... ہاں.... اونچے طبقے کی بات تو نہیں۔ صغیر بابر خود بھی کافی دولت مند ہے۔ میں
تعلیم یافتہ اور الٹرا موڈرن لوگوں کی بات کر رہی تھی۔"

"آپ بھی ویمنز سنٹر کی ممبر ہیں۔"

"جی ہاں.... یہ کباب لیجئے۔"

"شکریہ۔" کیا زہرہ جمال وہاں کی ممبروں میں کافی مقبول ہے۔"

"ہے تو لیکن....!" رابعہ ہونٹ سکوڑ کر رہ گئی۔

حمید معنی خیز انداز میں اُس کی طرف دیکھنے لگا۔

"لیکن آپ نے اس کا تذکرہ کیوں چھیڑا ہے۔" وہ تھوڑی دیر بعد پوچھ بیٹھی۔

"بس یونہی.... آج اس سے بھی ملا تھا۔ اس کا بھی تو نکلس پلازا تھیٹر ہی میں اُتارا گیا تھا۔"

"فریدی صاحب میرے ہار کے متعلق کیا کہتے ہیں۔"

"اُن کا بھی یہی خیال ہے کہ وہ گھر ہی میں بدلا گیا ہے۔"

"میں نہیں سمجھ سکتی کہ گھر میں ایسی حرکت کون کرے گا۔" رابعہ بولی۔ "کیا ان نوکروں میں سے کوئی۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں ڈیڈی کو کیا جواب دوں گی۔"

کھانا ختم کر چکنے کے بعد وہ پھر ڈرائنگ روم میں آبیٹھے۔ حمید نے زہرہ جمال کا تذکرہ پھر چھیڑ دیا۔

"اس کی مقبولیت کی وجہ پوچھئے تو میں بتاؤں۔" رابعہ نے کہا۔ "وہ خطرناک حد تک چاپلوس واقع ہوئی ہے۔ ان حلقوں میں بھی درانہ گھستی ہے جہاں کوئی اُسے منہ لگانا بھی پسند نہیں کرتا۔"

"خیر اُس کی مکاری اور چاپلوسی کی عادت کا اندازہ میں نے پہلے ہی لگا لیا تھا۔" حمید بولا۔

"کس طرح! کیا بات تھی۔"

"مجھے علم القیافہ میں بھی تھوڑا سا دخل ہے، جس عورت کے پیر کے انگوٹھے میں جڑ کے قریب اوپر کی طرف ایک گہری لکیر ہو۔ وہ عموماً مکار اور چاپلوس ہوتی ہے۔"

"اوہو! تو آپ لکیروں کے بھی ماہر ہیں۔ ذرا میرے انگوٹھے بھی تو دیکھئے گا۔" رابعہ ایک شوخ سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔ اور حمید کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔

رابعہ اٹھ کر حمید کے قریب آگئی اور اس نے اپنا دایاں پیر چپل سے نکال کو صوفے کے بازو پر رکھ دیا۔ حمید کی قمیض سردی کے باوجود بھی پسینے سے بھیگنے لگی۔ اس نے جھک کر انگوٹھے کی طرف دیکھا اور کانپتے ہوئے ہاتھ سے اس کی جڑ ٹٹولنے لگا۔

"جی نہیں.... نہیں ہے۔" وہ تھوک نگل کر بولا۔

"خیر شکر ہے۔" رابعہ پھر مسکرائی اور اپنی کرسی کی طرف لوٹ گئی۔

حمید کا حلق خشک ہو رہا تھا اور ذہن چیخ رہا تھا۔ "ابے چوس۔ ابے چوس۔" سانسیں تھیں آندھیاں۔ چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ رابعہ حیرت سے اُس کی طرف دیکھ رہی تھی۔ حمید کی نظریں اُس کے چہرے کی طرف اٹھیں اور وہ بوکھلا کر بولا۔

"مم.... میرا خیال ہے.... کہ وہ گیس میرے سسٹم پر بھی اثر انداز ہوئی ہے۔ پتہ نہیں کیوں سر چکرا رہا ہے۔ آپ موزے کیوں نہیں پہنتیں.... کتنی شدید سردی ہے۔"

"تو پھر آپ آرام کیجئے۔ میں فریدی صاحب کو فون کئے دیتی ہوں۔"

"شش.... شکریہ....!"

"ڈاکٹر کو فون کروں۔"

"اوہ نہیں.... اس کی ضرورت نہیں.... اور پھر آپ اس ہار والے معاملہ کو چھپانا بھی تو چاہتی ہیں۔"

"مجھے افسوس ہے کہ میری وجہ سے۔"

"اوہو.... مجھے بار بار شرمندہ نہ کیجئے۔ میں تو اس وقت بھی آپ کے ہار ہی کے متعلق سوچ رہا ہوں۔ ویسے عرض ہے کہ آپ اپنا کمرہ مقفل کر کے سوئیے گا۔"

"کیوں.... کیا بات ہے۔" رابعہ خوفزدہ آواز میں بولی۔

"وہ میری فرنجک....!" حمید بولا اور رابعہ ہنس پڑی۔

"مجھے ڈر ہے کہ آپ کو اپنا ہی انگوٹھا چوسنا پڑے گا۔" اس نے کہا اور حمید بھی ہنسنے لگا۔

بد اخلاق کتے

حمید کو کافی رات گئے تک نیند نہیں آئی۔ وہ اپنے اس کومپلکس سے عاجز آگیا تھا۔ کئی بار اس کا انیلیسس بھی کرانے کی کوشش کی تھی لیکن بیچارے عامل کو کومپلکس کی بنیادی وجہ ہی نہ مل سکی۔ بہر حال سوتے وقت بھی اس کے ذہن پر رابعہ کے پیر مسلط رہے۔ لیکن صبح جب آنکھ کھلی تو سب سے پہلے کلوٹی زہرہ جمال یاد آئی اور ذہن میں رابعہ کا یہ جملہ گونج رہا تھا کہ وہ حد درجہ چاپلوس واقع ہوئی ہے اور فیشن ایبل عورتوں میں زبردستی گھستی ہے۔

رابعہ بھی شائد رات کو دیر تک جاگتی رہی تھی اور ابھی تک سو رہی تھی کہ حمید بھاگ نکلا۔ نوکر سے کہتا گیا کہ ایک ضروری کام یاد آگیا ہے ورنہ جاگنے کا انتظار کرتا۔

گھر پہنچا تو پائیں باغ کے پھاٹک ہی پر فریدی سے مڈبھیڑ ہو گئی۔

"صبح بخیر....!" فریدی نے معنی خیز انداز میں مسکرا کر کہا۔

"نہ صرف بخیر بلکہ ہاتھ پیر بھی بخیر۔ خدا آپ پر صحرائے نجد کے اونٹ نازل کرے۔"

"خیریت! بڑے اداس نظر آ رہے ہو۔"

"خودکشی کا ارادہ ہے۔" حمید منہ سکوڑ کر بولا۔

"طریقہ کون سا اختیار کرو گے۔"
"کسی سے کہوں گا کہ گردن پر دونوں پیر رکھ کر کھڑی ہو جائے۔"
"کیا بات ہے پسر.... آخر صبح ہی صبح خودکشی کی کیسے سوجھی۔"
"میں اپنے اُس کومپلکس سے عاجز آ گیا ہوں۔"
"کون سا کومپلکس۔ تمہارے ساتھ ایک ہی دو تو نہیں ہیں۔"
"وہی پیر والا۔" اب میں اس وقت تک رابعہ کے یہاں نہیں جاؤں گا جب کہ آپ فون پر پہلے ہی سے موزے پہن رکھنے کی ہدایت نہ دے دیں گے۔
"اوہ تو یہ بات ہے۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "رابعہ کے پیر اسی قسم کے ہیں تب تو بڑی بات ہے۔"
"کیا اچھی بات ہے۔"
"یہی کہ اب میں تمہارا یہ مرض دور کرادوں گا۔" فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔
"کیسے دور کرادیں گے۔ میں نہایت سنجیدگی سے کہہ رہا ہوں کہ اس کے لئے کچھ کیجئے۔
"بھئی یہ لاشعوری گتھیاں ہیں اور ان کا علاج بھی ہے۔ بشرطیکہ اس گتھی یا مرض کا سبب دریافت ہو جائے.... مگر خیر میں سبب دریافت کئے بغیر ہی تمہارا معقول علاج کرادو
"کیسے ... کس طرح.... میں سنجیدہ ہوں فریدی صاحب۔"
"میں بھی غیر سنجیدہ نہیں۔ طریقہ علاج کے لئے ایک واقعہ سن لو! پھر میں تمہار کے طریقے پر روشنی ڈالوں گا۔ چلو اندر چلیں۔ میں آج بہت خوش ہوں۔"
"اس بہت خوشی کی وجہ۔"
"آج تم ہر بات کی وجہ ہی پوچھنے پر ادھار کھائے بیٹھے ہو.... چلو....!"
وہ دونوں برآمدے میں آکر بیٹھ گئے۔
"ہاں تو حمید صاحب!" فریدی بولا۔ "وہ واقعہ سنئے۔ ایک صاحب کے ساتھ عجیب تھی۔ جب بھی بیچارے خود کو اندھیرے میں محسوس کرتے چیخ مارتے اور بیہوش ہو جا انہیں بھی تمہاری ہی طرح تحلیل نفسی کی سوجھی۔ جس ماہر نفسیات کے پاس گئے وہ بچ تھا۔ اس نے کومپلکس کی وجہ دریافت کرلی۔ بات یہ تھی کہ وہ صاحب بچپن میں ایک

پر ایک سیاہ رنگ کے کتے سے ٹکرا گئے تھے۔ کتا کٹکھنا تھا اس نے انہیں بھنبھوڑ ڈالا اور یہ ں ہوگئے۔ اس وقت اتنے چھوٹے تھے کہ جوانی تک اس واقعے کو بھول ہی گئے۔ لیکن ذہن ں خاص قسم کی خوفناک سچویشن کی گرہ پڑی رہ گئی۔ لہٰذا وہ کتے والی بات تو بھول گئے تھے لیکن ر اب بھی اُن پر بیہوشی طاری کردینے کے لئے کافی ہوا کرتا تھا۔ ماہر نفسیات نے ایک رات کے ہاتھ میں ریوالور دیا اور انہیں ایک ایسی جگہ لے گیا جہاں اندھیرا تھا اور اس نے وہیں ایک نگ کا کتا پہلے ہی سے چھوڑ رکھا تھا۔ قصہ کوتاہ اس نے ان سے اس کتے کو اندھیرے ہی میں کرادیا۔ اور پھر اس دن سے اندھیرے کا خوف ان پر نہیں طاری ہوا۔"
"اتنا میں سمجھ گیا۔" حمید نے کہا۔ "لیکن میرا کیس اس سے مختلف ہے۔"
"تمہارا کیس خوف کا نہیں پسند کا ہے۔ اس کے لئے صرف نفرت ہی سودمند ہو سکتی ہے۔"
"میں نہیں سمجھا۔"
"یوں سمجھو.... تمہارا مرض بھی ہسٹریا ہی کی طرح ایک ذہنی مرض ہے اور تم یہ بھی نے ہو کہ ہسٹریا کے دورے اُس وقت پڑتے ہیں جب مریض ذہنی کشمکش کو شعوری طور پر کسی ا نتیجہ خیز حل کی طرف نہیں لے سکتا۔ دورے روکنے کی دو ہی صورتیں ہیں۔ یا تو مریض کو ں کا حل مل جائے یا پھر کش مکش کی طرف متوجہ ہی نہ ہونے دے۔ مثلاً نفرت کا جذبہ، اس لئے یہ تدبیر زیادہ مناسب رہتی ہے کہ مریض کے سامنے ایک دودھ دینے والی گدھی رکھی ئے اور اس سے کہا جائے کہ دراصل اس گدھی کا دودھ ہی اُس کا علاج ہے۔ دورے کا آثار اہر ہوتے ہی اُسے گدھی کا دودھ پلایا جائے گا۔ ظاہر ہے کہ مریض متنفر ہی نہیں بلکہ سخت ر بھی ہو جائے گا۔"
"آج آپ واقعی موڈ میں معلوم ہوتے ہیں۔" حمید ہنس کر بولا۔ "لیکن میرا علاج۔"
"تمہارا علاج گدھی کی لات ہے۔ ایک ایسی شاندار لات جسے کھا کر تم سنبھل نہ سکو اور ہارا دوپیسے والا معمہ حل ہو جائے۔ بڑی خوشی اس بات کی ہے کہ مجھے اس خاص قسم کے پیر کا بل گیا جو تمہیں بدحواس کردیتا ہے۔"
"یعنی....!"
"رابعہ کا پیر۔ اب میں تمہارا علاج کرلوں گا۔ تمہیں کسی بلند مقام پر کھڑا کرکے رابعہ سے

استدعا کروں گا کہ ایک ایسی لات جھاڑے کہ تم اوندھے منہ نیچے چلے جاؤ۔ تمہارا سر پھٹ جا
اور منہ بھرتا ہو جائے۔ ہاتھ پیر ٹوٹ جائیں اور جب تم چھ ماہ بعد ہسپتال سے برآمد ہو تو ا
کے پیروں کے خیال ہی سے تمہاری روح فنا ہونے لگے۔"

"ہیئر ہیئر۔" حمید تالی بجانے کی بجائے اپنا سر پیٹ کر چیخا۔ "واقعی آپ اس وقت ب
خوش معلوم ہوتے ہیں۔ کیا آپ کا بھی کوئی کومپلکس رفع ہو گیا۔"

"ہو سکتا ہے۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "ویسے یہ خبر تمہارے لئے کافی دلچسپ ثابت ہو گ
اس لٹیرے نے پچھلی رات مجھ پر بھی ہاتھ صاف کر دیا۔"

"کیا....؟" حمید اچھل پڑا۔ "کس طرح؟"

"پہلے یہ بتاؤ کہ رابعہ نے تمہیں کیوں بلایا تھا۔ اُس نے مجھ سے فون پر اتنا ہی کہا تھا ک
تمہیں رات بھر کے لئے روک رہی ہے اور مفصل حالات تم ہی سے معلوم ہوں گے۔"

حمید نے پچھلی رات کی داستان دہرا دی۔

"فریدی کچھ سوچتا رہا پھر سر ہلا کر بولا۔ "تو شاید اس نے وہاں کے بعد ادھر ہی کا رخ کیا

"بات کیا ہے۔" حمید نے مضطربانہ انداز میں کہا۔

"وہ رابعہ والا نقلی ہار لے گیا۔" فریدی نے جیب سے ایک لفافہ نکالتے ہوئے کہا۔ "
پڑھو۔"

حمید نے لفافہ لے کر خط نکالا۔

"فریدی صاحب۔

میں ایک بے ضرر آدمی ہوں۔ ایڈونچر کا شائق ہونے کی بناء پر میں نے یہ راستہ اختیا
ہے۔ خطرات میں پڑنے اور نکل جانے میں مجھے جو لذت ملتی ہے وہ آج تک کسی دوسری چی
نہیں ملی۔ ڈاکے تفریحاً ڈالتا ہوں اور لوٹی ہوئی چیزیں پھر اُن کے مالکوں کو واپس کر دیتا ہوں۔
تک میں نے یہاں جتنی بھی وارداتیں کی ہیں ان کا مال غنیمت آہستہ آہستہ واپس کر رہا ہوں۔
اگر وہ لوگ پولیس کو اس کی اطلاع نہ دیں تو یہ ان کی نیت کا قصور ہے نہ کہ میرا۔ اگر آپ
طریقوں کو کام میں لا کر تفتیش شروع کریں تو میرے قول کی سچائی آپ پر روشن ہو جائے
رابعہ نکہت کا ہار واپس لے جا رہا ہوں۔ یہ ایک بڑا اچھا مشغلہ ہاتھ آیا ہے۔ میں اصلی ہار

ں گا اور پھر اُسے رابعہ نکہت تک پہنچانا میرا فرض ہوگا۔ نقلی ہار اس لئے لے جا رہا ہوں کہ مجھے
کی اصل تلاش کرنی ہے۔ یہ میری تفریح ہے۔ فریدی صاحب ان وارداتوں کا مقصد حقیقتاً
لوٹنا نہیں ہے۔ آپ بہت بڑے آدمی ہیں لہٰذا اس چھوٹے اور سیدھے سادھے معاملے میں
ل دینا آپ کے شایان شان نہیں۔ پولیس کو الجھنے دیجئے اور پھر میں تو حکومت کی ایک خدمت
انجام دے رہا ہوں۔ یعنی میں نہیں چاہتا کہ قانون کے محافظ کاہل ہو جائیں میں نے انہیں
چاق و چوبند کر دیا ہے۔ اتنا تو آپ بھی تسلیم کریں گے۔ مجھے افسوس ہے کہ اس وقت مجھے
پ کے کتوں کا اخلاق خراب کرنا پڑا۔ اس کیلئے معافی کا خواستگار ہوں۔ معاف کر دیا نا آپ نے۔

آپ کا خادم سیاہ پوش"

حمید خط ختم کر کے فریدی کی طرف دیکھنے لگا۔

اس وقت نہ جانے کیوں اسے فریدی کی مسکراہٹ بڑی دلکش معلوم ہو رہی تھی۔

"آپ گھر پر موجود تھے۔" حمید نے پوچھا۔

"موجود تھا اور جاگ رہا تھا۔ مگر یار اس مسخرے کی حرکتوں پر غصے کی بجائے ہنسی آتی ہے۔"

"خط کا آخری مرحلہ۔" حمید نے کہا۔ "کتوں کے ساتھ کون سی بد اخلاقی کی تھی۔"

فریدی ہنس پڑا۔ "اس نے رکھوالی کرنیوالے ایلسیشن کتوں کو شراب پلا دی تھی۔" فریدی بولا۔

"شراب پلا دی تھی۔" حمید بھی ہنس پڑا۔ "لیکن کس طرح۔"

"کسی جانور کے خون میں ملا کر.... وہ کنستر جس میں خون تھا کمپاؤنڈ میں ملا۔ اُس کے قریب
رانی جن کی دو خالی بوتلیں بھی پڑی ہوئی تھیں۔"

"کمال ہے۔ حقیقتاً غصے کی بجائے پیار آ رہا ہے۔ اُس پر۔" حمید نے کہا۔

"اب سنو کتوں کی حالت۔ پہلے تو کمبخت کمپاؤنڈ میں روتے اور اپنے ساتھ دوسرے کتوں کو
ی رلاتے رہے پھر اندر گھس آئے۔ میں لائبریری میں تھا۔ چاروں وہاں پہنچے اور میرے گرد
کر اس طرح رونا شروع کر دیا جیسے سرجنٹ حمید اللہ کو پیارے ہو گئے ہوں۔"

حمید پھر ہنس پڑا۔

"میں بے حس و حرکت بیٹھا رہا۔" فریدی سگار سلگاتا ہوا بولا۔ "سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ
ن کم بختوں کو ہو کیا گیا۔ کئی بار انہیں بھگایا لیکن پھر موجود۔ اس طرح منہ اٹھا اٹھا کر روتے رہے

جیسے سچ مچ کسی کی تعزیت کر رہے ہوں۔ سارے نوکر بھی لائبریری ہی میں آگئے اور میں نے انہیں کسی طرح پکڑوا کر بند کروا دیا۔ لیکن میاں حمید وہ اس وقت تک روتے رہے جب تک کہ ان کا نشہ نہیں اتر گیا۔ تقریباً دو بجے سونے کے لئے اپنے کمرے میں پہنچا تو ہار غائب تھا۔ تم اسے یہیں چھوڑ گئے تھے نا۔ اور پھر یہ خط ملا۔ بڑی دیر بعد یہ بات سمجھ میں آئی کہ اس نے کتوں کا اخلاق کس طرح خراب کیا ہوگا۔ باہر آیا کمپاؤنڈ میں کنستر اور شراب کی بوتلیں دیکھ کر قیاس کو حقیقت تسلیم کر لینا پڑا۔ کہو۔ ۔ ۔ ۔ ہے نا جینئس۔"

"واقعی بے ضرر آدمی ہے۔ ۔ ۔ ۔ ورنہ وہ کتوں کو شراب کی بجائے زہر بھی دے سکتا تھا۔"

"مگر وہ ابھی لونڈا ہے۔" فریدی اپنا اوپری ہونٹ بھینچ کر بولا۔ وہ سمجھتا ہے کہ شائد میں بہرام ڈاکو اور آرسین لوپن کے قصے پڑھ پڑھ کر سراغ رساں بنا ہوں۔"

"کیوں۔ ۔ ۔ ؟" حمید چونک پڑا۔

"وہ جو کچھ بھی خود کو ظاہر کر رہا ہے حقیقتاً ویسا نہیں ہے۔"

"بھلا آپ یہ کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ اُس نے لوٹی ہوئی ساری چیزیں اُن کے مالکوں کو واپس ہی کرنی شروع کر دی ہوں۔"

"ہو سکتا ہے! لیکن وہ اس حرکت سے بھی مجھے مطمئن نہیں کر سکتا۔ یہ مانتا ہوں کہ اس نے ابھی تک اپنی کسی واردات کے سلسلے میں قتل نہیں کیا۔ لیکن میں اُسے محض ایڈونچر سمجھنے کے لئے تیار نہیں۔ وہ کسی بڑے جرم کے لئے زمین ہموار کر رہا ہے۔"

"آپ کسی معاملے کو سیدھی طرح سوچ ہی نہیں سکتے۔" حمید ہونٹ سکوڑ کر بولا۔

فریدی صاحب آپ اپنے ہی کو کیوں نہیں دیکھتے۔ شائد ہمارے آئی۔جی صاحب کے پاس بھی اتنی ڈگریاں نہ ہوں گی۔ جتنی آپ کے پاس ہیں۔ دولت کی بھی آپ کے پاس کمی نہیں۔ اس کے باوجود بھی انسپکٹری پر اکتفا فرما رہے ہیں۔ اپنی ترقی بھی خود ہی رکوا دیتے ہیں آخر کیوں؟

"افتادِ طبع۔ ۔ ۔ !" فریدی مسکرا کر بولا۔

"پھر آپ کو اس کی افتادِ طبع پر کیوں شبہ ہے۔"

"میں خطر پسند طبیعتوں کے وجود کا منکر نہیں۔" فریدی کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "لیکن ایک بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ وہ صرف زیورات پر کیوں اکتفا کرتا ہے۔ اس نے ابھی تک زیورات

علاوہ اور کسی چیز پر بھی ہاتھ صاف نہیں کیا اور وہ انہیں واپس بھی کر دیتا ہے۔ ایڈونچر تو میں سمجھوں گا کہ وہ کسی سفارت خانے میں گھس پڑے۔ سرکاری مال خانوں پر بھی حملہ کرے۔ وہاں سے کوئی اہم چیز نکال لے جائے اور پھر اُس کے نرغے سے نکل جانے کے دوسرے مواقع پیدا کئے جا سکتے ہیں۔"

حمید تھوڑی دیر کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ یہ بات سچ مچ قابل غور ہے۔

فریدی کچھ نہ بولا۔ وہ خلاء میں نظریں جمائے ہوئے سگار کے ہلکے ہلکے کش لے رہا تھا۔

حمید کچھ دیر خاموش رہا پھر اس نے کہا۔ "تو کیا اب آپ اس میں دلچسپی لے رہے ہیں۔"

"بہت معمولی سی۔" فریدی بولا۔ "رابعہ کا ہار ایک اچھا خاصا کلیو ہے۔ مجھے ایسے کیسوں سے دلچسپی نہیں ہوتی جس میں کوئی کلیو نہ ہو۔ جسمانی ورزش کے ساتھ ہی ساتھ میرے لئے ذہنی جمناسٹک بھی ضروری ہے۔"

"تو ہار والے معاملے میں آپ کو کوئی الجھاوا نظر آ رہا ہے۔"

"ہاں کچھ معلوم تو ہوتا ہے۔" فریدی اٹھتا ہوا بولا۔ "ویسے زہرہ جمال پر کڑی نظر رکھو۔"

"کیوں! کیا آپ بھی اس کے متعلق کچھ سوچ رہے ہیں۔"

"ہاں کیوں نہیں۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "وہ سیاہ فام ہونے کے باوجود بھی بڑی دلکش ہے۔"

"ارے باپ رے باپ۔ ۔ ۔ !" حمید اپنا منہ پیٹنے لگا۔ "بیچارے بوڑھے کا چالیسواں ہو گیا۔"

"بکو مت۔ ۔ ۔ ! کیا ناشتہ کر کے آئے ہو۔"

"ناشتہ! ارے میں رات سے بھوکا ہوں۔"

"پھر بکواس۔ اگر رات سے بھوکے ہوتے تو مجھے کھا گئے ہوتے۔ چلو۔ ۔ ۔ اٹھو۔" فریدی نے کہا۔

"لیکن آپ نے میرے مرض کے متعلق کچھ نہیں کہا۔"

"کہہ دیا! علاج کے لئے کم از کم چھ ماہ کی چھٹی لو۔ ابھی اچھا ہے۔ رابعہ تمہاری احسان مند ہے۔ بلا تکلف لات مار دے گی۔"

"میں بہت سنجیدہ ہوں فریدی صاحب۔"

"جہنم میں جاؤ۔"

حمید کی حیرت

اتفاق سے اُسی شام کو ویمنز کلچر سنٹر کی ممبروں کی ماہانہ میٹنگ تھی اور کچھ تفریحی پروگرام بھی تھے۔ حمید نے اپنا پروگرام پہلے ہی سے بنا رکھا تھا۔ اُس نے فریدی کی وہ کار نکالی جو عموماً گیراج ہی میں بند رہا کرتی تھی اور اسے بہت ہی خاص قسم کے مواقع پر استعمال کیا جاتا تھا۔ حمید نے اس میں ٹیکسیوں والا میٹر فٹ کر دیا۔

میک اپ پہلے ہی کر لیا تھا۔ گھنی مونچھیں اور فرنچ کٹ ڈاڑھی میں وہ بڑا عجیب لگ رہا تھا۔ ڈاڑھی اور مونچھوں کا رنگ بھورا تھا۔ نہ جانے کب کا سڑا بسا سوٹ نکال کر پہن لیا۔ بہر حال کوئی ایسا سرحدی پٹھان معلوم ہو رہا تھا جس نے اپنی زندگی کا زیادہ تر حصہ مہذب دنیا میں گذارا ہو۔

فریدی نے اُسے دیکھا اور بے اختیار مسکرا پڑا۔

"بہت اچھے۔ لیکن تم آج کل اتنے محنتی کیوں نظر آ رہے ہو۔" اُس نے پوچھا۔

"رابعہ کا انگوٹھا۔" حمید آہستہ سے بڑبڑایا۔

"فریدی کا گھونسہ.....!" فریدی مکا تان کر بولا۔

"حمید کا بھوسہ.....!" حمید بُرا سا منہ بنا کر بولا اور کار اسٹارٹ کر دی۔

اور پھر اب یہ بتانے کی ضرورت باقی نہیں رہتی کہ وہ صغیر بابر کی کوٹھی کی طرف جا رہا تھا۔ پھاٹک کے قریب سے گذرتے وقت اُس نے رفتار بہت کم کر دی۔ یہ دیکھ کر اُسے اطمینان ہوا کہ صغیر بابر کی کار بھی پورٹیکو ہی میں کھڑی ہے۔

اس نے کچھ دور آگے جا کر کار روک دی۔ چند لمحے اندر بیٹھا ہلکے سروں میں سیٹی بجاتا رہا۔ پھر نیچے اُتر کر انجن کھولا اور اس پر اس طرح جھک گیا جیسے اُس میں کوئی خرابی ہو گئی ہو۔ اسٹپنی کھول کر اُس نے چند اوزار نکالے اور خواہ مخواہ اچھے خاصے انجن سے الجھنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد صغیر بابر کی کار پھاٹک سے نکلی۔ حمید نے ایک ہی نظر میں دیکھ لیا کہ زہرہ جمال اکیلی ہے۔ بوڑھا ڈرائیور کار ڈرائیو کر رہا ہے۔

کار کافی دور نکل گئی تو حمید نے بھی اپنی کار اسٹارٹ کر دی۔ وہ کافی فاصلے سے زہرہ جمال
ب کر رہا تھا۔

سنٹر کی عمارت کے سامنے پہنچ کر اگلی کار رک گئی اور حمید نے اپنی کار کی رفتار کم
ر اُس نے زہرہ جمال کو کار سے اُتر کر عمارت میں داخل ہوتے دیکھا۔ اُس کے ڈرائیور
ی دوسری گاڑیوں کی قطار کے ساتھ لگا دی۔

آگے نکل گیا۔ اس نے اپنی کار عمارت کی پشت پر روک دی اور اتر کر اُس جگہ چلا آیا
ری کاریں کھڑی ہوئی تھیں۔ ان میں سے کئی کے ڈرائیوروں کو وہ اچھی طرح پہچانتا
کے مشہور اور اعلیٰ طبقے کے لوگوں سے متعلق تھے۔ ویمنز کلچر سینٹر تھا ہی اعلیٰ طبقے کی
کے لئے۔ ویسے تو اس کی ممبر شپ کے لئے کوئی خاص قسم کی قیود نہیں تھیں۔ لیکن
کی عورتوں کا احساس کمتری انہیں یہاں لانے ہی کیوں لگا۔

نٹر صرف عورتوں کے لئے تھا۔ مردوں کا داخلہ قطعی ممنوع تھا۔

بھی عمارت کے طویل برآمدے میں آ بیٹھا۔ جہاں دوسرے خدمت گار، چپراسی اور
ور بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے حمید کو گھور کر دیکھا لیکن کوئی کچھ بولا نہیں۔ حمید نے
پاسنگ شو کا پیکٹ نکالا ایک سگریٹ نکال کر اُس کا کونا ڈبیہ پر ٹھونکتا رہا پھر دیا سلائی کے
ٹٹول کر مایوسانہ انداز میں ہونٹ سکوڑتے ہوئے زہرہ جمال کے ڈرائیور کی طرف
ُیا۔

ہں اُو گا بھائی؟" اُس نے ٹھیٹھ کابلی لہجے میں پوچھا۔

جمال کے ڈرائیور نے چپ چاپ دیا سلائی بڑھا دی۔

نی یو.....!" حمید اُس کی طرف پیکٹ بڑھاتا ہوا بولا۔

خان ہم بیڑی پیتا ہے۔" ڈرائیور نے بڑی خوش اخلاقی سے اس کی دعوت رد کر دی۔

بائی.....!" حمید پیکٹ جیب میں رکھتا ہوا بولا۔

نے سگریٹ سلگا کر صحیح معنوں میں چرسیوں کی طرح دم لگایا اور کھانسیوں کے ٹھکوں
بولا۔ "تمہارا بیگم صاب اندر او تا۔"

.....!" ڈرائیور نے اس طرح سر ہلا دیا جیسے وہ کسی بہرے آدمی سے مخاطب ہو۔

حمید کا ارادہ تھا کہ وہ اس سے زہرہ جمال کے متعلق کچھ معلومات بہم پہنچائے گا اور
رہا تھا کہ تصویر کے کسی رخ کو روشنی میں لائے۔ دفعتاً اُس نے پے در پے ہارن کی آواز
پہلے تو اُس نے دھیان نہ دیا۔ پھر جب یہ سلسلہ جاری ہی رہا تو اُس نے سوچا کہ کہیں وہ
کار کا ہارن نہ ہو۔ اسے خیال آیا کہ اُس نے جلدی میں کار بے قاعدہ طور پر کھڑی کر دی تھی
وہ ٹریفک کانسٹیبل کی نظر پر نہ چڑھ گئی ہو۔

وہ وہاں سے اٹھ کر عمارت کی پشت پر آیا۔ اس کا خیال صحیح تھا۔ اُسی کی کار کا ہارن تھا
آوازیں اب بھی جاری تھیں۔ شائد کوئی اندر بیٹھا ہوا ہارن بجا رہا تھا۔ حمید کو پہلے تو حیر
پھر فوراً ہی خیال آ گیا کہ اُس نے اس میں ٹیکسی کا میٹر فٹ کر رکھا ہے۔

اُس نے انتہائی ادب آمیز طریقے پر کار کی کھڑکی سے اندر جھانکا اور دوسرے ہی
اگر اُس نے خود کو سنبھال نہ لیا ہوتا تو شائد اُس کے منہ سے ایک حیرت زدہ سی آواز نکل جا
پچھلی سیٹ پر زہرہ جمال بیٹھی تھی۔

"ٹمپل روڈ....!" اُس نے آہستہ سے کہا۔

"اچا میم ساب۔ ولے میٹر خراب ہے۔" حمید نے مؤدبانہ کہا۔

"فکر مت کرو۔" زہرہ نے کہا اور حمید نے کار اسٹارٹ کر دی لیکن سوچ رہا تھا کہ
مطلب ہو سکتا ہے۔ وہ صدر دروازے سے عمارت میں داخل ہوئی تھی اور پھر پچھلے دروا
نکل کر اب ایک ٹیکسی میں سفر کر رہی تھی۔ جب کہ خود اسی کی کار عمارت کے سامنے م
اور ڈرائیور کو غالباً اس نے اسی دھوکے میں رکھا تھا کہ وہ عمارت کے اندر ہی موجود ہے۔

زہرہ جمال اس وقت سفید جارجٹ کی ساری اور سفید ہی بلاؤز میں کافی نکھری ہو
ہو رہی تھی۔ کالی رنگت کا سلونا پن کچھ اور ابھر آیا تھا۔

ٹمپل روڈ پر پہنچتے ہی اُس نے ہوٹل پام گردو کے سامنے کار رکوائی اور اتر گئی۔ دس
نوٹ حمید کے ہاتھ پر رکھ کر وہ پھاٹک کی طرف مڑی۔ چند لمحے کھڑی اِدھر اُدھر دیکھ
اندر چلی گئی۔ حمید نے بھی اِدھر اُدھر دیکھا اور میٹر کو نکال کر سیٹ پر ڈال دیا۔

اب وہ اپنی کار ہوٹل کے گیرج میں لے جا رہا تھا۔ چونکہ اس نے ٹیکسی والا میٹر نکا
اس لئے واچ مین نے کوئی اعتراض نہ کیا۔

ج میں پہنچ کر اُس نے سب سے پہلے بند گلے کا کوٹ اُتار پھینکا جس کے نیچے اس نے
ں اور سفید سوئٹر پہن رکھی تھی۔ کار کے ڈیش بورڈ کے اوپر لگے ہوئے آئینے میں دیکھ
ر نہایت احتیاط سے اپنی ڈاڑھی الگ کی۔ پھر سیاہ رنگ کے خضاب کی شیشی نکال کر اپنی
نچھیں رنگ ڈالیں۔ اب وہ سیاہ اور گھنی مونچھوں والا ایک خوبرو جوان نظر آ رہا تھا۔ اس
ے پر آخری نظر ڈالی اور انجن کو لاک کر کے نیچے اتر آیا۔

ردویا تین منٹ کے بعد وہ ہوٹل کے ڈائننگ ہال میں نظر آ رہا تھا۔ لیکن زہرہ جمال کا کہیں
ا۔ حمید ایک خالی میز پر بیٹھ کر پر تشویش نظروں سے اِدھر اُدھر دیکھنے لگا۔ دوسرے ہی
ایک ویٹر اس کے سر پر موجود تھا۔

ٹھہرو! ابھی مجھے ایک صاحب کا انتظار ہے۔" حمید آہستہ سے بولا۔ "ویسے کیا ابھی کوئی
سفید ساڑی اور سفید بلاؤز میں یہاں آئی تھیں۔ رنگ سلونا ہے۔"

یٹر بڑے ادب سے مسکرایا اور اپنی گردن کو مایوسانہ انداز میں ہلاتا ہوا چلا گیا۔

ر پھر وہ کہاں گئی۔ حمید سوچنے لگا۔ پھر اسے خیال آیا کہ ہوٹل کے داہنے اور اور بائیں
میں قیام کرنیوالوں کیلئے کمرے بھی ہیں ممکن ہے وہ انہیں میں سے کسی ایک میں گئی ہو۔

حمید چند لمحے بیٹھا سوچتا رہا پھر اٹھ کر باہر چلا آیا۔ دفعتاً اس کی نظریں بائیں بازو والے کمروں
ف اٹھ گئیں اور وہ بے اختیار چونک پڑا۔ زہرہ جمال ایک کمرے کا دروازہ مقفل کر کے مڑی
تا کہ اس کی اور حمید کی نظریں چار ہو گئیں۔ حمید کی حیرت اور زیادہ بڑھ گئی۔ اب وہ تھوڑی
ل کی بھولی بھالی زہرہ جمال نہیں تھی۔ اس کی سادگی رخصت ہو چکی تھی۔ یہی نہیں بلکہ اب
کے متعلق شائد کوئی غیر شناسا آدمی یہ سوچ بھی نہ سکتا کہ وہ ایک باسلیقہ اور شستہ مذاق کی
ت ہے۔ اس نے گہرے سرخ رنگ کی ساری باندھ رکھی تھی البتہ بلاؤز غالباً پہلے ہی کا تھا۔
نے اُسے پہلے بھی دو بار قریب سے دیکھا تھا۔ لیکن اسے یاد نہیں آ رہا تھا کہ ان دونوں مواقع
ں کے ہونٹ لپ اسٹک سے رنگے رہے ہوں یا کالے کلوٹے گالوں پر گہرے قسم کا روج رہا
بہر حال وہ اس وقت ایک حد درجہ پھوہڑ اور گھناؤنی عورت نظر آ رہی تھی۔ اس نے اپنے
ں میں اس طرح کے گنگورے نکال رکھے تھے جیسے عموماً ہر گھٹیا قسم کی طوائف نکالے رہتی
برآمدے سے نیچے اترتے وقت اس نے منہ پر اس انداز سے رومال رکھ لیا کہ ناک کا کچھ

حصہ اور ہونٹ بالکل چھپ گئے۔

حمید کو زہرہ جمال پر شبہ ضرور تھا لیکن اسے خواب میں بھی اس کا گمان نہیں تھا کہ ایک پراسرار حقیقت بن کر اس کے سامنے آئے گا۔ اس کے شبے کی ابتداء زہرہ جمال کی کی ممبری سے ہوئی تھی کیونکہ وہ ساری عورتیں جو پلازا تھیٹر میں لٹی تھیں سب ہی کلب کی ممبر تھیں اور زہرہ جمال ان سے اچھی طرح واقف تھی۔ اس شبے کے باوجود بھی حمید کا خیال تک نہیں آیا تھا کہ وہ ان سازشوں میں دیدہ و دانستہ کوئی عملی حصہ بھی لے رہی ہے کے ذہن میں صرف ایک امکانی وقوعہ تھا۔ یعنی کہ کوئی زہرہ جمال کو دھوکے میں ڈال کر اس اعلیٰ طبقہ کی عورتوں اور ان کے قیمتی زیورات کے متعلق معلومات بہم پہنچایا کرتا ہے اور یہ بعید از قیاس بھی نہیں تھی کیونکہ حالات ہی ایسے تھے۔ زہرہ کے متعلق رابعہ سے ملی ہوئی اطلاعات کا ماحصل یہ تھا کہ زہرہ ایک غریب گھرانے کی لڑکی تھی اور اس کی شادی بوڑھے بابر سے محض دولت کے لالچ میں کر دی گئی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ وہ اونچے طبقے کی عورتوں مل بیٹھنے کے لئے نت نئے طریقے اختیار کرتی رہتی تھی۔ یہاں تک کہ رابعہ کی بہم پہنچائی اطلاعات تھیں اور اس کے آگے کی خلاء خود حمید کے ذہن نے پر کی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ اپنی شکل وصورت کے معاملے میں احساس کمتری کا شکار تھی۔ اس لئے یہ بات بعید از قیاس ہو سکتی کہ کوئی خوبصورت مرد اُسے آسانی سے اپنی طرف متوجہ کرنے میں کامیاب نہ ہو جا حمید کو ذاتی طور پر بھی اس کا تجربہ ہو چکا تھا۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی ایسا ہی آدمی باتوں ہی باتوں اُس سے اپنے کام کی باتیں معلوم کر لیتا رہا ہو۔ اور پھر اس نے اس پر بھی ہاتھ صاف کر دیا پولیس اس کے امکانات پر غور کرنے کی زحمت ہی نہ گوارا کر سکے۔

بہر حال حمید کو اس پر اسی بات کا شبہ تھا کہ وہ نادانستگی میں کسی آدمی کو اُس کے کام کی بتا دیا کرتی ہے اور آج اُس نے اس کا تعاقب بھی اسی لئے کیا تھا کہ وہ اُس کے مرد دوستوں واقفیت حاصل کر سکے۔ مگر اب اُسے یہ سوچنے پر مجبور ہو جانا پڑا کہ خود زہرہ بھی ان واردا کے سلسلے میں کوئی بہت ہی اہم رول انجام دے رہی ہے.... ورنہ اس طرح چھپ کر میٹنگ بھاگنے کا کیا مطلب ہو سکتا تھا۔ آخر اس نے ہوٹل پام گرود میں کمرا کیوں لے رکھا تھا اور پھر سے ایک دہقانی قسم کی پھوہڑ طوائف کے روپ میں برآمد ہونے کا کیا مقصد تھا۔

حمید دوسری طرف منہ پھیر کر اُسے کنکھیوں سے دیکھتا رہا۔ وہ بدستور منہ پر رومال رکھے کی طرف جا رہی تھی۔ اس کے گذر جانے کے بعد حمید خود بھی آہستہ آہستہ چلتا ہوا پھاٹک قریب آیا۔

زہرہ جمال سڑک کے کنارے کھڑی ہوئی ایک ٹیکسی میں بیٹھ رہی تھی۔ پھر حمید نے گاڑی دوسری سڑک کی طرف مڑتے دیکھا۔ وہ پھرتی سے ایک ٹیکسی میں بیٹھتا ہوا ڈرائیور سے بولا۔

"اسی گاڑی کے پیچھے چلو! مگر ذرا فاصلے سے۔"

ڈرائیور اس کی طرف مڑ کر معنی خیز انداز میں مسکرایا اور حمید نے بھی جوابی مسکراہٹ کے ساتھ بائیں آنکھ دبا دی۔

"ذرا آہستہ۔" حمید بڑبڑایا۔ "اس کے قریب پہنچنے کی ضرورت نہیں۔"

"کیا صاب آپ بھی.... ہی ہی ہی!" ٹیکسی ڈرائیور ہنسا۔ "اگر اس کا شوق ہے تو میں لے لوں۔"

"نہیں یار.... چیز ہے۔" حمید دانت پر دانت جما کر بولا۔

"واہ صاب!" ڈرائیور پھر ہنس پڑا۔ "اپن کو تو وہ اپنی ٹیکسی سے بھی زیادہ چلی ہوئی جان پڑتی ہے۔"

حمید کچھ نہ بولا۔

سورج غروب ہو رہا تھا اور خنکی بڑھ رہی تھی۔ حمید کے جسم پر صرف ایک قمیض اور ایک ہلکی سی سویٹر تھی۔ کھلی ہوا میں آتے ہی کان منجمد ہونے لگے۔

"آپ کہو تو......!" ڈرائیور بڑبڑایا۔ "اگر طبیعت خوش نہ کر دوں تو مونچھ اکھاڑ کر کتے کی دم میں باندھ دینا۔ شہر میں کسی سے پوچھ لینا جما خان کہاں ملے گا۔ توبہ توبہ بڑا بول نہیں بولتا۔"

"ضرور ضرور جما خان!" حمید نے کہا۔ "مگر ذرا آہستہ پیارے...... میں نہیں چاہتا کہ وہ مجھے دیکھ لے۔" حمید مسکرا کر بولا۔

"ارے واہ صاحب! ڈر کاہے کا۔ کہو تو بیچ سڑک پر کھینچ لوں سالی کو۔ اگر نہ کھینچ لوں تو جما خان کی ماں کا کونڈا کر دینا۔"

"نہیں بھائی نہیں۔"

"خیر اپن کو کیا۔" وہ مایوسی سے گردن ہلا کر بولا اور رفتار کم ہو گئی۔

وہ کئی سڑکوں سے گذرتے ہوئے ارجن پورے کی طرف مڑ گئے۔ یہاں سڑک کے دونوں طرف اونچی اونچی عمارتیں تھیں لیکن نہایت ہی بھدی اور بد وضع۔ پلاسٹر ادھڑا ہوا۔ دیواریں قلعی اور مرمت سے بے نیاز۔ بعض عمارتیں تو کائی جمتے جمتے پوری کی پوری سیاہ ہو گئی تھیں۔ حمید جانتا تھا کہ ان عمارتوں میں سے ہر ایک میں کم از کم پچاس ساٹھ کمرے ضرور ہیں اور کمرے میں دس دس آدمی رہتے ہیں۔ رہتے نہیں بلکہ ان کا سامان رہتا ہے۔ وہ بیچارے تو فٹ پاتھ پر راتیں گذارتے ہیں۔

دو عمارتوں کی درمیانی گلی کے سامنے زہرہ جمال کی گاڑی رک گئی۔ حمید کی گاڑی کافی فاصلے پر تھی۔ اس نے زہرہ جمال کو ٹیکسی سے اُتر کر گلی میں داخل ہوتے دیکھا۔ جب تک حمید کی گاڑی وہاں پہنچی وہ نظروں سے غائب ہو چکی تھی۔

وہ ٹیکسی والے کو فارغ کر کے گلی میں آیا جہاں تاریکی، گندگی اور بدبو کے علاوہ پوری گلی سنسان پڑی تھی۔

اس لمبی گلی میں دونوں طرف تین چار گلیاں اور بھی تھیں۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب کیا کرے۔ اسے ہرگز اس کی توقع نہیں تھی کہ وہ اس علاقے میں ملے گی جہاں مزدوروں اور نچلے طبقے کے لوگوں کے علاوہ اور کوئی نہیں رہتا۔ وہ تھوڑی دیر تک ناک پر رومال رکھے گلیوں کے چکر کاٹتا رہا پھر اکتا کر سڑک پر آگیا۔

ایک تار

دوسری صبح سرجنٹ حمید بہت زیادہ اداس تھا۔ پچھلی رات وہ ارجن پورے سے ہوٹل ہار گرڈو آکر بڑی دیر تک زہرہ جمال کا انتظار کرتا رہا تھا۔ لیکن پھر اکتاہٹ بڑھ جانے کی وجہ سے اُسے بھاگنا ہی پڑا۔ اس نے غیر قانونی طور پر زہرہ جمال کے کمرے کی تلاشی بھی لینی چاہی تھی۔ لیکن اس میں بھی کامیابی نہ ہوئی۔ ہوٹل کا رجسٹر دیکھنے پر معلوم ہوا تھا کہ زہرہ جمال وہاں مس رنگوا کے نام سے مستقل طور پر مقیم تھی اور ہوٹل کا کاؤنٹر کلرک اسے ایک پیشہ ور پرائیویٹ نرس کی

حیثیت سے جانتا تھا۔ بہر حال زہرہ جمال بڑی پُر اسرار حیثیت اختیار کر چکی تھی۔

پچھلی رات کی ناکامی کا حمید کو اس قدر افسوس تھا کہ وہ اس وقت بھی پلنگ پر پڑے ہی پڑے کھانے کے علاوہ اور کچھ نہیں کرنا چاہتا تھا۔

کسی نے اس کے کمرے کے دروازے پر دستک دی۔ حمید نے بُرا سامنہ بنا کر دروازہ کھول دیا۔

"کیا وقت ہوا ہے؟" فریدی نے دروازہ کھلتے ہی پوچھا۔

"کیا آپ کی گھڑی بند ہو گئی۔"

"میں آج پھر کہتا ہوں کہ اگر میں نے سات بجے کے بعد تمہیں پلنگ پر دیکھا تو بہت بُری طرح پیش آؤں گا۔"

"میں نے آج پھر سن لیا۔" حمید لاپروائی سے بولا۔

"دماغ صحیح ہے یا نہیں۔"

حمید نے زبردستی ایک قہقہہ لگایا اور پھر یک بیک سنجیدہ ہو کر بسورنے لگا۔

فریدی کو ہنسی آگئی۔

تھوڑی دیر بعد دونوں ناشتے کی میز پر زہرہ جمال کے متعلق گفتگو کر رہے تھے۔

"تم اس چکر میں نہ پڑو کہ وہ کہاں جاتی ہے یا کیا کرتی ہے۔" فریدی نے کہا۔ "صرف اس کے دوستوں کا پتہ لگاؤ۔"

"شاید آپ کی نیند بھی پوری نہیں ہوئی۔" حمید نے مضحکانہ انداز میں مسکرا کر کہا۔

"کیوں....؟"

"کمال کرتے ہیں۔ بھلا اس کے دوستوں کا پتہ پھر کس طرح چلے گا۔"

"تو کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ وہ سیاہ پوش ان مزدوروں، نعلبندوں اور لوہاروں میں سے کوئی ہے جو ارجن پورے میں رہتے ہیں۔"

"نہیں میں یہ تو نہیں سوچتا لیکن اس پر ضرور غور کر رہا ہوں کہ وہ ان عمارتوں میں سے کسی ایک کمرہ کو کرائے پر لے کر اُسے کس مقصد کے لئے استعمال کر سکتا ہے۔"

"چلو یہی سہی۔" فریدی سگار سلگاتا ہوا بولا۔ "تم کو اس بات پر یقین آچکا ہے کہ وہ باقاعدہ طور پر سیاہ پوش سے ملی ہے۔ لیکن یہ تو بتاؤ کہ اُس نے نہایت صفائی سے اس بات کا اعتراف کیوں

کرلیا تھا کہ وہ پلازا تھیٹر میں لٹ جانے والی عورتوں سے واقف ہے۔ میرا خیال ہے کہ اگر وہ
دانستہ طور پر اس کی مددگار ہوتی تو یہ ظاہر کرنے کی ضرورت ہی نہیں سمجھتی کہ وہ اُن عورتوں
سے واقف تھی اُور اب تو وہ بیچاری تمہارے لئے کلچر سنٹر کی ساری ممبروں کے نام اور پتے فراہم
کر رہی ہے۔ صبح سے اب تک میں نے فون پر چھ عورتوں کے پتے ریسیو کئے ہیں اور وہ شائد تم
سے ملنا بھی چاہتی ہے۔"

"لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کی پچھلی رات والی عجیب حرکتوں سے کیا مطلب اخذ
کروں۔ آخر اس نے ہوٹل پام گرو میں ایک پرائیویٹ نرس کی حیثیت سے کمرہ کیوں لے رکھا
ہے۔ اپنا نام کیوں بدل دیا ہے۔"

"سنو بیٹے۔" فریدی سگار کا کش لے کر بولا۔ "اس سیاہ پوش میں بھی محض رابعہ کے ہار کی
وجہ سے دلچسپی لے رہا ہوں۔"

"یعنی آپ کو اس سیاہ پوش سے کوئی دلچسپی نہیں۔" حمید نے حیرت سے کہا۔

"قطعی نہیں۔"

"آخر کیوں!"

"بس یونہی! میں اس میں اس وقت دلچسپی لوں گا جب وہ کوئی بھاری جرم کر بیٹھے۔ کیا تم
نے.... مگر نہیں تم نے کہاں دیکھا ہوگا۔"

"کیا....؟"

"آج کا اخبار....!"

"کیا ہے آج کے اخبار میں۔" حمید اخبار کی طرف ہاتھ بڑھاتا ہوا بولا۔ لیکن اسے اٹھا بھی نہ
پایا تھا کہ ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔

"ذرا دیکھنا بھئی!" فریدی منہ بگاڑ کر بولا۔ "میرا خیال ہے کہ زہرہ جمال ہے۔"

حمید اخبار ہاتھ میں دبائے ہوئے فریدی کے کمرے میں چلا گیا۔ فریدی کا خیال صحیح نکلا
زہرہ جمال ہی تھی اور اپنی دانست میں اُس نے حمید کو ایک بڑی عجیب اطلاع بہم پہنچائی تھی۔ وہ یہ
کہ نکلس اُسے واپس مل گیا تھا۔

"آپ کو یقین ہے کہ وہ آپ ہی کا ہے۔" حمید نے پوچھا۔

"جی ہاں! کیوں نہیں۔"

"کہنے کا مطلب یہ ہے کہ کہیں وہ آپ کے نیکلس کی نقل تو نہیں....!"

"اوہ.... آپ نے تو مجھے الجھن میں ڈال دیا۔ لیکن مجھے اصلی اور نقلی نگینوں کی تمیز نہیں۔"

"تو ایسا کیجئے نا کہ کسی جوہری سے پرکھوا کر اپنی پہلی فرصت میں مجھے مطلع کیجئے۔ نہ جانے
کیوں آپ سے ملنے کو بہت دل چاہتا ہے۔"

حمید نے اس کے جواب میں ایک کھنکتا ہوا سا قہقہہ سنا جس کی سیکس اپیل فون پر بھی برقرار
تھی۔

"تو آپ ملتے کیوں نہیں۔ کس نے منع کیا ہے۔"

"ہاں.... آں.... لیکن صغیر صاحب سے خوف معلوم ہوتا ہے۔ وہ کچھ شکی قسم کے آدمی
معلوم ہوتے ہیں۔"

"تو پھر کہیں اور ملئے۔"

"آج شام کو آرلکچو میں۔" حمید نے کہا۔

"نہیں.... کیفے کاسینو کے متعلق کیا خیال ہے۔"

"چلئے وہ بھی ٹھیک رہے گا۔" حمید نے کہا۔ "تو پھر کس وقت...."

"سات بجے! میں وہاں آپ کا انتظار کروں گی۔ اپنے ساتھ کچھ اور پتے بھی لاؤں گی۔"

"شکریہ....!" حمید نے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔ کیفے کاسینو کے نام پر اسے کنول یاد آ گئی
تھی جو کیفے کاسینو میں کاؤنٹر کلرک تھی کنول جو ایک اچھی سراغ رساں بھی تھی۔

واپسی پر حمید نے فریدی کو زہرہ جمال کے نکلس کی واپسی کی خبر سنائی۔

"اخبار نہیں پڑھا تم نے۔" فریدی نے پوچھا۔ "ایڈیٹر کے خطوط کا کالم دیکھو۔"

حمید نے خطوط والا کالم نکالا۔

"ڈیئر ایڈیٹر....

مسخرہ بھیڑیا آپ کی وساطت سے یہ خبر اپنے چاہنے والوں کو پہنچانا چاہتا ہے کہ اس نے اس
شہر میں اب تک جتنی بھی وارداتیں کی ہیں اُن کا مال غنیمت مالکوں کو واپس کر رہا ہے۔ مسخرہ
بھیڑیا حقیقتاً لٹیرا نہیں۔ اُسے تو صرف قانون سے چھیڑ چھاڑ کرنے میں لطف آتا ہے اور مسخرہ

بھیڑیا اپنے ۔چاہنے والوں کو مطلع کرنا چاہتا ہے کہ وہ کچھ دنوں تک ان کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکے گا۔ وہ ایک نئے اور دلچسپ مسئلے میں الجھ گیا ہے۔ پبلک کو معلوم ہوگا کہ مسخرے بھیڑیئے نے ترمذی خاندان کا تاریخی ہار بھی اڑا لیا تھا۔ لیکن پبلک کو یہ اطلاع دیتے وقت مسخرے بھیڑیئے کو افسوس ہو رہا ہے کہ وہ ہار نقلی تھا۔ اُس ہار کو بھی واپس کر دیا گیا لیکن رابعہ نکہت صاحبہ کو بھی یہ بات نہیں معلوم تھی کہ وہ ہار نقلی ہے۔ انہوں نے ۱۶؍ جنوری کو صبح دس بجے وہ ہار سیٹھ نانو بھائی جوہری سے پرکھوایا۔ اس پر جوہری صاحب کو بھی حیرت ہوئی کیونکہ وہ تین ماہ قبل اسی ہار کو ایک انتہائی بیش قیمت چیز کی حیثیت سے پرکھ چکے تھے۔ محترمہ رابعہ حیران ہیں۔ انہیں یقین ہے کہ مسخرے بھیڑیئے ہی نے یہ حرکت کی ہے۔ اسی نے اُن کا اصلی ہار دبا کر ان کی خدمت میں اُس کی نقل پیش کر دی ہے۔ محترمہ رابعہ یقین کریں کہ مسخرہ بھیڑیا لٹیرا ضرور ہے لیکن اپنے اصولوں کا خون نہیں کرتا۔ مسخرہ بھیڑیا اُن کا نقلی ہار دوبارہ واپس لایا ہے اور اب وہ اصلی ہار کی تلاش میں ہے لیکن وہ یہ کام مفت نہیں کرے گا۔ اصلی ہار مل جانے پر وہ اُسے ان تک پہنچا تو دے گا لیکن اس ہار کا بڑا اور تاریخی ہیرا حق المحنت کے طور پر اپنے پاس ہی رکھ لے گا۔

آپ کی بہترین دعاؤں کا متمنی

مسخرہ بھیڑیا۔"

"یہ تو بہت بُرا ہوا۔" حمید آہستہ سے بڑبڑایا۔

"کیوں... برا کیوں ہوا۔"

"رابعہ نہیں چاہتی تھی کہ یہ معاملہ پبلک میں آئے۔"

"ایک نہ ایک دن تو اُسے آنا ہی پڑتا۔"

"پتہ نہیں یہ بات کہاں تک سچ ہے کہ اس نے دوسرے لوگوں کو بھی چیزیں واپس دی ہیں۔"

"قطعی واپس کر دی ہیں۔" فریدی نے کہا۔ "کل میں پتہ لگا چکا ہوں اور ان میں کوئی چیز بھی نقلی نہیں۔"

"پتہ نہیں اس کا مقصد کیا ہے۔"

"ظاہر ہو جائے گا۔" فریدی کے لہجے میں خود اعتمادی تھی۔

ٹیلی فون کی گھنٹی پھر بجی اور حمید کو پھر فریدی کے کمرے تک جانا پڑا اور اسے پھر وہی سریلی آواز سنائی دی۔ زہرہ جمال اُسے بتا رہی تھی کہ نکلس کے نگینے نقلی نہیں تھے۔ آخر میں اُس نے کہا کہ وہ کیفے کا سینو والا پروگرام بھولے نہیں۔

واپسی پر حمید نے دیکھا کہ فریدی ایک براؤن رنگ کا کاغذ ہاتھ میں لئے اُس پر نظریں جمائے ہوئے ہے۔ حمید نے ایک ہی نظر میں بھانپ لیا کہ وہ کہیں سے آیا ہوا تار ہے۔ فریدی نے کاغذ کو تہہ کر کے جیب میں رکھ لیا۔ لفافہ میز ہی پر پڑا رہا۔ اس پر فریدی ہی کا پتہ تحریر تھا۔

"خیریت....!" حمید نے پوچھا۔

"کوئی خاص بات نہیں۔" فریدی نے کہا۔ "ہاں فون پر کون تھا۔"

"جی کا جنجال یعنی محترمہ جمال۔"

"کوئی نیا پتہ....!" فریدی مسکرا کر بولا۔

"نہیں نکلس کے متعلق اطلاع کہ نگینے اصلی ہیں۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔ اس کی نظریں حمید کے چہرے پر تھیں لیکن ذہن کہیں اور تھا۔

"آپ تو سچ مچ شرلاک ہومز ہوتے جا رہے ہیں۔" حمید نے کہا۔

"آہ! واٹسن میرے عزیز....!" فریدی مضحکانہ انداز میں مسکرا کر بولا۔ "خدا منشی تیرتھ رام فیروز پوری کی مغفرت کرے کہ انہوں نے مجھے اردو میں لا کر بات بات پر آہ بھرنے پر مجبور کر دیا اور میری مٹی اس طرح پلید کی کہ اردو والے مجھے مولوی شرلاک ہومز مدظلہ سمجھنے لگے۔ میں انگریزی کے بجائے لکھنو کا باشندہ ہو کر رہ گیا۔"

"چھوڑیئے! میں اس وقت بہت مغموم ہوں۔"

"غم کی وجہ پیارے ڈاکٹر واٹسن۔ بلکہ واٹس میرے عزیز رشتے دار.... وغیرہ وغیرہ۔"

"فریدی صاحب! میں سچ مچ اداس ہوں۔"

"تم اداس نہیں۔" "اگر تم لفظ اداس کی اصلیت سے واقف ہوتے تو کبھی ایسا نہ کہتے۔"

"کیوں....؟ اس کی اصلیت....؟" حمید بولا۔

"ہاں پیارے یہ حقیقتاً الو داس تھا جو کثرت استعمال سے بگڑتے بگڑتے اداس رہ گیا۔"

حمید صرف مسکرا کر رہ گیا۔ تھوڑی دیر بعد خاموشی رہی۔ پھر فریدی بولا۔

"اب تم زہرہ جمال کے پیچھے نہیں جاؤ گے۔"

"کیوں....؟" حمید کے لہجے میں حیرت تھی۔

"وقت برباد کرنے سے کیا فائدہ۔"

"ارے! ابھی کچھ ہی دیر پہلے آپ نے کہا تھا کہ زہرہ جمال کے دوستوں کا پتہ لگاؤ۔"

"کافی دیر پہلے کی بات ہے۔ اب پوری بساط ہی مل گئی ہے۔"

"یعنی....!"

"پھر وہی۔ یعنی.... جو کہا جائے وہ کرو۔"

"نہیں کرتا۔" حمید جھنجھلا گیا۔

"مت کرو۔ ویسے اگر کہیں باہر جانا ہو تو ایک تار دے دینا۔"

"آخر آپ نے اتنی جلدی اسکیم کیوں بدل دی۔ کیا زہرہ جمال مشتبہ نہیں ہے۔ کیا میں نے خود ہی اپنی آنکھوں سے عجیب قسم کی حرکتیں کرتے نہیں دیکھا ہے۔"

حمید اُسے عجیب نظروں سے دیکھتا رہا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ فریدی کا دماغ تو نہیں چل گیا۔

کچھ دیر خاموشی رہی پھر فریدی بجھا ہوا سگار سلگا کر بولا۔

"تم نے کہا تھا کہ سیاہ پوش تمہارا شکار ہے۔"

"اب بھی یہی کہتا ہوں۔"

"لیکن تم اس پر ہاتھ نہ ڈال سکو گے۔"

"ہو سکتا ہے۔" حمید نے خشک لہجے میں کہا۔

"لیکن اگر میرے کہنے پر عمل کرو تو یہ کچھ ایسا مشکل بھی نہیں۔"

"فرض کر لیجئے میں نے عمل کرنے کا وعدہ کر لیا۔"

"تو پھر میں بھی فرض کئے لیتا ہوں کہ تم رابعہ کے عاشقوں کی تعداد ضرور معلوم کرو گے۔"

"فرض کیجئے یہ بھی ہو گیا۔"

"اگر یہ بھی ہو جائے تو پھر تمہیں یہ معلوم کرنا ہو گا کہ وہ خود کس کیطرف زیادہ جھک رہی ہے۔"

"ہوں۔" حمید اپنا اوپری ہونٹ بھینچ کر بولا۔ "تو میں عاشقوں کی فہرست تیار کرنے کے لئے پیدا ہوا ہوں۔"

"نہیں! احمقوں کی تعداد میں اضافہ کرنے کے لئے.... تم جانو! میرا کام تو رکتا ہی نہیں۔"

"آپ مجھے چیلنج کر رہے ہیں۔" حمید اکڑ کر بولا۔ "اچھا دیکھ لوں گا۔"

"میں اس پر بھی قادر ہوں کہ تمہیں کوئی شرارت نہ کرنے دوں گا۔" فریدی نے مسکرا کر رمیش والا کیس بھول گئے۔"

"اب دھوکا نہ کھا سکوں گا اور ہاں فرزند میں اس کا بھی ذمہ دار نہ ہوں گا۔ اگر میرے ریوالور گولی دھوکے میں تمہارا ہی سر کھول دے۔"

حمید کوئی جواب دینے کی بجائے پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ فریدی سے اس لئے ہوئے نقشے کے بارے میں کچھ معلوم کر لینا آسان نہ ہو گا۔ پہلے اس نے زہرہ جمال کے پیچھے لگایا تھا اور اب رابعہ کے پیچھے لگا رہا تھا۔ آخر اس کی کیا وجہ ہو سکتی ہے۔ رابعہ تو بالکل ہی بے ضرر معلوم ہوتی ہے۔ اس کے برخلاف زہرہ جمال کی نقل و حرکت صریحی طور پر کسی خطرناک سازش کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ آخر اُسے چھوڑ کر رابعہ کیوں؟

فریدی نے ایک نوکر کو آواز دے کر کہا۔ "لائبریری سے تار کا فارم لاؤ۔"

تھوڑی دیر بعد وہ تار کا ایک سادہ فارم سامنے رکھے فاؤنٹین پن ہاتھ میں لئے کچھ سوچ رہا تھا۔ حمید فی الحال ان معاملات کو اپنے ذہن سے دھکا دے کر صرف رابعہ کے حسین پیروں کے متعلق سوچ رہا تھا۔ پھر خیالات کی رو زہرہ جمال کے پیروں کی طرف بہک گئی۔ اُس کے پیر بھی ایسے بُرے نہیں تھے۔ لیکن سنگ موسی اور سنگ مرمر میں بڑا فرق ہوتا ہے۔

اس دوران میں فریدی نے تار کے فارم پر لکھنا شروع کر دیا۔

"ترمذی خاندان کے ہار کے متعلق سکوت اختیار کرو۔ اسے پبلک میں نہ آنا چاہئے۔ متعلقین سے خفیہ طور پر بات چیت کر سکتے ہو۔ ہر نئے واقعے سے مطلع کرنا۔"

تحریر کے نیچے فریدی نے اپنا پورا نام اور عہدہ لکھا۔ تار سعید آباد کے کسی آدمی کے لئے تھا جسے حمید نہیں جانتا تھا اور نہ اس سے پہلے اس نے کبھی اس کا نام ہی سنا تھا۔

لٹیرے کا لباس

حمید نے رابعہ کے مداحوں کی فہرست تو تیار کر لی تھی لیکن ابھی تک یہ نہ معلوم کر سکا تھا کہ وہ خود بھی کسی میں دلچسپی لے رہی ہے یا نہیں۔ اس نے اس دوران میں اکثر سوچا تھا کہ ضروری نہیں کہ فریدی کا ہر فیصلہ حقیقت کے مطابق ہو۔ دھوکا کھائے ہوئے ذہن کی منطق بھی غلط راستے پر جا پڑتی ہے۔ فریدی بھی انسان ہی تھا اور پھر سراغ رساں جو ہمیشہ واقعات کو اپنے قائم کردہ قیاسات کی روشنی میں دیکھتا ہے اور یہ ضروری نہیں کہ ہر قیاس حقیقت ہی کی طرف لے جائے۔ حمید کئی دن تک زہرہ جمال اور رابعہ کے متعلق سوچتا رہا۔ زہرہ اس کی نظروں میں مشتبہ تھی۔ رابعہ کے خلاف اس کے پاس کسی قسم کا کوئی ثبوت نہیں تھا۔ آخر فریدی اس کے عاشقوں کی فہرست کیوں تیار کرا رہا تھا۔ اُس نے کئی بار اُسے اس مسئلے پر بولنے کے لئے اکسایا لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔ فریدی یہی کہہ کر ٹال دیتا کہ ابھی بعض معاملات خود اس کے ذہن میں بھی صاف نہیں ہوئے ہیں۔ لہٰذا وہ فی الحال اس مسئلے پر روشنی نہ ڈال سکے گا۔

اس نے اسے زہرہ جمال کا پیچھا چھوڑ دینے کا مشورہ دیا تھا۔ لیکن حمید نے اُسے قابل قبول نہیں سمجھا۔ وہ اب بھی فرصت کے اوقات میں زہرہ جمال کی تاک میں رہا کرتا تھا۔ کئی بار ملاقات کے بعد اس نے اس کا اندازہ تو لگا ہی لیا تھا کہ زہرہ جمال اپنی زندگی سے مطمئن نہیں۔ اور وہ ہر اس آدمی کی طرف جھک سکتی ہے جس سے اسے تھوڑی سی بھی لفٹ مل جائے۔

رابعہ اس دوران میں بہت زیادہ پریشان رہی تھی اور اسی پریشانی میں اُس نے اپنے باپ کو دے دیا تھا جو اسی کے بیان کے مطابق کسی تجارتی کام کی غرض سے ان دنوں لندن میں مقیم تھا اب اس کی آمد کی منتظر تھی۔

سیاہ پوش لٹیرا خاموش تھا۔ اخبارات میں خط شائع کرانے کے بعد سے اب تک اس نے کو واردات نہیں کی تھی۔ حمید نے.... اس کے متعلق بھی بہت سوچا تھا ایک بات اس کی سمجھ نہیں آئی تھی۔ آخر اس لٹیرے نے رابعہ کا نقلی ہار واپس کرنے کے بعد ہی سے دوسرے دن

بھی کیوں واپس کرنی شروع کر دی تھیں۔ اگر وہ اپنے ہی بیان کے مطابق حقیقتاً لٹیرا نہیں پہلے ہی سے دوسری چیزوں کی واپسی شروع کر دیتا۔

یہ بڑی عجیب گتھی تھی۔ ظاہر ہے کہ اُسے یقین کامل تھا کہ پولیس اس پر ہاتھ نہیں ڈال سکتی اگر وہ اصلی ہار پر قابض ہو گیا تھا تو پھر اُسے اس بات کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی تھی کہ وہ کی نقل پیش کر کے رابعہ کو دھوکے میں ڈالے اور پھر وہ اتنا احمق نہیں ہو سکتا تھا کہ اپنی اس ائی کی بناء پر خود کو پولیس سے محفوظ سمجھ لیتا کیونکہ لوٹی ہوئی چیزیں واپس کر دینے سے وہ ئی گرفت سے بچ تو سکتا نہیں تھا۔ پھر آخر اس ہڑبونگ کا کیا مطلب ہو سکتا ہے۔

حمید نے اس پر بہت غور کیا لیکن یہ گتھی نہ سلجھی۔ فریدی بھی اس پر روشنی ڈالنے کے لئے نظر نہیں آتا تھا۔ بہر حال حمید کو یقین کامل ہو گیا تھا کہ اس لٹیرے پر قابو پانے کا واحد ذریعہ ہرہ جمال ہو سکتی ہے۔ اُس نے اس کا پیچھا نہیں چھوڑا تھا کئی بار اس کا تعاقب بھی کر چکا تھا۔ لیکن ہوٹل پام گرود میں اس دن کے بعد سے پھر نہیں دکھائی دی تھی اور نہ حمید کی دانست میں وہ پھر جن پورے ہی کی طرف گئی تھی۔ صغیر بابر سے بھی حمید کی چھیڑ چھاڑ جاری تھی اور صغیر اس چھیڑ چھاڑ کی بناء پر کھٹکنا ہو جانے کی حد تک پاگل ہو گیا تھا۔ اس نے حمید کے آفیسروں تک اس کی شکایت پہنچا دی تھی لیکن ان سے ایسا جواب ملا تھا جس نے اُسے اپنی ہی بوٹیاں نوچنے پر مجبور کر دیا بات دراصل یہ تھی کہ پولیس کو سیاہ پوش کی بدولت بڑی شرمندگی اٹھانی پڑی تھی۔ اس لئے کی کی کچھ نہیں سن رہی تھی۔ سیاہ پوش کو پکڑ لینے کے لئے ہر طرح کے طریقے اختیار کئے ہے تھے خواہ جائز ہوں خواہ ناجائز۔

آج بھی حمید زہرہ جمال کے گھر کی طرف جاتے ہوئے راستے میں سوچ رہا تھا کہ آج صغیر ے کس طرح نپٹے گا۔ صغیر بابر کی چڑچڑاہٹ سے لطف اندوز ہونا آج کل اُس کی بہترین تفریح تھی۔ لیکن آج اُسے اس کے گھر پر پہنچ کر مایوسی ہوئی۔ صغیر بابر موجود نہیں تھا۔ زہرہ جمال حمید کو دیکھ کر کھل اٹھی۔ وہ اس دوران میں اس سے بہت زیادہ بے تکلف اور مانوس ہو گئی تھی۔ "چائے پئیں گے یا کافی۔" زہرہ نے پوچھا۔

"تاڑی....!" حمید نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"خیر مہمانوں کے لئے تو چرس بھی مہیا کی جا سکتی ہے۔"

"مجھے افسوس ہے کہ آپ مجھے بھی مہمان سمجھتی ہیں۔"

"چھوڑیئے! آج میں رمبا اور والز کے ریکارڈ خرید لائی ہوں۔" زہرہ جمال بولی۔

"والز بڑی مشکل چیز ہے۔ اگر آپ کو رمبا ہی آجائے تو بڑی بات سمجھوں گا۔" حمید نے
کہا۔ "لیکن سیکھئے گا کہاں۔"

"یہیں گھر میں ہمارے پاس گراموفون بھی ہے۔"

"گھر میں....؟" حمید تیزی سے اپنا سر سہلا کر بولا۔ "لیکن بابا صاحب کا کیا بنے گا۔"

"پھر آپ نے بابا صاحب کہا۔" زہرہ جمال تنک کر بولی۔ "انسانیت کے یہ معنی تو نہیں کہ
آپ بڑھاپے کا مذاق اڑائیں۔"

"اوہو! آپ تو بگڑ گئیں۔ بھئی میرا یہ مطلب نہیں تھا۔ نانا فرنویس کا نام سنا ہے آپ نے
لوگ انہیں بچپن میں بھی نانا صاحب کہتے تھے۔ انگریزوں کے بچے بھی بابا ہی کہلاتے ہیں۔"

"آپ اُن کے متعلق غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔" زہرہ بولی۔

"اونہہ ختم بھی کیجئے۔" حمید نے اکتا کر کہا۔ "اگر انہوں نے میرے ساتھ آپ کو رقص
کرتے دیکھ لیا تو وہ آپ کو رس ملائی نہیں کھلائیں گے۔"

"جی نہیں! وہ بہت آزاد خیال ہیں۔"

"پھر آخر مجھے کھانے کیوں دوڑتے ہیں۔"

"پولیس والے انہیں پسند نہیں کرتے۔"

"کیا؟" حمید حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر بولا۔

"جی ہاں! اس میں حیرت کی کیا بات ہے۔" زہرہ جمال ہنس کر بولی۔ "کیوں شریف آد
پولیس والوں کو پسند نہیں کرتے۔"

"معاف کیجئے گا۔" حمید نے ہونٹ سکوڑ کر کہا۔ "مجھے نہیں معلوم تھا کہ اب صغیر صاحب
شمار بھی شریف آدمیوں میں ہونے لگا ہے۔"

"پھر آپ نے حملہ کیا۔"

"اوہو معلوم ہوتا ہے آج آپ لڑیں گی۔ میں نے تو صرف ان کی پچھلی زندگی کی طرف
سا اشارہ کیا تھا۔"

"چلئے بس رہنے دیجئے! کوئی مرد فرشتہ نہیں ہوتا۔ پہلے اپنے گریبان میں منہ ڈالئے۔"

"ٹائی کھولنی پڑے گی۔" حمید نے مایوسانہ انداز میں سر ہلا کر مغموم لہجے میں کہا اور زہرہ ہنس پڑی۔

"آپ کی باتیں بہت دلچسپ ہوتی ہیں۔ دل بہل جاتا ہے۔ ورنہ میں کبھی آپ سے بات تک
تی۔"

"میں واقعی بہت بُرا آدمی ہوں۔" حمید نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ "اب دیکھئے خواہ مخواہ آپ ہی
پیچھے لگ گیا ہوں۔ آپ سوچتی ہوں گی شاید.....!"

"میں کچھ نہیں سوچتی۔" زہرہ جلدی سے بولی۔ "سوچنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ عموماً بُرے
آدمی بُرے خیالات رکھتے ہیں۔"

حمید دل ہی دل میں ہنس پڑا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ کلوٹی چوہیا تو مجھ پر اپنی پارسائی کا رعب ڈالنا
تی ہے۔ اس نے ایک اچٹتی ہوئی نظر اس کے سلونے چہرے پر ڈالی اور دفعتاً اُسے ہوٹل پام
د کا واقعہ یاد آگیا۔ کتنا فرق تھا۔ وہ چہرہ اُسے اب تک نہیں بھولا تھا۔ جس پر روج اور لپ سٹک
ہری تہیں تھیں۔ سیاہ رنگت پر گہری لپ اسٹک! کتنا کریہہ چہرہ تھا۔ اگر حمید شروع ہی سے اس
پیچھے نہ لگ گیا ہوتا تو اُسے اس حال میں دیکھ کر شائد پہچاننے میں بھی دشواری ہوتی۔ وہ یہی
چ کر رہ جاتا کہ پھٹیچر طوائف صغیر بابر کی بیوی زہرہ جمال سے بڑی مشابہت رکھتی ہے۔

"کیا سوچنے لگے۔" دفعتاً زہرہ بولی۔ "کیا میری کوئی بات بُری لگی ہے۔"

"اوں.... ہوں.... نہیں تو....!" حمید چونک کر بولا۔ وہ بڑے خواب ناک انداز میں
ہرہ جمال کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا۔

"خیریت....!" زہرہ ایک شوخ مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

"مجھے یاد آرہا ہے کہ شائد میں سرجنٹ حمید ہوں۔"

"بہت دیر میں یاد آیا۔" زہرہ ہنس پڑی۔

"اور مجھے وہ وعدہ بھی یاد آرہا ہے جو میں نے اپنے باپ سے کیا تھا۔"

"کیا وعدہ کیا تھا۔"

"یہی کہ خود میں کبھی باپ بننے کی کوشش نہ کروں گا۔" حمید نے کہا اور بڑے ڈرامائی انداز
ں واپس جانے کے لئے مڑا.... سامنے صغیر بابر نظر آیا جو اپنی فرنچ کٹ ڈاڑھی کو مٹھی میں

جکڑے ہوئے حمید کو گھور رہا تھا۔ حمید نے جھک کر اُسے بڑے ادب سے سلام کیا۔

"میں کہتا ہوں آخر تم چاہتے کیا ہو۔" وہ چیخ کر بولا۔

"یہی کہ آپ مجھے اپنا بھتیجا سمجھیں۔" حمید نے نظریں نیچی کر کے شرماتے ہوئے تمیز سعادتمندانہ لہجے میں کہا۔

"کیا.... ؟ تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا۔ تم کس سے باتیں کر رہے ہو۔"

"چچا سے۔" حمید نے سر ہلا کر مغموم آواز میں کہا۔

"چلے جاؤ یہاں سے۔" صغیر حلق پھاڑ کر چیخا۔

"ڈارلنگ! ڈارلنگ....!" زہرہ آگے بڑھ کر اُس کا شانہ تھپکتی ہوئی بولی۔

"آخر آپ مجھ سے خفا کیوں رہتے ہیں۔" حمید نے پوچھا۔

"ابے تو کیا میں تیرا باپ ہوں اچھی زبردستی ہے۔"

"مجھے اس پر بھی کوئی اعتراض نہیں ہے۔ میں تو بھتیجا ہی بننا چاہتا تھا۔ لیکن اگر آپ بیٹا بنانے پر مصر ہیں تو چلئے یہی سہی۔"

"میں تمہیں گولی مار دوں گا۔"

"ارے ارے.... ڈارلنگ....!" زہرہ اُسے ایک طرف کھینچتی ہوئی بولی۔ "چلئے اپنے کمرے میں۔ حمید صاحب آپ جا سکتے ہیں۔"

حمید نے محسوس کیا کہ زہرہ کے لہجے میں جھلاہٹ تھی جو اس کے خیال کے مطابق قطعی مصنوعی تھی۔ وہ سوچ رہا تھا کہ زہرہ ایک عمدہ قسم کی اداکارہ بننے کی بھی صلاحیتیں رکھتی ہے۔ زہرہ صغیر کو شائد کسی دوسرے کمرے میں لے گئی تھی۔ حمید وہیں کھڑا رہا۔ کئی منٹ گذر گئے لیکن زہرہ واپس نہ آئی۔ حمید کو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے کسی نے بھرے بازار میں اُس کے سر پر چپت مار دی ہو۔ اُسے زہرہ سے اس بات کی توقع نہیں تھی کہ وہ کسی ایسے موقع پر اس سے اتنی سرد مہری سے پیش آئے گی۔ کتنے خشک لہجے میں کہا تھا اُس نے۔ "حمید صاحب آپ جا سکتے ہیں۔"

چنانچہ حمید صاحب نے اپنے جبڑے ڈھیلے چھوڑ دیئے اور منہ لٹکائے ہوئے باہر کی طرف جانے لگے۔

صغیر بابر کسی کمرے میں غرا رہا تھا اور ساتھ ہی زہرہ کی کھنکتی ہوئی سی ہنسی کی آوازیں بھی

تھیں۔ شائد وہ اُسے ٹھنڈا کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

دفعتاً حمید چلتے چلتے رک گیا۔ ایک کمرے کے کھلے ہوئے دروازے سے اُس کی نظریں اندر طرف رینگ رہی تھیں۔ فرش پر ایک سیاہ پتلون ایک سیاہ جیکٹ پڑی تھی۔ انہیں کے قریب سفید دستانے بھی تھے۔ حمید نے اِدھر اُدھر دیکھا اور کمرے میں چلا گیا۔ دستانوں کے نیچے سے کاغذ کا ایک ٹکڑا جھانک رہا تھا۔ حمید نے اُسے چٹکی سے پکڑ کر کھینچ لیا اور دوسرے لمحے میں اُس کی آنکھیں حیرت سے پھٹی رہ گئیں۔

کاغذ پر تحریر تھا۔

"ان کپڑوں کو جلا دو۔"

"وہ مارا۔" اُس نے دل ہی دل میں نعرہ لگایا۔ فریدی کی منطق غلط ہو گئی۔ وہ سوچنے لگا اب اُس گا ایشیا کے عظیم سراغ رساں کو۔ اگر فریدی کے مشورے پر عمل کرتے ہوئے میں نے زہرہ کا پیچھا چھوڑ دیا ہوتا تو یہ کیس اللہ کو پیارا ہو گیا ہوتا۔

چند ہی منٹوں میں حمید نے ساری کوٹھی سر پر اٹھا لی۔

صغیر بابر کی حالت قابل دید تھی۔ آنکھیں سرخ ہو گئیں تھیں۔ منہ سے جھاگ اڑ رہا تھا وہ بڑی دیر سے کچھ کہنے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن شائد الفاظ ساتھ نہیں دے رہے تھے۔

"یقین جانئے حمید صاحب۔" زہرہ تھوک نگل کر بولی۔ "ہم لوگ اس کے متعلق کچھ نہیں جانتے.... نہ جانے یہ کس کی حرکت ہے۔"

ٹھیک ہے۔ حمید خشک لہجے میں بولا۔ "بعض حالات میں یہ بھی ہوتا ہے۔"

"بیگم!" صغیر جھٹکے دار آواز میں بولا۔ "سب تمہارا قصور ہے۔ میں تم سے پہلے ہی کہتا تھا یہ کوئی قابل اعتماد نہیں ہے.... دوست.... دوست.... میں تنگ آ گیا ہوں تمہاری حماقتوں سے۔"

"اس کا مطلب!" حمید اُسے گھور کر کڑے لہجے میں بولا۔

"مطلب! تم نے یہ سب کیا ہے۔ پھنسانا چاہتے ہو لیکن لونڈے ہو دیکھ لوں گا۔"

"زبان کو لگام دیجئے۔"

"میں گولی مار دوں گا۔" صغیر بابر کا جسم کانپنے لگا تھا۔

زہرہ جمال اُسے پھر کسی طرف گھسیٹ لے گئی۔ لیکن اس بار اُس نے واپسی میں دیر نہیں لگائی۔

"حمید صاحب خدا کے لئے پریشان مت کیجئے۔" زہرہ جمال کپکپاتی ہوئی آواز میں بولی۔
"بہت خوب۔" حمید نے تلخ مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ "آپ بھی یہی کہنا چاہتی ہیں کہ م
نے ہی یہ کپڑے اس تحریر کے ساتھ یہاں ڈال دیئے ہیں.... ہاں ذرا یہ تو فرمایئے کہ میں آ
لوگوں کو پھنسانا کیوں چاہوں گا۔"
"اوہ.... آپ بھی ان کی بات لے بیٹھے۔ غصے میں اُن کی عقل خبط ہو جاتی ہے۔"
"فکر نہیں.... میں ابھی اسے سب کچھ سمجھائے دیتا ہوں۔" صغیر کی کھرکھراتی ہوئی آوا
سنائی دی۔ وہ پھر واپس آگیا تھا۔ لیکن اب اُس کی آنکھوں میں غصے کی بجائے بے بسی کی جھلکیا
نظر آرہی تھیں۔ وہ بڑبڑاتا رہا۔ "میرا نام صغیر بابر ہے.... سمجھے.... تم جیسے لونڈوں کو اب بھ
سبق دے سکتا ہوں۔"
"آپ زبان بند کرتے ہیں یا نہیں۔"
"چلے جاؤ یہاں سے۔" صغیر بابر گرجا۔
"ہونہہ.... ابھی.... ابھی تو میں نے کوتوالی فون کیا ہے۔"
"میں نے بھی فون کیا ہے۔" صغیر بابر حلق کے بل چیخا اور اُسے کھانسی آنے لگی۔
"آپ سے خدا ہی سمجھے گا۔" زہرہ نے بڑے تلخ لہجے میں حمید سے کہا اور صغیر بابر کا ش
تھپکنے لگی۔

حمید نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ اس کی فنکارانہ صلاحیتوں پر دل ہی دل میں عش عش کرتا
سوچ رہا تھا کہ وہ کسی فلم میں ہر طرح کے رول بڑی آسانی سے انجام دے سکتی ہے۔ حمید نے ا
کمرے کے دروازے پر ایک کرسی ڈال لی اور اس طرح جم گیا جیسے پتھر کا بت ہو اُس سے تھوڑ
ہی فاصلے پر زہرہ جمال اور صغیر بابر منہ لٹکائے بیٹھے تھے۔ کبھی کبھی وہ تیکھی نظروں سے حمید
طرف دیکھتے اور پھر سر جھکا لیتے۔
باہر کوئی ملاقاتی گھنٹی بجا رہا تھا۔ ایک نوکر کارڈ لے کر آیا۔
"بلاؤ.... سیدھے یہیں لاؤ۔" صغیر بابر منہ پھاڑ کر بولا۔
آنے والا فریدی تھا۔ حمید نے دراصل اسی کو فون کیا تھا اور یہ بھی عجیب اتفاق تھا کہ
بابر نے بھی اسی سے حمید کی شکایت کی تھی۔

قبل اس کے حمید کچھ کہتا صغیر بابر خود ہی اپنی جھٹکے دار آواز میں پوری داستان دہرا چلا۔ حمید
بھی کچھ کہنے کے لئے منہ کھولتا فریدی اُسے اس طرح گھورنے لگتا جیسے آواز نکلتے ہی چانٹا
ے گا.... کسی نہ کسی طرح صغیر بابر کی بات ختم ہوئی اور فریدی اُسے وہاں سے ہٹا لے گیا۔

الجھن

حمید اور زہرہ تنہا رہ گئے۔
"میں آپ کو ایسا نہیں سمجھتی تھی۔" زہرہ نے شکایت آمیز لہجے میں کہا۔
"اور میں کب آپ کو ایسا سمجھتا تھا۔"
"تو کیا آپ نے اس پر یقین کر لیا ہے۔ میں قسم کھانے کیلئے تیار ہوں کہ وہ کپڑے....!"
"نہ نہ.... اس کی کیا ضرورت ہے۔" حمید طنزیہ انداز میں بولا۔ "آپ تو اس کی بھی قسم کھا
ئیں گی کہ آپ کو ہوٹل پام گرود کا پتہ بھی نہیں معلوم.... اور.... ارجن....!"
"خدا کے لئے آہستہ....!" زہرہ ادھر اُدھر دیکھ کر خوفزدہ آواز میں بولی۔ اس کے چہرے پر
ائیاں اڑنے لگی تھیں سانس پھول رہی تھی۔
اتنے میں فریدی آگیا۔ لیکن اس نے زہرہ کیطرف نظر اٹھا کر دیکھنے کی بھی زحمت گوارا نہ کی۔
"وہ تحریر کہاں ہے؟" فریدی نے پوچھا۔
حمید نے جیب سے کاغذ کا ٹکڑا نکال کر اُس کی طرف بڑھا دیا۔ فریدی اسے چند لمحے دیکھتا رہا
تہہ کر کے جیب میں رکھتا ہوا بولا۔ "چلو....!"
"کہاں؟" حمید حیرت سے اُس کا منہ دیکھنے لگا۔
فریدی نے اس کا ہاتھ پکڑا اور کھینچتا ہوا دروازے کی طرف لے جانے لگا۔ زہرہ دونوں کو
ت سے دیکھ رہی تھی۔
"تو بتاتے کیوں نہیں۔" حمید جھنجھلا کر بولا۔ "انہیں اسی طرح چھوڑ جایئے گا۔"
"ہاں بکو مت....!" فریدی نے کہا اور حمید کی جھنجھلاہٹ بڑھ گئی۔
اس کا دل چاہا کہ اچھل کر فریدی کے کاندھے پر چڑھ جائے۔ گلے سے ٹائی کھول کر اس کے

ہونٹوں میں لگام کی طرح پھنسادے.... اور "ٹخ ٹخ" کرتا ہوا اس قدر دوڑائے کہ فریدی بھی
گھوڑے کی طرح ہنہنانے لگے۔

باہر نکل کر فریدی اسے کیڈلاک میں دھکا دیتا ہوا بولا۔ "تشریف رکھئے۔"

کیڈیلاک چل پڑی۔ حمید آپے سے باہر ہو رہا تھا۔ شاید اس وقت اس کی بھی وہی کیفیت تھی جو اس سے کچھ دیر قبل صغیر بابر کی تھی۔ کہنے کے لئے ذہن میں بہت کچھ گونج رہا تھا لیکن جھنجھلاہٹ گلا گھونٹ رہی تھی۔ زبان پکڑ رہی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ فریدی نے ایسے معاملے کو اس طرح لاپرواہی سے کیوں نظر انداز کیا۔ وہ صغیر بابر سے اپنی توہین کا بدلہ بھی نہیں لے سکا تھا۔ اپنی دانست میں وہ زہرہ جمال کو ایسے نقطے پر کھینچ لایا تھا جہاں وہ سب کچھ اگل دیتی لیکن فریدی نے سب چوپٹ کر دیا۔ اسی جھنجھلاہٹ کے دوران میں حمید کے ذہن میں ایک خیال ابھر آیا۔ کہیں فریدی نے حسد میں تو ایسا نہیں کیا؟ جب اُس نے دیکھا کہ حمید کامیابی اس قدر قریب ہو گیا ہے تو اُس نے بھیڑ مار دی.... ضرور یہی بات ہو سکتی ہے۔ یہ نیا خیال اس کے ذہن میں جڑ پکڑنے لگا اور اُس نے بڑی کراہت سے فریدی کی طرف سے منہ پھیر لیا۔

فریدی اس وقت ضرورت سے زیادہ خوش مزاج نظر آرہا تھا۔ اس نے دو ایک بار حمید پر اچٹتی ہوئی نظریں ڈالیں اور جوش ملیح آبادی کے لہجے میں گنگنانے لگا۔ "اے جانِ من.... جانانِ من"

اس پر حمید کی سلگتی ہوئی ہڈیاں باقاعدہ لو دے اٹھیں۔ لیکن وہ پھر بھی کچھ نہ بولا۔

"اس وقت تم نے وہ کام کیا ہے کہ تمہاری پیٹھ جوتے سے ٹھونکنے کو دل چاہتا ہے۔" فریدی نے مسکرا کر کہا۔

"بس بس خاموش رہئے۔" حمید ابل پڑا۔

"موسم تو خاموش رہنے کا نہیں۔" فریدی کو ہنسی آگئی۔

"فریدی صاحب میں لونڈا نہیں ہوں۔"

"اچھا چلو یہ ایک نئی بات معلوم ہوئی۔"

"مجھے اتار دیجئے۔" حمید کا غصہ تیز ہو گیا۔

"بُری بات! ماں مارے گی۔" فریدی نے اس طرح کا منہ بنا کر کہا جیسے وہ کسی چھ ماہ کے کو چمکار رہا ہو۔

"خدا کی قسم اچھا نہ ہوگا۔"

"شٹ اپ! تمہیں ابھی اس حرکت پر افسوس کرنا پڑے گا۔"

"ضرور ضرور....!" حمید طنزیہ لہجے میں بولا۔ "مجھے ڈر ہے کہ کہیں آپ کو اس بار سراغ رسانی سے توبہ نہ کرنی پڑے۔"

"بہت اچھے۔" فریدی نے قہقہہ لگایا۔

"ضروری نہیں کہ آپ ہر معاملے میں عقلمند ہی ثابت ہوں۔"

"میں آج تک کسی معاملے میں عقل مند نہیں ثابت ہوا۔" فریدی نے سنجیدگی سے کہا۔

حمید تھوڑی دیر خاموش رہا پھر یکلخت برس پڑا۔

"میں ہرگز یہ نہیں چاہتا تھا کہ آپ اس کامیابی کا پورا پورا ذمہ دار مجھے ظاہر کریں۔ میں نے کبھی اکیلے اپنے لئے کچھ نہیں کیا۔ اپنا الو سیدھا کرنے کا ایک یہی طریقہ تو نہیں ہو سکتا تھا۔ جو آپ نے اس وقت اختیار کیا....؟"

"کیا بکتا ہے۔" فریدی ناک سکوڑ کر اور آنکھیں بھینچ کر بولا۔

"بک نہیں رہا بلکہ فرما رہا ہوں۔" حمید نے گردن اکڑا کر کہا۔

"اچھا فرما چکے۔"

"جناب۔"

"بہتر ہے ابھی تھوڑی ہی دیر میں آپ کی آنکھوں کا اپریشن ہو جائے گا۔"

"مجھے اب اس معاملے سے کوئی دلچسپی نہیں۔" حمید اپنے پائپ میں تمباکو بھرتا ہوا بولا۔

"چلو مجھے اس کا بھی افسوس نہیں۔" فریدی مسکرا کر بولا۔ "تم نے ابھی تک اس میں کام ہی کون سا کیا ہے۔"

"کیا....!" حمید حلق پھاڑ کر چیخا۔ "میں نے کچھ کام ہی نہیں کیا۔"

"قطعی نہیں! اب تک وقت برباد کرتے رہے ہو۔"

"میں ڈیش بورڈ سے اپنا سر ٹکرا دوں گا۔"

"خبردار! چانٹا مار دوں گا۔ ڈیش بورڈ میں شیشے ہی شیشے ہیں۔" فریدی نے اتنی سنجیدگی سے کہا کہ حمید جھلاہٹ کے باوجود بھی مسکرا پڑا۔ بہر حال اب اُسے بھی یہ بات سوچنی ہی پڑی تھی کہ

آخر فریدی نے ایسا رویہ کیوں اختیار کیا ہے وہ اُن آدمیوں میں سے نہیں جو خواہ کسی قسم کی شرمندگی مول لیتے ہیں۔ پھر اُسے زہرہ جمال کی سراسیمگی یاد آگئی۔ ہوٹل پام گروو اور ارجن پورے کے حوالے پر وہ بُری طرح خائف نظر آنے لگی تھی۔

"کیا سوچنے لگے۔" فریدی نے ڈانٹ کر پوچھا۔

"آپ سے مطلب....!" حمید پھر جھلا گیا۔

"اب میں ہی پھینک دوں گا تمہیں نیچے۔"

"خواہ مخواہ بور کر رہے ہیں۔" حمید بڑبڑانے لگا۔

"حمید اگر تم میری بیوی ہوتے تو ہنٹروں سے کھال گرا دیتا۔"

"اگر آپ ہنٹر والی ہوتے تو میں آپ سے شادی کر لیتا۔"

"اور پھر اگر میں ایک ٹانگ بھی رکھ دیتا تو تمہاری پسلیاں چور ہو جاتیں۔"

حمید کچھ نہ بولا وہ بات کرنے کے موڈ ہی میں نہ تھا۔

کیڈی کولتار کی چکنی سڑکوں پر پھسلتی رہی۔ تھوڑی دیر بعد حمید نے محسوس کیا کہ وہ شہر کے باہر جا رہے ہیں۔ اونچی اونچی عمارتیں بہت پیچھے رہ گئی تھیں اور حدِ نظر تک میدان یا کھیت نظر آ رہے تھے۔ ڈوبتے ہوئے سورج کی زرد کرنیں درختوں کی چوٹیوں پر کپکپا رہی تھیں۔ ہڈیوں میں اتر جانیوالی سرد ہوا نے حمید کے کان سہلانے شروع کر دیئے تھے۔ اس نے کوٹ کا کالر کھڑا کر لیا۔

"تمہارا اسٹر لیتا آیا ہوں۔" فریدی نے کہا۔ "پچھلی سیٹ پر پڑا ہے۔"

"لیکن ہم جا کہاں رہے ہیں۔"

"سعید آباد....!"

"کیوں....؟"

"آج کل درد کی دوا وہیں ملتی ہے۔"

دفعتاً حمید کو وہ تار یاد آگیا جو فریدی نے کچھ دن پہلے سعید آباد ہی کے کسی آدمی کو دیا تھا۔ اُ اس میں ترمذی خاندان کے ہار کا تذکرہ تھا۔ حمید کی الجھن بڑھ گئی۔ لیکن وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ فریدی اُسے ابھی کچھ نہ بتائے گا۔ وہ فریدی کی اس بُری عادت سے تنگ آگیا تھا۔ لوگوں کو اچانک حیرت زدہ کر دینے.... کی عادت۔ آج تک یہ بات اُس کی سمجھ ہی میں نہ آسکی تھی کہ یہ عادت

یدی کے کردار کے کسی جزو کی پختگی تھی یا کوئی کمزوری۔ بہر حال یہ اُس کی بہت پرانی عادت کسی کیس کے دوران میں وہ اُس کے متعلق کھل کر کبھی کوئی بات نہیں کہتا تھا۔ لوگوں کو ے میں ڈال کر اچانک کسی راز سے پردہ اٹھانے میں شاید اُسے کسی قسم کی لذت ہی محسوس ی تھی۔ اکثر اس کے آفیسر تک اس کی اس عادت پر بُری طرح جھنجھلا جاتے تھے۔ لیکن چونکہ کا آدمی تھا اس لئے زبان سے کچھ نہیں کہتے تھے۔ وہ اس کی افتادِ طبع سے بھی تو واقف تھے۔ ذرا ی بات مرضی کے خلاف ہوئی استعفیٰ پیش۔

حمید بیٹھا دل ہی دل میں جھنجھلاتا رہا۔

"حمید صاحب توقع ہے کہ آج ہم اُس مسخرے بھیڑیئے سے ٹکرا ہی جائیں۔" فریدی نے کہا۔

"توقع کی وجہ....!"

"فی الحال بلاوجہ ہی سمجھو۔"

"تو پھر یہی بتانے کی کیا ضرورت تھی۔ بس اب خاموش رہیئے۔ میں بیس کا پہاڑا یاد کر رہا ہوں۔"

سردی بڑھتی جا رہی تھی۔ حمید نے پچھلی سیٹ سے السٹر اٹھا کر کاندھے پر ڈال لیا۔ سورج اب ہو چکا تھا اور اب افق پر بکھرے ہوئے شوخ رنگوں پر بھی سیاہی غالب آتی جا رہی تھی۔ ار کے لہلہاتے ہوئے کھیتوں پر کہرے کی چادر مسلط ہو گئی تھی۔ اب بھی پرندے شور مچا رہے ئے نگراں کی آوازیں کہیں دور سے آتی معلوم ہو رہی تھیں۔

کچھ دیر بعد کیڈی کی ہیڈ لائیٹس روشن ہو گئیں۔ اندھیرے کے ساتھ ہی ساتھ حمید کی جھن بھی بڑھتی جا رہی تھی۔

"وہ اُس دن آپ نے تار کسے دیا تھا۔" حمید نے پوچھا۔

"گڈ! اب تم نے ایک کام کی بات پوچھی ہے۔" فریدی نے کہا۔ "ہم وہیں چل رہے ہیں۔"

"میں اس کا نام بھول گیا۔"

"سعید الظفر....!" فریدی گیئر بدلتا ہوا بولا۔ کیڈی کی رفتار تیز ہو گئی۔ ڈیش بورڈ پر رفتار کی وئی ساٹھ اور ستر کے درمیان حرکت کر رہی تھی۔

"اس سے اور رابعہ کے ہار سے کیا تعلق۔"

"گھبراؤ نہیں! توقع ہے کہ تعلق بھی جلد ہی ظاہر ہو جائے گا۔ بہر حال رابعہ بھی تمہیں

وہیں ملے گی۔"

"کہاں؟"

"سعید الظفر کے یہاں۔" فریدی نے کہا۔

اچانک حمید کو ایک بات یاد آ گئی۔ فریدی نے اس سے رابعہ کے چاہنے والوں کی فہرست تیار کرنی تھی اور یہ بھی معلوم کرنا چاہا تھا کہ خود رابعہ کس طرف جھک رہی ہے۔ وہ خود تو دوسری بات معلوم کرنے سے قاصر رہا۔ لیکن اب سوچ رہا تھا کہ شاید سعید الظفر وہی ہے جس کی طرف رابعہ بھی مائل ہے۔ شائد فریدی نے خود ہی اس کا پتہ لگا لیا لیکن آخر اس سے اور ہار والے معاملے سے کیا تعلق۔

"لیکن رابعہ وہاں کیوں ہوگی۔" حمید نے پوچھا۔

"اللہ کی مرضی۔" فریدی حلق کے بل بولا۔

"اُلو سال میں کتنے انڈے دیتا ہے۔" حمید بھنا گیا۔

"جتنے اللہ دلوا دیتا ہے۔"

"اللہ آپ کی روح کیوں نہیں قبض کر لیتا۔" حمید چیخ کر بولا۔

"اب ہمارا پلان یہ ہے۔" فریدی اُسکی بات پر دھیان نہ دیتا ہوا سنجیدگی سے بولا۔ "ہمیں ایک عمارت میں غیر قانونی طور پر داخل ہونا پڑے گا۔ ہمارے چہروں پر گیس ماسک ہوں گے اور...!"

"دم پر مدا بندھا ہوا ہوگا۔" حمید اس کی بات کاٹ کر بولا۔ جملے کے بے ساختگی پر فریدی کو ہنسی آ گئی۔

"آخر کھانے کیوں دوڑ رہے ہو۔" اُس نے کہا۔

"آپ مجھے اُلو کیوں بنا رہے ہیں۔"

"بیٹے خاں! قبل از وقت کچھ نہیں بتاؤں گا۔ کیونکہ اسی کیس میں ایک جگہ دھوکہ کھا کر شرمندگی مول لے چکا ہوں۔ یہ نہ بھولو کہ ہم بھی معمے کو حل کرنے کے لئے امکانی قیاسات سہارا لیتے ہیں جو غلط بھی ہو سکتے ہیں۔" فریدی نے اپنی گھڑی کی طرف دیکھا اور پھر کہنے لگا۔ "اس کیس میں میں نے کتنی قلابازیں کھائی ہیں۔ پہلے تمہیں زہرہ کے پیچھے لگایا پھر اس سے ہٹا کر رابعہ کی طرف نظر رکھنے کی ہدایت کی اور پھر تمہیں یہ بھی یاد ہوگا میں نے کہا تھا مجھے اس لٹیرے سے

دلچسپی نہیں لیکن اب میں بھی دلچسپی لینے پر مجبور ہو گیا ہوں۔"

حمید خاموشی سے سنتا رہا۔ اتنی دیر میں اس کا دماغ کافی حد تک ٹھنڈا ہو چکا تھا۔

"کیا سعید الظفر وہی آدمی ہے جس کی طرف رابعہ خود مائل ہے۔" حمید نے پوچھا۔

"نہیں! اگر میرا قیاس غلط نہیں تو تم بہت جلد ہی بات سے واقف ہو جاؤ گے۔"

"ابھی آپ گیس ماسک کا تذکرہ کر رہے تھے۔ کیا سنجیدگی سے؟"

"ہاں بھئی! ہمیں اس لٹیرے سے بھی تو بھڑنا ہے۔ کیا تم بھول گئے کہ اُس نے رابعہ کے والدوں کو سلانے کے لئے ستھیلک گیس استعمال کی تھی۔ اگر ہم نے گیس ماسک نہ استعمال کئے تو ممکن ہے کہ ہمیں بھی گہری نیند کا لطف اٹھانا پڑے۔ کافی ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ وہ پھرتیلا ہے۔ اگر ہم ایک لحظہ کے لئے بھی چوک گئے تو اس کا ہاتھ لگنا محال ہو جائے گا۔"

"لیکن سمجھ میں نہیں آتا کہ اس نے وہ گیس استعمال کس طرح کی ہوگی۔" حمید نے کہا۔

"نہایت آسانی سے۔" فریدی اپنی گھڑی کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔ "اُسے شیشے کی کھوکھلی گولیوں میں محفوظ کیا جا سکتا ہے۔ اور شیشے کی گیندیں جیب میں ڈال کر بڑی آسانی سے ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جائی جا سکتی ہیں۔"

"تو آپ کو یقین ہے کہ اس وقت اُس سے مڈبھیڑ ہو جائے گی۔"

"حالات تو ایسے ہی ہیں۔"

"آپ اُس کی قیام گاہ سے واقف ہو گئے ہیں۔"

"اچھی طرح! لیکن یہ اُس کی قیام گاہ نہیں ہے جس میں ہمیں اس وقت داخل ہونا ہے۔"

"پھر....!"

"سعید الظفر کے گھر میں ہمیں چوروں کی طرح داخل ہونا پڑے گا۔"

حمید اس پر پھر کوئی سوال کرنا چاہتا تھا لیکن، خاموش ہی رہا۔ فریدی اُس کے کسی ایسے سوال کا جواب ہرگز نہ دیتا جس سے ان باتوں پر روشنی پڑتی جنہیں وہ فی الحال ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا اور اب وہ ویسے بھی نہیں بولنا چاہتا تھا کیونکہ کھلے ہوئے منہ کے ذریعہ سردی کی ٹھنڈی لہر حلق سے نیچے بھی اُتر سکتی تھی اور چہرہ تو پہلے ہی سن ہو چکا تھا اس نے کنکھیوں سے فریدی کی طرف دیکھا جس میں کوئی ظاہری تبدیلی نظر نہیں آ رہی تھی وہ اتنے سکون کے ساتھ سرد ہوا کے

تھپیڑوں کا مقابلہ کر رہا تھا جیسے وہ موسم بہار کے خوشگوار اور مہکتے ہوئے جھونکے ہوں اس کا لٹ
اب بھی پچھلی نشست پر پڑا ہوا تھا۔

ساڑھے سات بجے وہ سعید آباد میں داخل ہوگئے۔ سب سے پہلے انہوں نے ایک ریستوران
میں کافی کے کئی کپ پیے۔ حمید کھانے کیلئے بھی کہتا رہا۔ لیکن فریدی نے اس کی اجازت نہ دی
"اگر تم نے کھانے پر غصہ اتارا تو کسی کام کے نہ رہ جاؤ گے۔" اُس کا مختصر سا ریمارک تھا۔

ہار کا راز

فریدی نے کیڈی ایک پرائیویٹ گیرج میں کھڑی کردی اور دونوں پیدل چل پڑے۔ فریدی
کے ساتھ ایک سوٹ کیس تھا جس میں شائد گیس ماسک تھے۔ انہوں نے اپنے السٹروں کے کا
کھڑے کر رکھے تھے اور ہیٹ کے گوشے آگے کی طرف اس طرح جھکا رکھے تھے کہ چہرے نہ
نظر آرہے تھے۔

"آپ کی باتوں سے میں نے اندازہ لگایا ہے کہ آپ کو کامیابی کا یقین ہے۔" حمید نے کہا۔

"یقین نہ ہوتا تو آتا ہی کیوں۔"

"لیکن لٹیرے کی شخصیت کے متعلق ابھی شبہ ہے۔" حمید نے پوچھا۔

"میں جانتا تھا کہ تم کھائے پیے بغیر عقلمندی کی بات ہرگز نہ کرو گے۔"

تھوڑی دیر تک خاموشی رہی پھر حمید بولا۔

"رابعہ بھی وہاں ہوگی۔ خدا کرے اُس نے کھلے پنجوں والے سینڈل نہ پہن رکھے ہوں۔"

"فکر نہ کرو۔ وہ آسانی سے ٹوٹ جانے والے جوتے پہن کر ہرگز نہ آئی ہوگی۔"

حمید نے پھر کچھ نہ کہا۔

وہ چلتے رہے۔ حمید کے ذہن میں ہیجان برپا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ زہرہ
اور صغیر بابر کو فریدی نے جان بوجھ کر نظر انداز کیا تھا یا وہ حقیقتاً بے گناہ تھے اور کوئی شخص ا
اس معاملے میں خواہ مخواہ الجھا کر اپنا الو سیدھا کرنا چاہتا تھا۔ مگر زہرہ جمال کی مشتبہ نقل و حر
ہوٹل پام گروو کے حوالے پر اس کی سراسیمگی۔ بہر حال اتنی بات تو اس کی سمجھ میں آہی گئی

معاملہ خواہ کچھ ہو صغیر بابر اس سے واقف نہیں تھا۔ کیونکہ زہرہ کی بوکھلاہٹ یہی ظاہر کر رہی
تھی.... اگر فریدی عین موقعے پر دخل نہ دیتا تو اُس نے اس سے کچھ اگلوا ہی لیا تھا۔ وہ اس خوف
سے کچھ بتا دیتی کہ کہیں اس کی اطلاع صغیر بابر کو نہ ہو جائے.... خیر دیکھنا ہے اب فریدی صاحب
کون سا بڑا تیر مارتے ہیں۔

"تم پھر خاموش ہوگئے۔" فریدی نے کہا۔ "چہکتے چلو پیارے! جب اس کی ضرورت ہوتی
ہے تو تم کڑک ہو جاتے ہو۔"

"میں مرغی ہوں۔" حمید جھنجھلا کر بولا۔

"نہیں بلکہ چوزے۔" فریدی نے کہا۔ "آخر تم پر جھلاہٹ کیوں سوار ہے۔ دماغ ٹھنڈا رکھو
ورنہ کوئی حماقت کر بیٹھو گے۔"

"شائد اب ہم اپنے شہر کی طرف پیدل واپس جارہے ہیں۔" حمید بولا۔

"آج کا اخبار پڑھا تھا تم نے۔" فریدی نے پوچھا۔

"نہیں.... جس دن دیر میں سو کر اٹھتا ہوں اخبار رہ ہی جاتا ہے۔"

بہر حال آج اس لٹیرے کے خط پر بڑا شاندار تبصرہ شائع ہوا ہے۔ مبصر نے یہ بات ثابت
کرنے کی کوشش کی ہے کہ اس لٹیرے نے ترمذی خاندان کو دھوکا دیا ہے۔ اصلی ہار شروع ہی سے
اس کے پاس رہا ہے اس نے اس کی نقل ترمذی خاندان والوں کو واپس کی تھی۔ دوسروں کی چیزیں
واپس کرنے کا مطلب یہ ہے کہ لوگ اسے جھوٹا نہ سمجھیں اور وہ اس ہار میں لگے ہوئے تاریخی
ہیرے کو آسانی سے ہضم کر جائے۔ مبصر نے یہ خیال بھی ظاہر کیا ہے کہ دو ہی چار دنوں میں وہ
کسی اخبار کے ذریعے ہار کی جستجو کے سلسلے میں اپنی ناکامی کا اعتراف کرلے گا اور اس طرح
معاملہ ختم ہو جائے گا۔"

"آپ کیا کیا خیال ہے۔" حمید نے پوچھا۔

"یہی خیال ہے لیکن میرے ذہن میں واقعے کی دوسری شکل ہے۔"

"یعنی....!"

"ابھی کچھ ہی دیر بعد وہ شکل میرے ذہن سے باہر آجائے گی۔" فریدی نے لاپروائی سے کہا
حمید پھر جھنجھلا گیا۔ لیکن وہ سوچنے لگا کہ جھنجھلانے سے کوئی فائدہ نہیں۔ اس معرکے سے پہلے

اگر ذہن کو ٹھنڈا ہی رکھا جائے تو بہتر ہے۔ مگر آخر معرکے کی نوعیت کیا ہو گی۔

"لیکن خدارا....!" حمید بولا۔ "کہیں جھونکنے سے پہلے یہ تو بتا دیجئے کہ مجھے کرنا کیا ہو گا۔"

"کچھ نہیں بس اتنا خیال رکھنا پڑے گا کہ وہ نکل کر جانے نہ پائے اور شاید تھوڑی سی جمناسٹک بھی کرنی پڑے۔ اگر کسی وجہ سے میری مرتب کردہ اسکیم فیل ہو گئی تو ہمیں ایک پائپ کے سہارے دیوار پر چڑھنا پڑے گا۔"

"پائپ.... میرے خدا" حمید آہستہ سے بولا۔ "اس وقت تو ہاتھوں میں چپک کر رہ جائے گا۔"

"کچھ بھی ہو! اگر لٹیرا زیادہ ہوشیار ثابت ہوا تو چڑھنا ہی پڑے گا۔"

"آخر آپ کی اسکیم کیا تھی۔"

"نہیں مانو گے۔ خیر سنو۔ آج وہ نو بجے سعید الظفر سے ملنے کے لئے آرہا ہے اور اسی نے رابعہ کو بھی بلوایا ہے۔ وہ ان سے ہار کے متعلق کوئی گفتگو کرے گا۔ سعید الظفر کو اس نے لکھا تھا کہ اگر اس معاملات کے متعلق پولیس کو معلوم ہوا یا اس نے پولیس سے ساز باز کرنے کی کوشش کی تو نتائج اچھے نہیں ہوں گے۔ سعید الظفر نے مجھے مطلع کر دیا۔ لیکن رابعہ نے سانس تک نہ لی۔"

"پھر آپ کو رابعہ کی آمد کے متعلق کیسے معلوم ہوا۔" حمید نے پوچھا۔

"سعید الظفر ہی سے معلوم ہوا۔"

"آخر یہ سعید الظفر ہے کون؟ اس کا اس معاملے میں کیا تعلق؟"

"ابھی یہ نہ پوچھو۔ مجھے اب بھی کچھ شبہات ہیں۔"

"نہیں پوچھوں گا۔ اس واقعے کے بعد بھی نہ پوچھوں گا۔ چلئے اپنی اسکیم بیان کیجئے۔"

"سعید الظفر کے مکان میں ایک چور دروازہ ہے۔ لٹیرا اُسی کے ذریعے عمارت میں داخل ہو کر سعید الظفر کے مکان کے باہر نو بجے اس کا انتظار کرے گا۔ میں نے اسے تاکید کر دی ہے کہ وہ واپسی میں چور دروازہ اندر سے بند نہ کرے لیکن اگر اس لٹیرے نے خود ہی بند کر دیا تو مجبور ہمیں پائپ کا سہارا لینا پڑے گا.... فکر نہ کرو اندھیری رات ہے۔"

"اس کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں۔"

"فرزند من! وہ لٹیرا بڑا گھاگ ہے۔ اس نے خط میں یہ بھی لکھا ہے کہ وہ اپنا پورا پورا اطمینان کئے بغیر عمارت میں داخل نہ ہو گا۔"

"یعنی....!"

"اندر رابعہ اور سعید کے علاوہ کوئی اور تو موجود نہیں۔ باہر کے سارے دروازوں کے متعلق پہلے ہی اطمینان کر لے گا کہ وہ اندر سے مقفل ہیں یا نہیں۔ اس نے یہ بھی لکھا تھا کہ اگر سعید نے پولیس کی مدد لی تو وہ پولیس کے ہاتھ تو لگنے سے رہا البتہ بعد کو سعید سے سمجھ لے گا۔"

"یہ ماننا پڑے گا جناب کہ ہے بڑا بے جگر آدمی۔" حمید نے کہا۔

وہ دونوں نیم تاریک گلیوں سے گذر رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد وہ پھر کھلی جگہ میں نکل آئے۔ ان کے سامنے ایک سڑک تھی اور سڑک کے پار چند بڑی بڑی عمارتیں نظر آرہی تھیں جو ایک دوسرے سے کافی فاصلے پر تھیں۔ وہ سڑک کے کنارے کنارے مشرق کی طرف چلنے لگے۔ چاروں طرف اندھیرے اور سناٹے کا راج تھا۔ رات کہر آلود تھی۔ سڑک کے سامنے والی عمارتوں کی روشنیاں کہر کی وجہ سے دھندلی نظر آرہی تھیں۔ اچانک فریدی داہنی طرف مڑا۔ حمید نے بھی اس کی تقلید کی.... اور پھر وہ ایک لمبا چکر کاٹ کر انہیں عمارتوں کی پشت پر پہنچ گئے جو انہیں گلی سے نکلتے ہی دکھائی دی تھی۔

یہ جگہ ایسی نہیں تھی کہ کوئی بے احتیاطی سے چل سکتا۔ چاروں طرف جھاڑیوں کے سلسلے پھیلے ہوئے تھے۔ حمید نے ٹارچ نکالنی چاہی لیکن فریدی نے روک دیا۔

"چپ چاپ میرے پیچھے چلے آؤ۔" اس نے آہستہ سے کہا۔ کچھ دور چلنے کے بعد فریدی نے حمید کا ہاتھ دبا دیا۔ ایک عمارت کے نیچے کسی آدمی کا دھندلا اور متحرک سایہ نظر آرہا تھا۔ دونوں جھاڑیوں میں بیٹھ گئے۔

"وہ غالباً سعید ہے۔" فریدی نے آہستہ سے کہا۔ "یہاں بیٹھنا بھی ٹھیک نہیں۔ وہ ٹوٹی ہوئی دیوار دیکھ رہے ہو ہمیں وہاں تک پہنچنا ہے۔"

"سعید کی نظر ہم پر پڑ سکتی ہے۔" حمید بولا۔

"وہ جانتا ہے۔ لیکن ہمیں اُس لٹیرے سے چھپنا ہے۔ ہم سینے کے بل رینگتے ہوئے وہاں بہ آسانی پہنچ سکتے ہیں۔ چلو۔"

"یہاں سانپ بھی ہو سکتے ہیں۔" حمید نے کہا۔

"یہ مت بھولو کہ تمہارے ساتھ ایک اژدھا بھی ہے۔" فریدی نے کہا اور سوٹ کیس کو

دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر کہنیوں کے بل زمین پر کھسکنے لگا۔

چند لمحوں کی جدوجہد کے بعد وہ ٹوٹی ہوئی دیوار کی اوٹ میں پہنچ گئے۔

سایہ عمارت کے نیچے ٹہلتا رہا۔ فریدی نے اپنی ریڈیم ڈائل والی گھڑی کی طرف دیکھا۔ نو بجنے میں صرف پانچ منٹ رہ گئے تھے۔ اس نے سوٹ کیس کھول کر گیس ماسک نکالے۔ ایک خود پہن لیا اور دوسرا حمید کے چہرے پر چڑھا دیا۔ پھر انہوں نے لیٹے ہی لیٹے پٹیاں بھی کس لیں۔ ان سے تھوڑے ہی فاصلے پر کٹی ہوئی جھاڑیوں کا ایک خشک ڈھیر پڑا تھا۔ فریدی نے اُسے سمیٹ سمیٹ کر اپنے اور حمید کے اوپر پھیلا لیا۔

"ارے! ارے! یہ کیا کر رہے ہیں۔" حمید بڑبڑایا۔

"چپ چاپ پڑے رہو۔ وہ اپنا اطمینان کرنے ادھر ضرور آئے گا۔" فریدی بولا۔

اُن کے ایک طرف دیوار سے نکلی ہوئی اینٹوں کا ڈھیر تھا اور دوسری طرف سے وہ خشک گھاس کے ڈھیر میں چھپ گئے تھے۔ ان کے چہروں پر گیس ماسک پہلے ہی سے تھے۔ اس لئے سانس لینے میں کوئی دشواری نہیں محسوس ہو رہی تھی۔ چند لمحوں بعد حمید نے محسوس کیا کہ گھاس کے ڈھیر پر ٹارچ کی روشنی پڑ رہی ہے پھر پہلے جیسا اندھیرا پھیل گیا۔

انہوں نے دروازہ بند ہونے کی آواز سنی۔

چند لمحے رک کر فریدی نے سر ابھارا اور دوسری طرف سے آواز آئی۔ "وہ کون۔"

پھر حمید نے اپنے سر پر ایک کتے کو بھونکتے سنا۔ اگر فریدی نے اس کا ہاتھ نہ دبا دیا ہوتا تو وہ اچھل ہی پڑا تھا۔ پھر ساتھ ہی یہ بات بھی سمجھ میں آ گئی کہ یہ کتا نہیں بلکہ خود فریدی ہی تھا۔ اب جو حمید پر ہنسی کا دورہ پڑا ہے تو مصیبت ہی آ گئی۔ لیکن اُس نے آواز نہ نکلنے دی۔ فریدی برابر بھونکے جا رہا تھا۔ حمید کو اس کی اس صلاحیت کا علم آج ہی ہوا تھا۔ بالکل کتے کی آواز تھی۔ سرمو فرق نہیں تھا۔ وہ نزدیک و دور کے کچھ اور کتوں کی بھی آوازیں سن رہا تھا۔ جو جواباً بھونکنے لگے تھے۔ حمید نے پھر دروازہ بند ہونے کی آواز سنی۔

فریدی بھونکتا ہی رہا۔ چند لمحے گذر گئے۔ فریدی خاموش ہو کر حمید کی طرف پلٹا۔

"یہ کیا حرکت تھی۔" حمید نے پوچھا۔

"بھئی بڑا چالاک ہے۔ اُس نے باہر ہی کھڑے کھڑے آواز کے ساتھ دروازہ بند کیا تھا کہ اگر

ب وجوار میں ہو تو یہ سمجھ کر باہر آئے کہ وہ اندر چلے گئے۔ لہٰذا میں نے جیسے ہی سر ابھارا نظر پڑ گئی۔ اگر میں کتے کی طرح بھونکنے نہ لگتا تو وہ فوراً ہی ٹارچ روشن کر لیتا۔

"تو کیا ہوتا۔" حمید نے کہا۔ "اگر باہر ہی اُسے پکڑ لیتے تو کون سا فرق پڑتا۔"

"وہ لذت نہ ملتی جو دوسری صورت میں نصیب ہو گی۔" فریدی نے کہا "آؤ.... ہوشیار وہ چھلاوہ ہے۔"

وہ دونوں دروازے کے قریب آئے۔

"دیکھا تم نے۔" فریدی حمید کی طرف مڑ کر بولا۔ "دروازہ بھی اس نے بند کیا ہے اب اس لاوہ اور کوئی چارہ نہیں رہ گیا کہ اس پائپ کے سہارے اوپر جائیں۔"

پائپ قریب ہی تھا۔ جو شائد چھت پر کا پانی نکالنے کے لئے لگایا گیا تھا۔ فریدی نے جوتے ر جیب میں ٹھونسے اور پائپ پر چڑھنے لگا۔ اُس کے نیچے حمید بھی تھا جو شائد اس موقعے پر تو رہی اپنے مقدر کو گالیاں دے رہا ہو گا۔

اوپر پہنچ کر فریدی تو جوتے پہن رہا تھا اور حمید اپنے دونوں ہاتھ اس طرح رگڑ رہا تھا جیسے یقین ہی نہ ہو کہ وہ ہاتھ ہی ہیں۔ شائد ٹھنڈے لوہے کی رگڑ سے ہتھیلیوں کا خون تک منجمد یا تھا۔

"جوتے پہنو....!" فریدی نے کہا۔

"شاید فلیٹ نیچے ہی رہ گیا۔" حمید بولا۔

"جلدی کرو یار! یہ مذاق کا وقت نہیں۔"

تھوڑی دیر بعد وہ ایک دیوار کے طاق پر پیر رکھ کر نچلی چھت پر اُتر رہے تھے ان کے کرپ جوتوں سے ذرہ برابر بھی آواز نہیں ہو رہی تھی۔ فریدی نے شائد یہ عمارت پہلے ہی سے کھی تھی اس لئے گہرا اندھیرا ہونے کے باوجود بھی وہ نہایت آسانی سے آگے بڑھ رہا تھا۔

نیچے پہنچ کر وہ ایک کمرے کے قریب سے گذر رہے تھے کہ انہیں رک جانا پڑا.... دروازہ لا تھا اور اندر کی روشنی باہر برآمدے کے ایک حصے پر پڑ رہی تھی۔ اندر سے کسی کے بولنے کی از آرہی تھی۔ انہوں نے کھڑکی سے جھانک کر دیکھا۔ رابعہ اور سعید الظفر کرسیوں پر بیٹھے تھے ن کے سامنے وہی سیاہ پوش لٹیرا ایک کرسی پر پیر رکھے کھڑا تھا۔

لٹیرا کہہ رہا تھا۔ میں سب کچھ جانتا ہوں۔ اُس ہار کی پوری ہسٹری مجھے معلوم ہے۔" یہ کہہ کر
شائد وہ اپنے جملوں کا اثر اُن دونوں کے چہروں پر دیکھنے کے لئے رک گیا تھا۔

حمید نے اُسے پہلی بار دیکھا تھا۔ اور ابھی تک اُس کے متعلق جو کچھ بھی سنا تھا وہ غلط نہ
ثابت ہوا تھا۔ وہ حقیقتاً سر سے پیر تک سیاہ تھا اور اُس کے چہرے کی سیاہی کپڑوں کی سیاہی سے
مختلف نہیں تھی۔ چہرے پر نقاب بھی نہیں معلوم ہوتا تھا۔ گفتگو کرتے وقت اس کے ہونٹ اس
طرح ہلتے تھے جیسے سب کے ہلتے ہیں۔ آنکھوں کے قریب بھی کوئی ایسی بات نظر نہیں آرہی تھی
جس کی بناء پر یہ سمجھ لیا جاتا کہ وہ اپنا چہرہ سیاہ نقاب میں چھپائے ہوئے ہے۔

کچھ دیر خاموش رہ کر وہ پھر بولا۔ "میرے پاس اس کا واضح ثبوت موجود ہے کہ اصلی
محترمہ رابعہ کے والد ذکی ترمذی صاحب نے غائب کیا تھا۔"

"یہ غلط ہے۔" رابعہ چلا کر بولی۔ "ڈیڈی! ہرگز ایسا نہیں کر سکتے۔ میں اُن کے متعلق یہ
بھی نہیں سکتی۔"

"آپ یقین کریں یا نہ کریں۔ لیکن میں سعید الظفر کو یقین دلا دوں گا۔ ایسے حالات پیدا ہو گئے
تھے جنکے تحت ذکی صاحب کو ایسا کرنا پڑا۔ کیوں سعید الظفر صاحب آپ یقین کریں گے یا نہیں۔"

"ابھی میں کس طرح کہہ سکتا ہوں۔" سعید بولا۔

"اچھا ایک بات تو آپ مانتے ہی ہیں کہ اس ہار کی ہسٹری کا علم ترمذی خاندان یا آپ
خاندان کے علاوہ اور کسی کو نہیں۔"

"یہ بات میں مان لوں گا۔"

"غلط میں بھی اس کی ہسٹری سے واقف ہو گیا ہوں اور یہ واقفیت اسی کی تلاش کے دوران
میں بہم پہنچی ہے۔ سنئے! اگر میں کہیں غلط کہوں تو ٹوک دیجئے گا کیا وہ ہار کئی پشتوں پہلے آپ
خاندان کی ایک لڑکی کے ذریعے ترمذی خاندان میں نہیں پہنچا تھا۔ اُس لڑکی کی شادی تر
خاندان کے ایک فرد کے ساتھ ہوئی تھی اور وہ ہار جہیز میں دیا گیا تھا۔ لیکن اس کے ساتھ
ساتھ اس کے متعلق ایک وصیت بھی تھی جو آج بھی قانونی حیثیت رکھتی ہے۔ اب وصیت
اگر غلط کہوں تو ٹوک دیجئے گا۔ وصیت میں یہ تھا کہ اگر ترمذی خاندان کی اُس شاخ میں جس
خلیلی خاندان کی لڑکی بیاہی جا رہی ہے اگر کسی زمانے میں تنہا اولاد کوئی لڑکی ہو تو وہ اُسی صو

ہار کی مالک بن سکتی ہے جب وہ خلیلی خاندان میں واپس آجائیگی اور اگر خلیلی خاندان میں
نہ ہو تو ہار ترمذی ہی خاندان کی ملکیت رہے گا۔ ہاں تو سعید صاحب! اگر رابعہ ترمذی
سعید الظفر خلیلی کو بیاہی جاتی ہیں تو یہ ہار ان کی ملکیت رہے گا ورنہ نہیں۔"

یہ کون

حمید نے پلٹ کر فریدی کی طرف دیکھا۔ فریدی نے اپنے سر کو خفیف سی جنبش دی۔ جس کا
شاید یہ تھا کہ سیاہ پوش کا بیان درست ہے۔

رابعہ نے سر جھکا لیا تھا اور سعید الظفر سیاہ پوش کو آنکھیں پھاڑے گھور رہا تھا۔

"لیکن!" سیاہ پوش ہلکے سے قہقہے کے ساتھ بولا۔ "سعید الظفر خلیلی اور رابعہ ترمذی کی
ہرگز نہیں ہو سکتی۔ کیوں محترمہ رابعہ غلط کہہ رہا ہوں۔"

رابعہ کچھ نہ بولی۔

"ذکی ترمذی صاحب جانتے ہیں کہ یہ شادی نہیں ہو سکتی اسی لئے انہوں نے انتہائی پُر اسرار
طریقے سے وہ ہار غائب کر دیا۔ اصلی کی جگہ نقل رکھ دی اور نقل قانونی طور پر خلیلی خاندان کو
واپس کر دی جاتی۔ لیکن درمیان میں.... میں آکودا.... اور ہار کا راز ظاہر ہو گیا۔"

"غلط ہے بکواس ہے۔ رابعہ تیز لہجے میں بولی۔ ڈیڈی ایسی اوچھی حرکت ہرگز نہیں کر سکتے۔"

"یقین کیجئے محترمہ رابعہ یہی ہوا ہے۔" اُس نے کہا۔ "اس کا تاریخی ہیرا بہت قیمتی
شائد مغربی ممالک اس کے ڈیڑھ لاکھ پونڈ تک دے گذریں۔ ذکی صاحب آسانی سے اسے
خاندان میں واپس نہیں جانے دیں گے۔ کیوں سعید صاحب کیا میں غلط کہہ رہا ہوں۔"

"ہو سکتا ہے کہ آپ صحیح کہہ رہے ہوں.... لیکن وہ ہار۔" سعید بولا۔

"اس وقت بھی میرے پاس موجود ہے۔" سیاہ پوش ہلکی سی ہنسی کے ساتھ بولا۔ "میں نے
اڑا لیا ہے۔ ضرورت پڑی تو میں وہ جگہ بتا دوں گا جہاں سے یہ مجھے ملا ہے اور میں ذکی ترمذی
کے خلاف ثبوت بھی فراہم کروں گا۔ میں حقیقتاً ڈاکو نہیں ہوں۔ لیکن اُس ہیرے کے متعلق
اپنے اظہار خیال کر چکا ہوں کہ میں اُسے بطور حق المحنت رکھ لوں۔ ہار کے دوسرے ہیرے بھی

کم قیمت نہیں رکھتے۔ خلیلی خاندان کی مالی حالت مضبوط کرنے کیلئے وہ بھی کافی ہوں گے۔
آپ لوگ اطمینان سے بیٹھے رہیں۔ ابھی وہ ہیرا ہار سے الگ کر کے ہار آپ کو واپس کئے دیتا ہوں۔
سعید الظفر بے چینی سے کرسی پر پہلو بدلنے لگا۔ رابعہ زرد ہو گئی تھی۔

سیاہ پوش نے جیب سے ہار نکالا اور اُسے روشنی میں لہراتا ہوا بولا۔ ''مجھے خوشی ہے کہ
خاندان کے دن اب پھر جائیں گے۔ دوسرے ہیرے بھی کافی قیمتی ہیں۔''

پھر اُس نے ایک ننھا سا اوزار نکالا اور اُسے استعمال کرنے ہی جا رہا تھا کہ فریدی ہاتھ
ریوالور لئے ہوئے اندر داخل ہوا۔

''زیادہ بے صبری اچھی نہیں۔'' اُس نے بھاری آواز میں کہا۔

ہار اور اوزار سیاہ پوش کے ہاتھ سے چھوٹ پڑے سیاہ پوش اچھل کر الگ ہٹ گیا۔ وہ بوکھلائی
ہوئی نظروں سے ان دونوں آدمیوں کو دیکھ رہا تھا جن کے چہرے گیس ماسک میں چھپے ہوئے تھے
رابعہ اور سعید الظفر بھی کھڑے ہو گئے تھے۔

''پیارے مسخرے بھیڑیئے۔'' فریدی آہستہ سے بولا۔ ''اپنے ہاتھ اوپر اٹھالو میں جانتا ہوں
کہ تم نے اپنے لباس کے نیچے بلٹ پروف پہن رکھا ہے لیکن میں سینے پر کبھی گولی نہیں مارتا۔
میرے ہاتھوں تم لنگڑے ضرور ہو سکتے ہو۔''

''تم کون ہو۔'' مسخرہ بھیڑیا اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

''نک چڑھا ریچھ.....!'' سرجنٹ حمید نے کہا۔ ''اور میں ایک خوش طبع بجو ہوں۔''

سیاہ پوش خاموش رہا۔

''اس کے جیب سے۔'' فریدی نے حمید کو مخاطب کیا۔ ''سنتھیلک گیس کے گولے
ریوالور نکال لو۔''

حمید آگے بڑھ کر اُس کی جیبیں ٹٹولنے لگا۔ اُس نے شیشے کی دو گیندیں اور ایک ریوالور
کر میز پر رکھ دیا اور پھر اُسے ٹٹولنے لگا اس نے حمید کے دونوں ہاتھ پکڑ لئے اور اس طرح کہ
کو اپنی کلائی کی ہڈیاں کڑکڑاتی معلوم ہونے لگیں پھر اُس نے حمید کے دونوں ہاتھ موڑ کر
اپنے سامنے کر لیا۔ حمید کا سینہ فریدی کے ریوالور کے سامنے تھا۔

''ریوالور زمین پر ڈال دو۔'' سیاہ پوش گرج کر بولا۔ ''ورنہ میں اسے مار ڈالوں گا۔''

خوش طبع بجو کی سانس پھولنے لگی تھی۔ خوف کی وجہ سے نہیں بلکہ غصہ سے۔

فریدی نے ریوالور زمین پر ڈال دیا۔ لٹیرا حمید کی آڑ لئے الٹے پیروں پیچھے کی طرف کھسک
رہا۔ دفعتاً حمید نے اپنی ایک ٹانگ اُس کے پیروں میں اڑا دی اور وہ دونوں میز سے ٹکراتے
ہوئے زمین پر آ رہے۔ میز الٹ گئی پھر شیشے کی گیندوں کے ٹوٹنے کی آواز سے کمرہ گونج اٹھا۔

''سعید..... رابعہ.....!'' فریدی چیخا۔ ''باہر جاؤ۔ بھاگو۔''

وہ دونوں جھپٹ کر کمرے سے نکل گئے۔ حمید لٹیرے سے گتھا ہوا تھا اور کمرہ دھوئیں سے
بھر رہا تھا۔ تیز قسم کی میٹھی بو پھیل رہی تھی۔

فریدی نے آگے بڑھ کر لٹیرے کے سر پر ٹھوکر ماری لیکن شائد اُس پر اثر تک نہ ہوا۔ دفعتاً
...ر دور سے کراہا۔

فریدی نے بدقت تمام دونوں کو الگ کیا۔

لٹیرا قریب قریب بے بس ہو گیا تھا۔ فریدی اُسے گردن سے پکڑے ہوئے باہر لایا اور پھر
...وں نے اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال دیں۔

''خدا کے لئے مجھے ذلیل نہ کرو۔'' لٹیرا بڑبڑایا۔

''ذلیل ہی کرنا ہے اسی لئے تمہیں یہاں آکر پکڑا ہے۔ ورنہ تم تو میری چٹکی میں تھے۔''
...یدی نے کہا۔

دھواں پوری عمارت میں پھیلتا جا رہا تھا۔ سعید اور رابعہ اپنی ناکوں پر رومال رکھے کھڑے
...انپ رہے تھے۔

''اوپر کھلی چھت پر چلو۔'' فریدی نے انہیں اشارہ کیا۔ ''جب تک دھواں زائل نہ ہو جائے
نیچے مت آنا۔''

وہ سب زینے طے کرنے لگے۔ خوش طبع بجو مسخرے بھیڑیئے کو بڑی بے دردی سے دھکے
...ے رہا تھا۔

اوپر پہنچ کر فریدی اور حمید نے اپنے گیس ماسک الگ کر دیئے۔

''آپ لوگ۔'' رابعہ حیرت سے چیخ پڑی۔ حمید لٹیرے کو ٹٹول رہا تھا۔ دفعتاً فریدی کی طرف
...ڑ کر بولا۔ ''اُس نے نیچے سے اوپر تک اپنے لباس میں بلٹ پروف لگا رکھے ہیں۔ صرف پنڈلیاں

خالی ہیں۔ مگر بیٹا تم اتنے روسیاہ کیوں ہو۔"

"بلٹ پروف اور گیس کی گیندوں ہی کے بل بوتے پر تو یہ سب کچھ کرتا رہا ہے۔" فریدی نے کہا۔ "اور یہ روسیاہی ایک جدید ترین ماسک کی ہے جو بیک وقت ایک مصنوعی چہرہ بھی ہے اور گیس ماسک بھی۔ اس کی جیکٹ کے نیچے آکسیجن کی تھیلیاں بھی ہوں گی۔"

"مجھے کہیں اور لے چلو۔ میں استدعا کرتا ہوں۔" لٹیرا بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"سنو دوست! میں تمہیں یہیں ذلیل کرنا چاہتا ہوں۔ بھلا یہ بھی کوئی بات ہے کہ ایک مفلس اور بھوکا جیب کترا تو اپنے جرم کی پاداش میں جیل بھگتے اور تم اتنے بڑے مجرم محض اس لئے رعایت چاہتے ہو کہ تم فریدی کے دوست ہو۔"

"یہ آپ کا دوست ہے۔" رابعہ چیخ پڑی۔ حمید بھی حیرت سے فریدی کی طرف دیکھنے لگا۔

"بدقسمتی سے۔" فریدی نے کہا اور اُس نے لٹیرے کے چہرے کی طرف اپنا ہاتھ بڑھا دیا۔

لیکن وہ پھر فریدی سے لپٹ پڑا حالانکہ اُس کے دونوں ہاتھوں میں ہتھکڑیاں تھیں پھر بھی وہ کسی وحشی درندے کی طرح نکل بھاگنے کی جدوجہد کر رہا تھا۔ حمید نے پیچھے سے اس کے دونوں ہاتھ پکڑ لئے۔ اس پر بھی جب وہ باز نہ آیا تو حمید اُسے گرا کر اُس کے سینے پر چڑھ بیٹھا۔

فریدی نے مصنوعی چہرہ الگ کر دیا لیکن اندھیرا ہونے کی وجہ سے کوئی اُسے دیکھ نہ سکا۔

"رابعہ ادھر آؤ۔" فریدی نے کہا اور جیب سے ٹارچ نکال کر لٹیرے کے چہرے پر روشنی ڈالی۔

"ڈیڈی....!" رابعہ کے منہ سے چیخ نکل آئی۔

"ذکی ماموں....!" سعید الظفر بھی چیخا۔

لٹیرا آنکھیں بند کئے چپ چاپ پڑا رہا۔ حمید بھی اس کی شکل دیکھتے ہی اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

"یہ آپ نے کیا کیا ڈیڈی۔" رابعہ اس پر گر کر سسکیاں لینے لگی۔ "اوہ.... ڈیڈی آپ نے بہت بُرا کیا۔ ڈیڈی ہم منہ دکھانے کے قابل نہیں رہ گئے۔ ڈیڈی آپ تو لندن میں تھے۔"

ڈیڈی زندہ تھا۔ ہوش میں تھا۔ لیکن شائد اسے آنکھیں کھولتے شرم آ رہی تھی۔ دوسری طرف حمید آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر فریدی کو گھور رہا تھا۔

"فریدی صاحب!" سعید آگے بڑھ کر بولا۔ "میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ اس معاملے کو دبا دیا جائے۔"

"بھئی آخر کس طرح۔ میری سمجھ میں نہیں آتا۔"

"اگر آج والی اسکیم کی اطلاع آپ دونوں حضرات کے علاوہ اور کسی کو نہیں تو آسانی ہی سے جائے گا۔"

فریدی کچھ نہ بولا۔ حمید نے ذکی ترندی کو اٹھایا۔ اس کا سر جھکا ہوا تھا.... نہ تو وہ کچھ بول رہا اور نہ سر ہی اٹھا رہا تھا۔

"اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں۔" سعید الظفر پھر بولا۔ "یہ بات مجھ تک ہی رہے گی۔"

"میں آپ کی شکر گذار ہوں سعید بھائی۔" رابعہ نے ہچکیوں کے درمیان کہا۔

وہ سب اوپری منزل کے ایک کمرے میں آئے۔ سعید نے سوئچ آن کر دیا۔ کمرے میں شنی ہو گئی۔

"حمید ہتھکڑیاں نکال دو۔" فریدی نے کہا اور حمید حیرت سے اُس کا منہ دیکھنے لگا۔ فریدی نے سر کی جنبش سے اشارہ کیا۔ حمید نے آگے بڑھ کر ہتھکڑیاں نکال دیں۔

ذکی بدستور سر جھکائے رہا۔

"ذکی صاحب!" فریدی بولا "یہ مت سمجھئے گا کہ میں اپنے تعلقات کی بناء پر آپ کو چھوڑ رہا وں۔ رابعہ بڑی اچھی لڑکی ہے۔ یہ میں اُس کی خاطر کر رہا ہوں وہ پھر بھی آپ سے بہتر ہے کہ ں نے اُسی قیمتی ہار کو ٹھکرا کر اپنی پسند کی شادی کرنے کا تہیہ کر لیا تھا۔ میں اس لئے آپ کو چھوڑ ہا ہوں کہ رابعہ کی زندگی برباد نہ ہو۔ ظاہر ہے کہ آپ کی گرفتاری کے بعد وہ حقیقتاً کسی کو منہ کھانے کے قابل نہ رہ جاتی۔"

فریدی نے حمید سے ہار لے کر میز پر ڈال دیا۔ پھر وہ سعید الظفر کی طرف مڑ کر بولا۔ "مجھے مید ہے کہ آپ اپنے وعدے کے مطابق اُسے راز ہی رکھیں گے۔"

"ہمیشہ ہمیشہ! میں بھی آپ کا شکر گذار ہوں۔"

فریدی نے حمید کو واپس چلنے کا اشارہ کیا۔

سعید الظفر ان کے پیچھے تھا مگر ان دونوں باپ بیٹی نے اپنی جگہ سے جنبش بھی نہ کی۔ سعید ظفر خاموش تھا جب وہ دونوں پچھلے دروازے سے نکل رہے تھے تب بھی وہ کچھ نہ بولا۔

دروازہ بند ہو گیا۔ فریدی نے جھاڑیوں سے سوٹ کیس نکال کر اُس میں گیس ماسک رکھ دیئے۔

حمید بولا۔ "اب میرا دل چاہتا ہے کہ میں کتے کی طرح بھونکنے لگوں۔"

ایسا بھی ہوتا ہے فرزند! اگر اس نے اپنے کارناموں کے دوران میں کسی کو زخمی بھی کر دیا ہوتا تو میں اُسے نہ چھوڑتا۔

"رابعہ حقیقت سے ناواقف تھی۔" حمید نے پوچھا۔

"قطعی! وہ یہی سمجھے ہوئے تھی کہ ذکی لندن میں مقیم ہے۔ حالانکہ وہ محض ذکی کا پروپیگنڈہ تھا۔ وہ سرے سے انگلینڈ گیا ہی نہیں تھا میں نے انگریزی سفارت خانے میں چھان بین کی تھی۔ اس نام سے کوئی ویزا دیا ہی نہیں گیا تھا۔ البتہ اُس نے پاسپورٹ ضرور بنوالیا تھا۔"

وہ دونوں چل پڑے۔ فریدی تھوڑی دیر بعد بولا۔ "ہار کی ہسٹری تو تم اُسی کی زبانی سن چکے ہو۔ مجھے پوری ہسٹری نہیں معلوم تھی۔ بس اتنا جانتا تھا کہ وہ خلیلی خاندان سے ترندی خاندان میں آیا تھا اور یہ بھی جانتا تھا کہ خلیلی خاندان سعید آباد میں آباد ہے۔ ظاہر ہے کہ وہ پُراسرار طریقے پر غائب ہوا تھا اس لئے میں نے سوچا کہ خلیلی خاندان میں بھی اس کے متعلق پوچھ گچھ کرائی جائے۔ لہٰذا میں نے سعید آباد میں اپنے ایک ایجنٹ کو تار دے کر اُس ہار کے متعلق اہم باتیں معلوم کرائیں اور پھر میں نے سعید الظفر کو بھی تار ہی کے ذریعے تاکید کی کہ وہ ہار کے متعلق اپنی زبان بند کرے۔ یہیں سے میرا ذہن ذکی کی طرف منتقل ہوا تھا اور میں نے تمہارے ذریعہ یہ معلوم کرنے کی کوشش کی تھی کہ رابعہ کسی کو چاہتی تو نہیں۔ تم پتہ نہیں لگا سکے لیکن حقیقت یہ تھی کہ وہ سعید الظفر کی بجائے کسی اور سے شادی کرنا چاہتی تھی۔ ذکی اُسے اس سے باز نہ رکھ سکا تو ہار کا سب سے قیمتی ہیرا دبا بیٹھنے پر تل گیا۔ اور پھر اُس نے نقاب پوش لٹیرے کی حیثیت سے، ہنگامہ برپا کرنا شروع کر دیا۔ اس وقت اگر وہ ہیرا نکال کر یہاں سے نکل گیا ہوتا تو رابعہ اور سعید یہی سمجھتے کہ ہیرا سیاہ پوش ہی لے گیا ہے اور سیاہ پوش کا پھر نام بھی نہ سنائی دیتا۔"

"لیکن آخر اتنی اودھم مچانے کی کیا ضرورت تھی۔ خود ذکی ہی ہار کی چوری کی رپورٹ درج کر سکتا تھا۔ اپنے گھر میں مصنوعی چوری کرا دیتا۔"

"پھر بھی ہار ہضم نہ ہوتا۔ جب پولیس کو اس کی ہسٹری معلوم ہوتی تو وہ کھلم کھلا خود اُسی پر شبہ کرتی اور اگر کہیں اُسے یہ بھی معلوم ہو جاتا کہ رابعہ سعید کی بجائے کسی اور سے شادی کر رہی ہے تو جانتے ہو کیا ہوتا۔"

"بالکل سمجھ گیا۔" حمید سر ہلا کر بولا۔ "مگر وہ کالی گھٹا زہرہ جمال۔"

فریدی بے ساختہ ہنس پڑا۔ پھر سنجیدگی سے بولا۔ "تم تو عورت کے نبض شناس ہو۔"

"ٹھیک ہے۔ مجھے اعتراف ہے۔" حمید نے بڑی سعادت مندی سے کہا۔

"لیکن زہرہ کو نہ پہچان سکے۔ حمید صاحب وہ بڑی عظیم عورت ہے۔ اگر اپنے سینڈل کا سایہ بھی تمہارے سر پر ڈال دے تو تم فرشتہ ہو جاؤ۔ جانتے ہو اُس نے وہ کمرہ ہوٹل پام گرو میں کیوں لے رکھا ہے۔"

"پتہ نہیں آپ کیا اوٹ پٹانگ ہانک رہے ہیں۔" حمید جھنجھلا کر بولا۔

"اوٹ پٹانگ نہیں پیارے۔ وہ سچ مچ ایک بڑی تجربہ کار نرس ہے۔ اپنے شوہر سے چھپ کر غریبوں کی مدد کرتی ہے۔ ارجن پورے کے مزدور تو اُسے پوجتے ہیں وہ خود ہی اس بات کا پتہ لگائے رکھتی ہے کہ کسی کے یہاں بچہ ہونے والا ہے اور وہ اپنی خدمات نہ صرف بلامعاوضہ پیش کرتی ہے بلکہ اُن کے لئے دوائیں بھی اپنے ہی خرچ پر فراہم کرتی ہے۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ فریدی چند لمحے خاموش رہ کر بولا۔ "ضروری نہیں کہ ہر بدصورت عورت کسی خوبصورت مرد سے لفٹ مل جانے پر اُس کے قدموں ہی میں آرہے۔ زہرہ جمال صرف ہنس مکھ اور خوش اخلاق ہے۔ اگر کوئی مرد اس کی خوش اخلاقی کو لگاوٹ سمجھ لے تو اس میں اس کا کیا قصور.... اور تم صغیر بابر کو بوڑھا بھی نہ سمجھو۔ اس کے اندر شائد شیطان حلول کر گیا ہے۔ وہ اب بھی دس عورتیں رکھ سکتا ہے۔ مگر بڑھاپے نے اُسے شکی ضرور کر دیا ہے اور وہ زہرہ کے ہر ملنے والے کو مشتبہ نظروں سے دیکھتا ہے۔ بہر حال تم زہرہ کی وضع قطع سے دھوکا کھا گئے تھے۔ اچھا تم ہی بتاؤ کہ اگر اس کے طبقے کا کوئی آدمی اُسے اُس پھوہڑ قسم کے میک اپ میں دیکھ لیتا تو کیا وہ اُسے زہرہ ہی سمجھتا۔ میرا خیال ہے کہ اُسے گمان تک نہ ہوتا وہ صرف اتنا ہی سوچ کر رہ جاتا کہ وہ زہرہ سے بڑی مشابہت رکھتی ہے۔"

حمید کچھ نہ بولا۔ وہ دونوں گیرج تک پیدل ہی آئے۔ فریدی نے کیڈی نکالی۔ "سخت بھوک لگی ہے۔" حمید اپنے پیٹ پر ہاتھ مار کر بولا۔

"او ہو! میں تو بھول ہی گیا تھا۔ چلو کہیں کھالیں۔" فریدی نے کہا اور کیڈی اسٹارٹ کر دی۔

"لیکن زہرہ کے یہاں اُن کپڑوں اور خط کی موجودگی کا کیا مطلب تھا۔" حمید نے پوچھا۔

"مطلب صاف ہے....!" فریدی بولا۔ "ذکی کو شائد معلوم ہو گیا تھا کہ تم زہرہ پر کسی قسم

کا شبہ کر رہے ہو۔ اس لئے خود اس نے ہمیں اس طرف الجھائے رکھنے کے لئے یہ حرکت زہرہ اور بابر کی نادانستگی میں کی تھی۔ خیر میاں ختم کرو۔ اب مجھے اخبارات میں سیاہ پوش کی طرف سے ایک خط شائع کرانا پڑے گا کہ اس نے رابعہ کا ہار تلاش کر کے اُس تک پہنچا دیا ہے اور اب شہر سے ہمیشہ کے لئے باہر جا رہا ہے۔"

"ہائے وہ انگوٹھا۔" حمید سینہ پیٹ کر بولا۔ "اگر میں آپ کی جگہ ہوتا تو اُس کے باپ کو چھوڑ دینے کے سلسلے میں انگوٹھا چوسنے کی شرط ضرور پیش کرتا۔"

"چپ بے۔" فریدی نے اُس کی پیٹھ پر دھول جھاڑ دی۔

ختم شد